TIGHT BINDING BOOK

brown book

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_222555
UNIVERSAL
LIBRARY

۷۸۶

اس کتاب میں برنگ فلسفیانہ ضرب الامثال پر بحث کی گئی ہے۔ اور اخیر پر کچھ پنجابی ضرب المثلیں مع ترجمہ کے دیگئی ہیں

OSMANIA UNIVERSITY
COLLEGE LIBRARY
Checked 1973

امثال

مرتبہ مرزا سلطان احمد رونیو ممبر
سٹیٹ بہاول پور - (پنجاب)

یکم مئی سنہ ۱۹۱۱ء
صادق الانوار سٹیم پریس بہاولپور میں طبع ہوئی

PREFATORY NOTE

TO

'The Philosophy of Proverb'

In the words of a certain philosopher 'beneficial suggestions sooner or later, bear good fruits.'

In 1899 when the Hon'ble Mr. Maclagan, the present Revenue Secretary to the Government of India, was conducting the Settlement operations in Multan, he asked me to make a collection of 'proverbs' in vogue among the inhabitants of the District in particular and the educated people of the province in general.

To me, the task I was engaged in, was a labour of love. I made the collection very assiduously and read it to Mr. Maclagan at his house and he selected many of them for insertion in the Gazetteer of the district. The rest were left with me as a draft till May 1910.

When busy in making the required collection. I never thought for once, that the suggestion of the then Settlement Officer would ever take the form of a book on the subject of 'proverbs'.

In May 1910, I was miraculously struck with the idea of utilizing the collection as a basis for a philosophical discussion of 'proverbs' and thus commemorating the wise suggestion in a permanent way.

I took the work in hand and am now very proud to announce that the initiative given by the Hon'ble gentleman is before the public in the form of the present publication which may rightly boast for its *prima causa* the valuable suggestion of the present Revenue Secretary to the Government of India.

It would not be out of place to admit here that his vast knowledge, solid experience and innate worth have, in fact, much to do with this humble effort.

I will consider myself well rewarded for my labour as long as it serves as a literary rememberance of the peaceful and quiet Settlement of Multan under the wise control of Mr. Maclagan who will ever be remembered in the Province for his various qualities of the head and heart——his winning manners, his virtuous bent of mind, his generosity, his sympathetic attitude to all that is noble and last but not the least his kindness to his subordinates.

May God bless the Hon'ble gentleman and his family. Amin.

Mirza SULTAN AHMAD,
K. B., E. A. C.,
Revenue Member,
Council of Regency,
Babawalpur.

BAHAWALPORE :
Dated 4th March 1911.

Central Printing Works, Lahore.

فہرست مضامین

نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ
۱	پنجابی اور اُردو میں جو نسبت ہے اُس پر کچھ اور	الف
۲	تبصرہ نمبر۱	۱
۳	تبصرہ نمبر۲	۶
۴	تعریف ضرب المثل یا کہاوت	۲۴
۵	وجہ تسمیہ کہاوت	۲۸
۶	امثال باعتبار زمانہ	۲۹
۷	مجموعی استناد امثال	۳۱
۸	وضع امثال	۳۴
۹	موضوع امثال	۳۶
۱۰	ارکان امثال	۳۸
۱۱	ماخذ امثال	۴۱
۱۲	امثال کی شخصی سندیں	۵۱
۱۳	عمومیت امثال	۶۵
۱۴	وسعت امثال	۶۷
۱۵	مماثلات امثال	۶۹
۱۶	معیار امثال	۱۰۴

۱۷	تعرف امثال	۷۷
۱۸	منفذ امثال	۸۷
۱۹	امثال - اشعار اور تمثیل میں فرق	۹۲
۲۰	اقسام امثال	۱۰۰
۲۱	امثال کی علمی قسمیں	۱۰۶
۲۲	امثال شعریہ	۱۰۸
۲۳	امثال اور اقوال	۱۱۱
۲۴	امثال اور دوہے	۱۱۶
۲۵	امثال اور اشعار وغیرہ کا تقدم و تاخر	۱۲۰
۲۶	امثال اور محاورات	۱۲۲
۲۷	امثال باعتبار مفہوم عامہ و مفہوم خاصہ	۱۳۰
۲۸	شہرت امثال	۱۳۸
۲۹	استعمال امثال	۱۴۰
۳۰	امثال اور توارد	۱۴۷
۳۱	امثال کا اضافی نتیجہ	۱۶۵
۳۲	تنقید امثال	۱۷۵
۳۳	فرہنگ المثلیں علمی رنگ میں -	۱۹۸
۳۴	کچھ فرہنگ المثلیں	۲۰۰
۳۵	فرہنگ الامثال بقید تاریخی	۲۰۳
۳۶	ایک مجبوری اور ایک عذر	۳۱۵

۸۸

پنجابی اور اُردو میں جو نسبت ہی اُس پر کچھ اور

کتاب ہذا کے اخیر حصہ میں جس قدر کہاوتیں پنجابی زبان کی درج کی گئی ہیں اُن کے پڑھنے سے ناظرین یہ معلوم کر سکیں گے کہ پنجابی اور اُردو زبان میں کیسی نسبت اور کیسا تعلق ہے۔ سرسری نظر سے بھی اس امر کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ پنجابی اور اُردو میں بہت ہی قریبی نسبت ہے اگر ایک شخص غیر مُلک غیر زبان کے سامنے دونوں زبانوں کے الفاظ فقرے اور جملے بولے جائیں تو وہ شخص محض تلفظ ہی سے بلا اس کے کہ معانی پر غور اور عبور کرے یہ سمجھ جاے گا کہ یا تو

یہ ایک ہی زبان ہے

اور یا ان دونوں میں ایک ایسی نسبت ہے جو انہیں ایک ثابت کرنے کیواسطے بجائے خود ایک کافی دلیل ہے۔

یہ بات ماننے کے قابل ہے کہ موجودہ سب زبانوں ہندوستان کے مقابلہ میں جو نسبت اور جو علاقہ پنجابی کے ساتھ اُردو کا ہے۔ وہ کسی اور زبان کو حاصل نہیں۔ اس کے وجوہ بھی ہیں۔

(الف) اپنے عہد میں جب آریا قومیں بعض ایشیائی حصوں سے یورش یا ہجرت کرکے ہندوستان میں آئیں تو اُن سب کا راستہ پنجاب ہی تھا۔ پنجاب سے گزرے بغیر وہ ہندوستان میں (جسے اُس وقت کسی اور نام سے تعبیر کرتے تھے۔) پہنچ ہی نہیں سکتی تھیں۔ جب آریہ قومیں ان راہوں سے گزریں اور کچھ اسی سرزمین میں رہ گئیں تو کچھ اُن کی زبان کے الفاظ پنجاب میں رہ گئے اور کچھ خطہ پنجاب کے الفاظ اپنے ساتھ دوسرے حصہ ہندوستان میں لے جاتی ہیں۔

(ب) یہ فلسفی تسلیم کرلی گئی ہے کہ جب قومیں دوسری قوموں اور دوسرے خطوں میں سے گزرتی ہیں تو خیالات کے ساتھ الفاظ کا بھی اُن میں انتقال ہوتا ہے۔ اسی اصول کی پابندی سے کچھ اُس وقت کے خطہ پنجاب نے زبان کے متعلق آریوں سے لیا اور کچھ آریوں نے اُن سے حاصل کیا۔ جو کچھ آریوں نے اُن سے حاصل کیا وہ اُن کے ساتھ ساتھ ہی دوسرے حصوں ملک میں جاتا رہا۔

(ج) یہ افسوس کی بات ہے کہ اُس وقت کی کوئی مستند تاریخ نہیں ملتی۔ ورنہ ثابت ہوجاتا کہ ہر دو صورت ہائے متذکرہ بالا میں کن کن الفاظ کا تبادلہ اور انتقال ہوا تھا۔

(د) آریوں کے نقش قدم پر جب ایرانی اور افغانی قومیں پنجاب کے راستہ سے ہندوستان میں وارد ہوئیں تو اُن سے بھی پنجاب نے الفاظی رنگ میں بہت کچھ حاصل کیا۔ اور بہت کچھ اُن قوموں نے بھی پنجاب سے لیا۔ اور جو کچھ اُن قوموں نے لیا تھا وہ اُسے دلی۔ قنوج۔ الہ آباد۔ وغیرہ کی جانب رفتہ رفتہ

ساتھ ہی لے جاتی رہیں۔

(ھ) اگرچہ اور حصوں ملک میں بھی فاتح قوموں کا گزر ہوتا رہا۔ مگر جس قدر پنجاب آمد و رفت کے خیال سے تختہ مشق رہا اس قدر کوئی اور ملک نہیں رہا ہے یہی وجہ ہے کہ سوائے پنجاب کے اور کسی زبان یا بولی سے اُردو کا اس قدر الحاق نہیں ہے۔

(و) رفتہ رفتہ دونوں زبانوں کے الفاظ میں ضرورت۔ صحت۔ لطافت بلاغت اور فصاحت کے اعتبارات سے تصرف کیا جانا شروع ہُوا۔ جو نسلیں اور جو قومیں پنجاب سے آگے گزرتی گئیں اُن کی حالت نسبتاً چونکہ زیادہ فارغ البال اور مرفہ الحال ہوتی گئی اس واسطے اُنہیں زبان کی صفائی اور شستگی کا خیال بھی دامن گیر ہوتا گیا۔ اگرچہ اور ملحقہ زبانوں سے بھی اُن قوموں اور اُن لوگوں نے بہت کچھ لیا اور بہت کچھ اُنہیں دیا بھی مگر خصوصیت پنجاب یا پنجابی زبان سے ہی رہی۔ مرہٹی۔ گجراتی۔ تامل۔ وغیرہ زبانوں سے گو سابقہ پڑتا رہا۔ مگر اُن کے ساتھ زبان زیر بحث کا کوئی گاڑھا تعلق نہ پیدا ہو سکا۔

(ز) امثلہ مندرجہ اس کتاب سے بادنیٰ غور یہ عقدہ حل ہو سکتا ہے کہ ان دونوں زبانوں میں کیا نسبت ہے۔ اور اُردو کی اصلیت کیا ہے۔ اور وہ کس زبان سے نکلی ہے۔

زبانوں کے اتحاد۔ الحاق پر باعتبار

" ابتدائی حالت۔

اس میں (نوں) کو کو سے اور (مناوے) کو منائے سے اور (ناں کو نہ سے تبدیل کریں تو اُردو ہو جائے گی۔

اوپر کے تبادلہ الفاظ سے ثابت ہوگا کہ اکثر جگہ پر صرف بعض الفاظ بدلنے پڑے ہیں ورنہ ترکیب صرفی اور صورت نحوی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اگر پنجابی کے حروف یا الفاظ روابط اور نفی و اثبات ومنصوبات یا تاکید و بیان کی علامات مثل

تے۔ تاں۔ توں۔ تیں۔ ہُن۔ ناں۔ نی۔ کوں۔ وچ سانوں۔ ساکوں۔ اسیں۔ وغیرہ وغیرہ

کو ایک لطیف صورت میں تبدیل کیا جائے تو اُردو بن جاتی ہے۔

تے کا تو۔ تاں کا تا۔ نوں کا کو۔ تیں کا تمہیں۔ تجھے۔ ہُن کا اب۔ ناں کا نہ۔ یا نہیں۔ نی کا نے۔ وچ کا درمیان۔ بھیتر۔ سانوں۔ ساکوں کا ہمیں۔ اسیں کا ہمیں۔ بتا دیا جائے تو اُردو شکل پیدا ہو جائے گی۔

ان وجوہ سے میری رائے میں پنجابی اصلاح شدہ کا دوسرا نام اُردو ہے۔ اگر اس وقت پنجاب میں کل افراد تعلیم یافتہ یا پڑھے لکھے ہوں تو دو ہی سال کے اندر موجودہ پنجابی پنجابی نہیں رہے گی۔ بلکہ ایک قسم کی اُردو ہو جائے گی جیوں جیوں پنجابی انبالہ سے اوپر چڑھتی گئی وں وں اُردو کی صورت اختیار کرتی گئی۔ اسی طرح دوسری اطراف کے الفاظ جو رفتہ رفتہ اُردو کی چار دیواری میں آتے گئے وہ یہی جامہ پہنتے گئے۔

اُردو کن کن زبانوں کے الفاظ اور ترکیبات سے مرکب ہے۔

اوّل درجہ پنجابی سے۔

دوم درجہ ہندوستان کی دوسری زبانوں سے۔

سوم درجہ۔ ہندی یا بھاشا سے۔

چہارم درجہ۔ سنسکرت سے۔

پنجم درجہ۔ فارسی سے۔

ششم درجہ۔ عربی سے۔

ہفتم درجہ۔ انگریزی سے۔

جو زبان اتنی زبانوں سے مرکب ہو وہی ایک ایسی زبان ہے جو کسی دقت ملک کی عامہ زبان ہونے کا دعوے کر سکتی ہے۔

سب سے پہلی اُردو کی بانی وہ آریہ قومیں ہیں جو ہندوستان میں کوہ ہندوکش طے کرتی ہوئیں پنجاب کے راستہ سے وارد ہوئیں۔

اُس سے بعد مسلمان۔

اُس سے بعد انگریز۔

" پنجابی کیا ہے قابل اصلاح اُردو۔

" اُردو اصلاح یافتہ پنجابی ہے۔

اگر پنجابی الفاظ کو کسی حد تک صحت اور لطافت تلفظ کے ساتھ بولا جائے تو اُردو بن جائیگی اور اگر اُردو کی صورت کرخت بنائی جائے تو پنجابی ہو جائے گی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تبصرہ نمبر ۱

دنیا میں بہت سی ایسی چیزیں اور ایسی تاثرات ہیں کہ جنہیں انسان اپنے استعمال میں لاتا ہے۔ لیکن اُن کی قدر و منزلت اُس کی نگاہوں میں معمولی ہوتی ہے۔ یا تو اس واسطے کہ ایسی بعض شئیں اُسے مفت اور بغیر کسی تردد اور فکر کے ملتی ہیں۔ اور یا یہ کہ وہ درحقیقت اُنکی قیمت اور قدر و منزلت نہیں جانتا۔ بہت سی ایسی شئیں ہیں کہ جن سے ہم بغیر کسی محنت اور سعی کے فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ لیکن اُن کی سودمندی اور قیمت سے محض ناآشنا ہیں۔

عام لوگ بالخصوص یہ نہیں جانتے اور نہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ سوسائٹی کے قواعد اور تمدنی ضوابط کس اصول پر وضع ہوئے اور عمل میں آئے ہیں۔ لیکن ہر ایک شخص روزمرہ اُن سے فائدہ اُٹھاتا اور اُن کا اقتدا کرتا ہے۔ سب لوگ اخلاقی اصولوں اور اخلاقی تعلیمات سے بالخصوص واقف نہیں ہوتے۔ لیکن سب لوگوں کی طبائع میں کچھ نہ کچھ اخلاقی رنگ پایا جاتا ہے۔ یہ کس بات اور کس جذبہ کا اثر ہے۔ خود نیچر اور سوسائٹی اور مروجہ قواعد تمدن کا جو کچھ ایک سوسائٹی میں پایا جاتا اور جو کچھ کسی قوم کے ذخیرہ

تمدن میں موجود ہے۔ وہ سب کسی نہ کسی ضابطہ اور قانون کے ماتحت ہوتا ہے۔ لوگ اُن سے حسب ضرورت کچھ نہ کچھ اخذ کرتے ہیں۔ رفتہ رفتہ اُن کی طبیعتوں میں ایسے امور اس خوبی سے بیٹھ جاتے ہیں کہ وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ ان کا ماخذ کیا ہے۔ اور اُن کی خوبیا عادت کس طرح پڑی ہے۔

سادہ مزاجی، بیہودہ رسموں کی ہمدردی، بیسا فرنوازی کی عادت ایسے لوگوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ جو تہذیبی دائروں سے بالکل الگ اور دور ہیں۔ اور اخلاقی قوانین سے واقفیت کیا اُن کا نام بھی نہیں جانتے۔ ساری عمر اُن کی وحشت میں گذرتی اور وحشت میں بسر ہوتی ہے۔ پس حالت ایسے لوگوں میں ان اوصاف حمیدہ کا پایا جانا ایک زندہ نظیر اس امر کی ہے کہ چند اندرونی اور بیرونی جذبات اُن کی طبیعتوں پر حاوی اور مؤثر ہیں۔ اسی بنا پر بعض فلاسفروں کا خیال ہے کہ اخلاق کی بنیاد یا اساس وہ رحم ہے جو انسان کی طبیعت میں قدرتاً پایا جاتا ہے۔

منطق ایک مشکل شاخ علم سمجھی گئی ہے۔ اس کی اصطلاحوں اُس کی ٹیڑھی سے ٹیڑھی لکھوں میں سے بھی کم ہی واقف ہیں۔ جملا راجہ رسد لیکن اگر غور سے دیکھو اور چشم امعان تماشہ کرو تو بچہ سے لیکر بوڑھے تک شب و روز منطق ہی بول رہا ہے۔ اور اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں مگر یہ یا صرف دعوٰی بھی ایک خاص شعبہ علم ہے مگر یہ کوئی کر سکتا ہے کہ جہلا میں اس کا استعمال نہیں۔ گو حساب میں عام الناس کامل نہ ہوں مگر وہ اپنا کام حساب سے ہی چلاتے ہیں۔ عام لوگ قانون دان اور جج نہیں ہوتے مگر انصاف کے طریقوں اور انصاف کرنے کی راہوں سے کسی نہ کسی قدر واقفیت ضرور رکھتے ہیں۔ جو قومیں عدالتوں میں اپنے مقدمات نہیں لے جاتیں وہ بھی امور

تنازعہ کا فیصلہ اچھی طرح سے کر لیتی ہیں۔ بلکہ بعض اوقات اُن کے فیصلے بمقابلہ باضابطہ عدالتوں کے زیادہ تر ٹھیک ہوتے ہیں۔ ان تمام حالات اور کیفیات کے مدنظر رکھنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ

"قدرتاً انسانی طبائع میں زندگی کی اشد ضروریات کا سوا ور کھا گیا ہے۔

"تمام لوگ کسی نہ کسی رنگ میں تعلیم یافتہ ہیں۔

"گو باقاعدہ تعلیم یافتہ نہ کہے جا سکتے ہوں۔

"سوسائٹی اور ترقن کے قواعد اور رسم و رواج ایک وسعت سے لوگوں کے طبائع پر موثر ہیں

"جو لوگ باضابطہ تعلیم پاتے ہیں اُن میں صرف یہ زیادتی ہوتی ہے کہ وہ مقررہ اصطلاحوں اور طرزوں سے باضابطہ واقفیت رکھتے ہیں۔

بے شک باضابطہ تعلیم کے مقابلہ میں ایسی عام حالتیں نامکمل اور بے ترتیب ہوتی ہیں لیکن اس حالت سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ان دونوں صورتوں میں کمی و بیشی کے اعتبار سے فرق ہے نہ یہ کہ پہلی جماعت جہل کی کثرت سے بالکل ہی نابلد ہوتی ہے۔ بے شک ایک منطقی اپنے منطق کے زور پر موجبہ سالبہ اور موجبہ شرطیہ جزی اور کلی سے اپنا مطلب نکالتا ہے لیکن ایک جاہل سے جاہل بھی دوسرے الفاظ میں انہیں موجبات سے کاروبار چلاتا ہے۔ ایک فلسفی دور تک قیاسات جماتے چلا جاتا ہے۔ اور یہ اُس کے لئے بے شک ایک فخر کی بات ہے لیکن ایک جاہل بھی اپنی دانست میں اس فلسفہ سے کام لیتا ہے۔ ایک فلسفی ذرا وسعت سے قیاس کرنے کا عادی ہوتا ہے۔ اور سہولت سے قضایا پیش آمدہ پر حکم لگا سکتا ہے۔ خلاف اُس کے ایک جاہل ذرا تردد اور دیر یا غیر جامعیت سے قیاس کرتا اور اُس سے ایک غیر مکمل نتیجہ نکالتا ہے۔ اپنے حالات کے مطابق کام وہ بھی چلا لیتا ہے۔ صرف فرق

یہ ہوتا ہے۔ کہ ایک فلسفی اور دں کے واسطے بھی علمی نتیجوں سے چند اصول قائم کرتا ہے۔ اور ایک ترتیب علمی سے کام لیتا ہے۔ خلاف اُس کے ایک جاہل صرف اپنے ہی لئے راہ نکالتا اور اپنا ہی اطمینان کرتا ہے۔

راگی کوئی کوئی ہی ہوتا ہے مگر ہر شخص اپنی خوشی کے واسطے کچھ نہ کچھ ٹوں ٹاں کر ہی لیتا ہے سڑک پر جاتے دیکھو گلیوں میں سنو بہت سے آدمی گاتے ہوئے ملیں گے مگر اُن میں سے کوئی دو چار ہی راگی ہوں گے۔ باقی سب کے سب یوں ہی الاپتے جائیں گے۔ سب لوگ شاعر نہیں ہوتے مگر جاہل سے جاہل بھی کچھ نہ کچھ کہہ ضرور لیتا ہے۔

یہ تمام صورتیں ظاہر کرتی ہیں کہ عموماً سب لوگوں کے اندر اس قسم کا مادہ قدرتاً موجود ہے۔ جب وہ مادہ خاص طور پر تربیت دیا جاتا ہے تو ایک خصوصیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ورنہ سب انسان اس مادہ میں طبعاً شریک ہیں۔

یہ جدا بات ہے کہ اُن کے حصوں میں نسبتاً فرق اور کمی و بیشی ہو۔ اگر یہ نہ مانا جائے تو یہ استحالاً لازم آئے گا کہ کیوں باضابطہ تعلیم سے سب کے سب علی قدر مراتب تعلیم پا جاتے ہیں۔ اور کیوں اُن کے خیالات میں ایک روشنی پیدا ہو جاتی ہے۔

انسانی طبائع میں قدرتی طور پر تعلیم کا مادہ رکھا گیا ہے۔ اور انسان نیچرل نیم تعلیم یافتہ ہے اگر وہ باضابطہ تعلیم نہ ہی پائے تب بھی وہ قدرتی تعلیم سے کام لے سکتا ہے۔ کچھ انسان پر ہی موقوف نہیں۔ حیوانات بھی اپنی حیثیت کے مطابق قدرتی تعلیم سے فیض یاب ہیں۔ بلکہ بعض کے خیال میں نباتات اور جمادات میں بھی جو کشش اور نشو و نما کی طاقت رکھی گئی ہے۔ وہ بھی بجائے خود ایک قدرتی تعلیم ہے۔

بدو دنیا کی اگرچہ کوئی مکمل اور جامع تاریخ نہیں پائی جاتی مگر ہم موجودہ واقعات سے یہ

قیاس کرنے کے جائز ہیں کہ

بمقابلہ موجودہ حالات کے بہ جہت بعض اعتبارات دنیا کا شروع اسقدر جامع اور شستہ نہیں تھا۔ جو صورتیں اب ہیں وہ شروع شروع میں نہ تھیں۔ جن ترقیات کے ہم اس وقت مالک ہیں یہ ہمارے اسلاف کے حصہ میں نہیں آئی تھیں۔ لیکن باوجود اس کے بھی موجودہ ترقیات کا سامان اور مواد اُس وقت بھی موجود تھا۔ گو اُس زمانہ کے لوگ اور اُس وقت کے آدمی اُن سے کام لینے کے طریقے نہیں جانتے تھے۔ لیکن ایسے مواد اور ایسے سامان کی موجودگی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اس وقت جس قدر علوم اور فنون پائے جاتے ہیں۔ اور جن پر انسانی جماعتیں نازو فخر کر رہی ہیں۔ ان سب کی ابتدا شروع شروع میں بھی پائی جاتی تھی۔ کوئی سے علم لے لو اُس کی ابتدا ضرور ہو گی۔ صرف فرق یہ ہو گا کہ بعض علوم اور بعض فنون دن بدن ضروریات کی وجہ سے منجھتے گئے۔ اور بعض کسی قدر ترقی کر کے وہیں کے وہیں رہ گئے۔ وقت آنے پر اُن میں بھی ترقی ہو کر رہے گی۔

منتر۔ جنتر۔ جادو۔ اور سحر سے لوگ اب انکار کرتے ہیں۔ لیکن اگر اصول مسمریزم کی حقیقت پر اعتبار کیا جائے تو اس قدر مان لینا چنداں مشکل نہ ہو گا کہ کسی زمانہ میں شاید اس کا بھی کوئی وجود ہو۔ اور اب بوجوہ خاص اُس کی کساد بازاری ہو گئی ہو۔ اسی طرح کیمیا کا فن ممکن ہے کہ کوئی جانتا ہو اور شاید کسی وقت اور ناممکنات کی طرح یہ بھی ممکن ہو جائے۔ چونکہ ان کا جاننے والا اب کوئی نہیں رہا یا علمی رنگ میں ان پر باضابطہ بحث نہیں ہوتی۔ اس واسطے ان کی نفی کی جاتی ہے۔

جیوں جیوں زمانہ ترقی کرتا جاتا ہے۔ ووں ووں پورانے مواد میں بھی ترقی کے سامان

پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ اور ابتدائی خلقتیں تجدید کے قالب میں آکر کل جدید بلذیذ کا لطف دیتی ہیں۔ ہم اس رسالہ میں جس مبحث پر علمی رنگ میں بحث کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ضرب المثل بالکیاڑ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

نمبر ۲

جس طرح برسات کے موسم میں حشرات الارض اور کیڑے مکوڑے نکل کر یہ ثبوت پیش کرتے ہیں کہ زمین کی تہ میں اس اس قسم کے خمیر اور مواد رکھے گئے ہیں اور اُن سے ہزاروں قسم کی مخلوقات وقتاً فوقتاً معرض ہستی میں آتی رہتی ہے۔ اور اُن کا احصار مشکل ہے۔

اسی طرح جب علمی دنیا میں تحقیقات اور تجربوں کے خمیر اُٹھتے ہیں تو صدہا قسم کی نئی باتیں معرض بحث میں آکر علمی ذخائر کی ترقی کا باعث ہوتی ہیں۔

گو قدیم اہل مشرقی دنیا کی علمی تحقیقاتیں باعتبار اپنی جدت اور خوبی کے شہرت پذیر تھیں اور دوسری قومیں کسی نہ کسی رنگ میں اُنکی خوشہ چینی لازمی سمجھتی تھیں۔ لیکن موجودہ زمانہ میں جو ترقی یورپ نے علمی دنیا میں کی ہے۔ اُس سے کسی حال میں انکار نہیں کیا جا سکتا۔

بے شک ہندوستان اپنے فضائل سابقہ کی وجہ سے شہرت پذیر رہا ہے۔ اور یہاں کا ہندسہ اور فلسفہ اب تک ترقی یافتہ ملکوں میں تسلیم کیا جاتا ہے۔ اور اُس میں شک نہیں اہل ہند ایک خاص ملکہ رکھتے تھے۔ مگر اس سے انکار کرنا بھی کفران نعمت ہی کہ موجودہ زمانہ میں گورنمنٹ انگلشیہ کی بدولت برساتی مچھروں کی طرح ہندوستان کے

رگ وریشہ میں جو علمی خون دورہ کرنے لگا ہے۔ یہ صرف اُسی کی عنایات کا ثمرہ ہے گورنمنٹ نے صیغہ تعلیم کی بنیاد ڈال کر اُن خیالات تک ہندوستانی پود کو پہنچا دیا یا پہنچا دینے کی کوشش کی ہے جو علمی ترقیات کا دعا نہ یا باب ہیں۔

آمدورفت کی وسعت، اور ترقی معلومات اور تبادلہ خیالات کے روز افزوں وسائل کی بدولت ہندوستان کی علمی دنیا گو پورے نشو ونما پر نہ ہو لیکن علمی نشو ونما کی خوش کن روح افزا کیفیات کا تماشا ضرور کر رہی ہے۔

شمس العلماء خان بہادر مولوی ذکاء اللہ صاحب مرحوم نے فلسفہ طبعیات پر چند مسلسل کتابیں لکھ کر ملک و قوم پر ایک خاص احسان کیا ہے اور یہ داغ بیل ڈال دیا ہے کہ اور لوگ بھی ایسی بنیادیں رکھ سکتے ہیں۔

۹۸ء میں مولانا روح نے فلسفہ اشکال پر ایک بے مثال کتاب لکھ کر ملک و قوم کو دکھایا ہے کہ اس معدن میں بھی کیا کچھ جواہرات بھرے پڑے ہیں۔

گو اس کتاب کا نہیج مصوب الاشکال۔ نجم الاشکال وغیرہ کے بعد ہے لیکن بمصداق

آخر آمد بود فخر اولین

یہ کچھ اور ہی ہے۔

مولانا موصوف نے اس کتاب عجوبہ روزگار کے صفحہ (۲) پر یہ تحریک کی ہے کہ اس محنت میں اور بھی کچھ اضافہ ہونا چاہیئے۔ چونکہ میری ملازمت کا بہت سا حصہ بندوبست میں ہی گذرا ہے۔ مجھے غریب الاشکال کے جمع کرنے کا اکثر موقعہ ملتا رہا۔

بندوبست ضلع ملتان ۱۹۰۱ء میں مجھے بہ ماتحتی جناب آقائے نعمت آنریبل مسٹر ای۔ ڈی میکلیگن صاحب بہادر مہتمم بندوبست (حال ریونیو سکرٹری)

گورنمنٹ انڈیا) خاص ضلع ملتان میں امثال کے جمع کرنے کا موقعہ ملا۔ میں نے مناسب سمجھا کہ بہ یادگار مسٹر ممدوح اور بہ پابندی تحریک مولانا موصوف یہ مجموعہ امثال ضائع نہ جانے دوں۔ بہ تبعیت ان دونوں خیالات یا ان دونوں تحریکات کے میں نے بھی امثال پر کچھ خامہ فرسائی کرنا مناسب سمجھا۔

میں نہیں سمجھ سکتا کہ

میری یہ چند روزہ محنت علمی دنیا کے واسطے کیا کچھ اضافہ کرے گی۔ لیکن میرا فرض تھا کہ میں یہ مجموعہ رائگاں نہ جانے دیتا۔ میں نے اکثر امثال ملتانی کی اپنی اپنی جگہ پر لانے کی کوشش کی ہے۔ اور اُن کے ساتھ دیگر اضلاع کی مثالیں بھی شامل کر دی گئی ہیں۔

گو ملتانی زبان اور پنجابی میں گونہ فرق ہے۔ لیکن امثال کا رنگ دونوں میں باوجود تغیر یا باوجود تغیر الفاظ ایک ہی ہے۔ پنجابی اور اُردو امثلہ کے مقابلہ سے جو کہیں کہیں کیا گیا ہے یہ بھی واضح ہوگا کہ

دراصل اُردو کوئی غیر زبان نہیں ہے۔ تھوڑے ادھیر پھیر سے پنجابی اُردو ہو جاتی ہے۔ اور اُردو پنجابی اس لحاظ سے یہ کہنا چاہیئے کہ پنجاب کی زبان بھی دراصل ایک نامکمل قابل اصلاح اُردو ہی ہے۔ صرف لہجہ اور چند الفاظ یا تلفظ الفاظ میں فرق ہے۔ ممکن ہے کہ تعلیم کی کثرت سے کبھی نہ کبھی پنجاب کی خالص زبان اُردو ہی ہو جائے۔

اتحاد زبان کا چونکہ اقوام پر ایک عجیب اثر پڑتا ہے۔ اس لئے ملک و قوم کا یہ فرض ہے کہ دونوں زبانوں کے قریب لانے میں خاص کوشش کریں۔ اور یہ کوشش سوائے اس کے سرسبز نہیں ہو سکتی کہ

"تعلیم میں ترقی ہو۔

"قوموں کا آپس میں ایک وسعت کے ساتھ میل وجول ہو۔

اب میں چند ضرب المثلیں لکھ کر دکھاتا ہوں کہ پنجابی زبان۔ اُردو زبان سے کیسی نسبت رکھتی ہے۔

(۱) اندھا کُتّا وا کو بھونکے سائیں دے لیکھے تازی ہے۔

ترجمہ۔ اندھا کُتا ہوا کو بھونکے مالک کے خیال میں تازی ہے۔

(۲) اندھی بلی چوہیاں دی محتاج۔

ترجمہ۔ اندھی بلی چوہوں کی محتاج۔

(۳) اُچّا دُکان پھیکا پکوان۔

ترجمہ۔ اونچا دُکان پھیکا پکوان۔

(۴) انّھی ککڑی تے خشخش دا چوگا۔

ترجمہ۔ اندھی ککڑی خشخاش کی چوگ۔

(۵) اک مونجھ بگڑ دوجا دیوی دا درشن۔

ترجمہ۔ ایک مونجھ بگڑ۔ دوسرے دیوی کا درشن۔

(۶) انہاں تلاں وچہ تیل کوئی نہیں۔

ترجمہ۔ ان تلوں میں تیل نہیں۔

(۷) اُلٹا چور کوتوال کوں مارے۔

ترجمہ۔ اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔

(۸) پنڈنوں اگ لگی تے کتا روڑی تے۔

ترجمہ۔ گانوں کو آگ لگی اور کُتا روڑی پر۔

(۹) جنہاں کھادا پن کے اوہ کی جانن دے۔

ترجمہ۔ جن لوگوں نے مانگ کر کھایا ہو وہ ہاتھ سے دینا کیا جانیں۔

(۱۰) روٹیاں پکاوے دو انگیٹھیاں بھنے ترے۔

ترجمہ۔ روٹیاں دو پکاوے اور انگیٹھیاں تین توڑے۔

(۱۱) کھادے پیوے ست بلائیں اُٹھ نہ سکے چوکے تائیں۔

ترجمہ۔ ہفت اقسام کھانا کھائے اور چوکے تک جا نہ سکے۔

(۱۲) ذات کانواں بھی پیاری۔

ترجمہ۔ ذات کنوؤں کو بھی پیاری ہے۔

(۱۳) طمع گناہاں دی نانی ہے۔

ترجمہ۔ طمع گناہوں کی نانی ہے۔

ان امثلہ سے ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ پنجابی کے اکثر الفاظ دراصل اُردو کے لفظ ہیں صرف تلفظ کا فرق ہے۔ یا یہ کہ اُردو الفاظ میں ذرا نرمی اور ملائمت ہے اور پنجابی کرخت ہیں۔ ہم زیادہ وضاحت کے واسطے ایک مختصر سا رقعہ پنجابی میں لکھ کر دکھاتے ہیں۔ اُس سے اور بھی وضاحت ہو جائیگی۔

میرے مہربان

تساڈا یا (تہواڈا) خط پہنچا ساڈں (یا مینوں) اور ملتانی میں (میکو) بڑی خوشی ہوئی جو کم تساں لکھیا ہے میں اُسدے وچہ پوری پوری کوشش کراں گا۔ اگے رہے اختیار۔ تساں پردں آکھیا سی اسیں چھلیاں دی بہارے امرتسر آواں گے ہن چھلیاں تُرپئیاں ہن دہیل لگے فرور اک دو دناں واسطے آکے مل جاؤ۔

ساڈا مقدمہ فیصلہ ہوگیا ہے۔ ڈگری سانوں ملی ہے۔ ہُن دوسرا فریق اپیل کرن نوں تیار ہی دیکھئے رب کی کردا ہے۔ بھلی کریگا۔

سب دوستاں اتے اپنیاں نوں سلام۔

اس کا ترجمہ حسب ذیل ہوگا۔

میرے مہربان۔

آپ کا خط پہنچا ہمیں بڑی خوشی ہوئی۔ جو کام آپ نے لکھا ہے میں اُس کی بابت پوری پوری کوشش کروں گا۔ آگے رب کے اختیار آپ نے پرسال کہا تھا کہ بہٹوں کی موسم میں ہم امرتسر آئیں گے۔ اب بھٹے ہو پڑے ہیں۔ فرصت ہو تو دو دن کے واسطے آکر ضرور مل جاؤ۔

ہمارا مقدمہ فیصلہ ہوگیا ہے۔ ڈگری ہمیں ملی ہے۔ اب دوسرا فریق اپیل کرنے والا ہے دیکھیں رب کیا کرتا ہے اچھا ہی کریگا۔

سب دوستوں اور اپنوں کو سلام۔

اب دیکھئے چند ہی لفظوں کا یہ پھیر ہے۔ چونکہ اُردو رفتہ رفتہ منجھتی جاتی ہے۔ اور اس میں تالیف و تصنیف کا سلسلہ جاری ہے۔ اس واسطے وہ دن بدن شستہ ہوتی جاتی ہے جب اُردو کی مدد اور سرایت یا حلول سے پنجابی بھی شستہ ہو جائے گی تو وہ بھی اُردو ہی ہو جائے گی۔ نہیں کہا جا سکتا کہ

اُردو دوسری زبانوں کی اصلاح یافتہ زبان ہے۔ یا دوسری زبانیں جو اُردو کی لگ بھگ ہیں اُردو کا بگاڑ ہیں۔ میری رائے میں اُردو ہی دوسری ہندی زبانوں کی اصلاح یافتہ صورت ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ شروع شروع میں جو تصنیفات اور تالیفات یا شاعری

اُردو زبان کی ہے وہ ہندوستان کی دیگر ناترقی یافتہ زبانوں سے کچھ نہ کچھ ملتی ہے
ایک پورانا دیوان جس پر دیوان ولی تخلص ولی لکھا ہوا ہے۔ اس پر شاہد ہے۔ مثلاً

کیا یک بات سے واقف مجھ راز نہانی کا
لکھوں غنچہ اوپر صرف اُس دہن کی نکتہ دانی کا

ترے مکھ کی صفا اے حیرت افزا کیوں سکے لکھ کر
قلم ہے جوہر آئینۂ ناصاف مانی کا

ولی جس نے نہ باندھا اپنے دل کو تو نہالا سوں
نہ پایا پھل جہاں میں اُن نے ہرگز زندگانی کا

ولہٗ

ہوئی ہے آرسی جوگن ترے مکھ کے تصوّر میں
بھبوتی مکھ لگا دم مارتی ہے خاکساری کا

ولی انکھیاں کے گرد اوات پر پلکے سیاہی سوں
لکھا تیری صفت کوں نے قلم منشی نگاری کا

ولہٗ

توں سر سوں قدم تلک جھلک میں
گویا ہے قصیدہ انوری کا

پھبکے لگے اُسکوں شان دولت
چاکھا جو مزا قلندری کا

ولہٗ

تری زلفاں کا ہر تار رسیا ہے کال عاشق کا
ہوا ہے اُس کے جلوہ سوں پریشاں حال عاشق کا

نہیں درکار تا بولے بیاں اپنی زباں سیتی
عیاں ہے اشک کے طومار سوں احوال عاشق کا

کدی دام محبت سوں خلاصی اُسکے ممکن نیں
تری انکھیاں کی دوری سوں بندھا ہے حال عاشق کا

ولہٗ

ہر طرف ہی جگ میں روشن نانو شمس الدین کا
چین میں ہے جس کے شورا بروے پُر چین کا

دیکھ تجھ پلکاں کو بولا عاشق جان بازیوں
مرغ دل کے صید کو چنگل ہے یہ شاہین کا

ولہٗ

نہ جاؤں خط تیرا کس بے خطا پر
چلا ہے آج فوج شام لیکر
ولی تیرے لباں سوں اے تنگ طبع
چلا ہے لذت دشنام لیکر

ولہٗ

دلربائی میں ہے توں شہرہ شہر
دل ہوائی نکر خدا سوں ڈر
عاشقاں سوں الگ الگ ہو دلبر
آجدائی نکر خدا سوں ڈر

ولہٗ

جب سیں تیرے خیال نے دل میں گذر کیا
بے تاب جلوہ میری عجب وجد حال ہے
ہے راستی سوں قد کوں ترے رتبہ بلند
جنت میں اس کے عشق سوں طوبیٰ نہال ہے

ولہٗ

دل کوں تجھ باج بے قراری ہے
چشم کا کام اشک باری ہے
اے غزالاں مجھی نہیں برداشت
تنگ دل کا فراق بہاری ہے

ولہٗ

آبرو کی کس سی راکھوں جگ میں چشم طمع
ہر گھڑی کرتے ہیں رسوا دیدۂ پرخوں مجھ

ولہٗ

انکھیاں ہر صبح تجھ رخسار کا
ہے مطالع مطلع الانوار کا

ولہٗ

عاجزاں کے اوپر ستم مت کر
اس قدر سختی اے صنم مت کر

ولہٗ

جب تک ہیں آسمان و زمیں جگ میں برقرار
چوں پھول اس چمن میں جگی سناکرو

یک بات ہے کہ میری سجن کان دھر سنو میری انکھیاں کے باغ میں دائم رہا کرو

جن جن الفاظ پر نشان نو کا دیا گیا ہے وہ الفاظ اب اُردو میں تو بالکل اس شکل وہیئت اور تلفظ سے مستعمل نہیں ہیں۔ البتہ پنجابی میں اُن کا استعمال مختلف طریق پر ہو رہا ہے اور رفتہ رفتہ اُن کی اصلاح ہوتی جاتی ہے۔ مثلاً سوں اور لگ کا لفظ شاذ و نادر ہی اب بولا جاتا ہے۔ ان اشعار ولی سے یہ پتہ لگ جائے گا کہ موجودہ اُردو دراصل ہندی کی ایک لطیف اصلاحی صورت ہے۔ جس میں ہندی الفاظ کے ساتھ فارسی اور عربی الفاظ کی مناسب مناسب آمیزش کی گئی ہے۔ موجودہ روش اُردو کے سامنے پورانی اُردو بالکل گری ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اور اُس کا بہت سا حصہ پنجابی سے ملتا ہے۔ اس سے یہ عقدہ بھی کھلا کہ اگر اُردو کی موجودہ حالات کے مطابق اصلاح نہ ہوتی تو موجودہ اُردو پورانی اُردو سے کچھ بہت ترقی نہ کر سکتی۔ جو لطافت اور جو وسعت اور خوب صورتی اب اُس میں پائی جاتی ہے وہ نہ ہوتی یا تو وہ خالص ہندی رہ کر لطف دیتی۔ اور یا موجودہ حالت میں آکر خوب صورت خوش آئند معلوم ہوتی۔ اس مقابلہ سے یہ بات کھل جاتی ہے کہ جس طرز پر اور جس وسعت سے اُردو میں اب اصلاحیں ہو رہی ہیں۔ اور وہ ترقی کر رہی ہے وہ ہی اُس کی قسمت میں قدرت نے بھی ودیعت کر رکھی تھی

اب ہم دوسرا پہلو لیتے ہیں۔

اردو کی چند ضرب المثلیں نمونۃً دکھاتے ہیں کہ اُن میں پنجابی کے مقابلہ میں کسقدر فرق ہے۔

(۱) آسمان کا تھوکا اپنے ہی مُنہ پر آتا ہے۔

پنجابی میں ترجمہ۔ آسمان اوپر تھکیا اپنے مونہہ اوپر ہی آوندا ہے۔

(۲) آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا۔

ترجمہ۔ آسمان تھیں ڈگیا۔ کھجور وچہ اٹکیا۔

(۳) آسمان پھاڑے۔ تھگلی لگائے۔

ترجمہ۔ آسمان پاڑے ٹاکی لگائے۔ نوٹ (تھگلی بھی پنجابی میں آتا ہے)

(۴) آس بیگانی جو تکے وہ جیوت ہی مرجا۔

ترجمہ۔ آس بیگانی جو تکے وہ جیوندا ہی مرجائے۔

(۵) آٹا نہیں تو دلیا جب بھی ہو جائے گا۔

ترجمہ۔ آٹا نہیں تے دلیا تد بھی ہو جائے گا۔

(۶) آپ سے گیا جگ سے گیا۔

ترجمہ۔ آپ تھوں گیا جگ تھوں گیا۔

(۷) دام کرے کام باندی کرے سلام۔

ترجمہ۔ دم کرے کم۔ باندی کرے سلام۔

(۸) بنیئے کا بیٹا کچھ دیکھ کر ہی گرتا ہے۔

ترجمہ۔ بنیئے دا بیٹا کجھ ویکھ کے ہی ڈگدا ہے۔

(۹) یا میرے مولا پکائی تھی کھیر ہو گیا دلیا۔

ترجمہ۔ یا میرے مولا پکائی سی کھیر ہو گیا دلیا۔

(۱۰) دیس چوری پردیس بھکیہ۔

ترجمہ۔ دیس چوری پردیس بھکیا۔

(۱۱) گور گوڑ ہی رہا چیلہ شکر ہو گیا

ترجمہ گور گوڑ ہی رہیا چیلہ شکر ہوگیا۔

(۱۲) درزی کی سوئی کبھی ٹاٹ میں کبھی تاش میں۔

ترجمہ۔ درزی دی سوئی کدی ٹپڑ وچہ کدی تاش وچہ۔

(۱۳) بات مُنہ سے نکلی اور پرائی ہوئی۔

ترجمہ۔ بات مُنہ تھوں نکلی۔ پرائی ہوئی۔

ان اُردو امثلہ سے عیاں ہے کہ اکثر حرف لفظی ایر پھیر ہے اگر ایک اُردو مضمون کا ترجمہ پنجابی مروجہ میں کریں تو اُردو کے الفاظ ذرا توڑنے مروڑنے پڑیں گے۔ بس۔

البتہ عربی۔ فارسی۔ انگریزی الفاظ جو مدتوں سے اُردو میں استعمال ہو رہے ہیں وہ پنجابی میں انوکھے معلوم دیں گے۔ مگر یہ یاد رہے کہ پڑھے لکھے لوگ جو اس وقت پنجابی بولتے ہیں۔ اُسمیں اُردو کی طرح عربی۔ فارسی۔ ہندی۔ انگریزی کے الفاظ لائے جاتے ہیں۔ اور روزمرہ میں ان کا استعمال ہے۔

ملتانی اور سرحدی بول چال میں الفاظ فارسی اور عربی بکثرت ہیں۔ بچے اور عورتیں بھی بولتے ہیں۔ گو ان کا تلفظ ٹھیک نہ رہا ہو۔ مگر استعمال میں فرور آتے ہیں۔

میرے خیال میں پنجابی زبان اس پر فخر کر سکتی ہے کہ اُس کا رشتہ اور الحاق بہ نسبت اور متفرق ہندی بولیوں کے اُردو سے زیادہ ہے۔

پشتو۔ پہاڑی۔ گجراتی۔ کشمیری۔ مدراسی۔ مرہٹی۔ سندھی اور ہندی وغیرہ زبانوں کی نسبت پنجابی زبان کا رشتہ اُردو سے زیادہ قریبی ہے۔ ایک ہندوستانی دہلی نژاد لکھنوی۔ بریلوی۔ رام پوری۔ وغیرہ وغیرہ بمقابلہ ملک کی دوسری زبانوں کے پنجابی سہولت سے سمجھ سکتا ہے۔ دوسری زبانیں سمجھو دو ماہ میں اور پنجابی دو یوم میں

صرف ایک ہی گنجلک ہے۔ وہ نکلی تو رشتہ صاف۔

گو اکثر ہندوستانی پنجابی بولنے کی مشق نہیں کرتے لیکن بہت لوگ سمجھ آسانی سکتے ہیں۔ پنجاب میں رہنے والے ہندوستانیوں کے نوکر چاکر اکثر پنجابی ہی ہوتے ہیں۔ اُن سے ان کی روزمرہ بول چال پنجابی میں ہی ہوتی ہے۔

اور یہ ایک خاص بات ہے کہ جو ہندوستانی مرد یا عورتیں پنجابی زبان میں گفتگو کرتی ہیں وہ بہت میٹھی زبان ہوتی ہے۔ جیسے دوسرے الفاظ میں یوں کہنا چاہئے کہ

"دو نکلی یا دو میلی زبان ہمیشہ میٹھی ہو جاتی ہے۔

لیکن یہ صرف اُردو اور پنجابی میں ہی دیکھا اور سُنا جاتا ہے۔ دوسری ملکی زبانوں کا یہ حال نہیں۔ مثلاً اگر کوئی دہلوی۔ مدراسی یا کشمیری زبان اُردو الفاظ سے مخلوط کرکے بولے گا تو دونوں زبانوں کا لطف اُڑ جائے گا۔ خلاف اس کے جب ایک ہندوستانی اُردو الفاظ پنجابی الفاظ کے ساتھ ملا کر یا خالص پنجابی اپنے لہجہ میں بولے گا۔ تو اُس میں ایک لطف آئے گا۔

بعض پنجابی جملوں میں جو کرختگی پائی جاتی ہے۔ اور جو خشونت الفاظ میں ہوتی ہے۔ وہ جب ایک ہندوستانی کے مُنہ سے نکلتے ہیں تو اُن کی وہ کیفیت باقی نہیں رہتی۔

چونکہ یہ سمان یا یہ کیفیت زیادہ تر بولنے اور طلاقت سے ہی وابستہ ہے۔ اس واسطے میں یہاں اُس کا خاکہ اُتار نہیں سکتا۔ لیکن ناظرین کسی موقعہ پر اس کا خود امتحان کر سکتے ہیں۔

جب پنجابی زبان اُردو زبان سے اس قدر قریب ہے تو پنجابیوں کا یہ حق تھا اور ہے کہ اُردو کی ترقی اور ہوا خواہی میں ہمیشہ مصروف رہیں۔ کیونکہ دراصل ہم اُردو کی ترقی میں کوشش نہیں کر رہے۔ بلکہ خود اپنی پنجابی زبان کی ترقی اور خوش آیند نشو و نما میں ساعی ہیں۔

جب ایک شخص۔
انہاں - کدی - ڈگیا - بولتا ہے تو کیا عیب ہے کہ وہ ان کا صحیح تلفظ کسی وقت اندھا
کبھی - گرا - بھی کر سکے - یہ ایک مزے کی بات ہے کہ
اُردو کے دوہے - ٹھمریاں - چھند - کبت ساکھیاں وغیرہ وغیرہ اکثر پنجابی کے تلفظ
سے بہت کچھ ملتی ہیں - البتہ الحاق بھی ثابت کر رہا ہے - کہ
پنجابی بہت کچھ اُردو سے ملحق ہے - اور اس کا منجنا آسان ہے - اور وہ کسی روز خالص
اُردو کا جامہ پہن کر رہے گی -
ہم خوش ہیں کہ مقابلہ ہندوستان کے اور صوبوں کے باوجودیکہ پنجابیوں کے گھروں میں
رات دن اُٹھتے بیٹھتے - کھاتے - پیتے - ٹیٹھ پنجابی ہی بولی جاتی ہے - پھر بھی اُردو پنجاب
میں اُردو کے وطن مالوفہ - دہلی - لکھنؤ - اور نواح دہلی و لکھنؤ کے مقابلے میں دوسرے
درجہ پر نشو و نما پا رہی ہے - اور دن بدن پنجابی میں اُس کے الفاظ منتقل ہوتے جاتے ہیں
اور بعض پنجابی الفاظ جو ٹھیٹھ پنجابی ہیں اُردو میں پائے جاتے ہیں - مثلاً
بانہہ - کہنی - بازو - دلدر - ڈنڈ - داغ بیل - مڑنا - مڑکر - اچنبھا - وغیرہ وغیرہ
بعض لوگ انہیں یا ایسے ہی دیگر الفاظ کو ٹھیٹھ پنجابی سمجھتے تھے - مگر اب وسعت عبور سے
ان کا اُردو ہونا قبول کیا جاتا ہے -
جو فرق اُردو اور بھاشا میں ہے - وہ اُردو اور پنجابی میں نہیں - بھاشا میں اکثر الفاظ
ٹھیٹھ ہندی یا سنسکرت کے ہیں - جب تک اُن کا ترجمہ نہ کیا جائے تب تک وہ سمجھ میں نہیں
آتے - خلاف اس کے اُردو کے الفاظ شاذ و نادر ہی کسی پنجابی کی سمجھ سے باہر ہوتے ہیں -
ایک جاہل سے جاہل پنجابی بھی اُردو الفاظ یا گفتگو کا مطلب نکال لیتا ہے - لیکن ایک

پڑھا لکھا بھی سوائے نوٹوں کے بھاشا کے الفاظ سے مطلب نہیں نکال سکتا۔
اگرچہ عالمانہ اُردو تحریریں کچھ دقت ڈالیں لیکن روزمرہ میں سوائے خاص محاورات کے عموماً کوئی دقت نہیں ہوتی۔ پنجاب کے واسطے یہ بھی ایک فخر کی بات ہے کہ اُردو کی جنم بھومی دہلی صوبہ پنجاب میں ہی واقعہ ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ

جوگرافیکل اعتبارات سے

(۱) پشاور ڈیرہ جات میں جب لوگ ہندی میں (جسے وہ ہندکو) کہتے ہیں۔ بات چیت کرتے ہیں تو وہ بولی اُردو نما ہی ہوتی ہے۔

(۲) ضلع میانوالی کے پہاڑی حصہ بھنگی خیل میں ہندی بولی اُردو کے لگ بھگ ہی ہے۔ ہزارہ میں بھی اُردو نما ہندی ہے۔

(۳) پنڈی۔ جہلم۔ گجرات۔ کیمل پور۔ شاہ پور میں فارسی الفاظ آمیز اپر پنجاب سے کسی قدر مغایر پنجابی ہے۔

(۴) گوجراں والہ۔ سیالکوٹ۔ گورداسپور۔ امرتسر۔ لاہور۔ فیروز پور۔ قصور میں ٹھیٹھ پنجابی ہے۔ جس میں بہت کچھ الفاظ اُردو یا اُردو کے قریب قریب ہیں۔

(۵) جالندھر۔ ہوشیار پور۔ کپورتھلہ میں اضلاع نمبر ۴ کے مقابلہ میں کسی قدر اُردو زبان کی نمائش زیادہ پائی جاتی ہے۔ اور لہجہ دنوں سے سننے والا سمجھ سکتا ہے کہ یہاں اپر پنجاب کی پنجابی کسی قدر نرم ہو کر کچھ اور بننا چاہتی ہے۔

(۶) لودیانہ۔ انبالہ۔ پٹیالہ میں گویا نیم اُردو ہے۔

(۷) سرسہ۔ کرنال۔ حصار۔ رہتک۔ گوڑگانوں میں اُردو ہی ہے۔ لیکن ذرا کرخت

اور درشت۔

(۸) کانگڑہ۔ شملہ میں پہاڑی ہے۔ مگر چونکہ ان ضلعوں کے لوگ فوجی ملازمتوں یا دوسری ملازمتوں میں زیادہ ہوتے ہیں۔ اس واسطے اُن میں بھی اُردو کی کھپت ہوتی جاتی ہے۔

(۹) سرگودھا۔ اور لائل پور بوجہ بھانت بھانت کی آبادی کے کسی روز ایسے ہی ہو جائینگے جیسے سرسہ ہے۔

(۱۰) منٹگمری۔ جھنگ۔ ملتان۔ مظفر گڑھ کی بولی میں اپر پنجابی سے بھی فرق ہے۔ اور اُردو سے بھی کسی قدر فاصلہ پر مگر الفاظ فارسی اور عربی وہاں کی زبان میں بر کثرت پائے جاتے ہیں۔ اس واسطے امید لگ رہی ہے کہ وہاں بھی اُردو کسی روز مضبوطی سے دخیل ہو جائے گی۔ کیونکہ ان ضلعوں کی زبانوں میں مادہ قبولیت کا پہلے سے ہی موجود ہے۔

(۱۱) بہاول پور کی حالت عموماً ملتان اور مظفر گڑھ سے ملتی ہے۔ جہاں اس ریاست کا کچھ علاقہ سندھ سے ملتا ہے۔ وہاں البتہ اُردو سے ایک معقول فاصلہ ہے۔

گورنمنٹ انگریزی کی بدولت کوئٹہ بلوچستان میں بھی اُردو بڑھ رہی ہے۔ اور اکثر بولی جاتی ہے۔

پنجاب کے اس مختصر خاکہ سے پتہ لگ سکتا ہے کہ اُردو کی کھپت اور رواج کس وسعت اور کس خوبصورتی سے ان اضلاع میں ہو رہا ہے اور ہو سکتا ہے۔

سرکار انگریزی کی بدولت جو گویا اُردو کی مربی ثانی ہے۔ پنجاب میں عموماً سب سرکاری کاروبار اُردو میں ہی ہوتے ہیں۔ اور لوگوں کی خط و کتابت بھی عموماً اُردو ہی میں ہے ابتدائی مدارس کی تعلیم اُردو نے اُردو کی ترقی میں ایک خاص حصہ لیا ہے۔ مختلف اخبارات

اور مختلف رسائل کا پنجاب سے نکلنا اُردو کے واسطے ایک بڑی قیمتی فتوح اور کامیابی ہے۔ پنجاب کی اکثر تصنیفات اور تالیفات نظم و نثر اُردو میں ہی ہوتی ہیں۔ پنجاب کی عدالتیں چونکہ اُردو زبان رکھتی ہیں اس واسطے اس ذریعہ سے بھی اُردو پنجاب میں دن بدن ترقی کر رہی ہے۔ پچھلے دنوں لاہور سے سول لسٹ بھی اُردو زبان میں نکلی تھی۔ اب نول کشور۔ لکھنؤ کے باہمت مالک اور بہی خواہ اُردو نے ریلوے گائڈ بھی اُردو میں ہی نکالا ہے۔ ان علامات سے قیاس کرنے کے وجوہ ہیں کہ کسی روز صوبہ پنجاب بھی اُردو گاہ ہو جائے گا۔

اور بمقابلہ ہندوستان کے اور صوبوں کے پنجابی ہم اور پنجابی مساعی کا سوائے اُردو کے اصلی اماکن اور قطعات کے نمبر بڑھ جائے گا۔

چشم ما روشن دل ما شاد۔

اُردو کی پنجاب میں اس سب ترقی کا سہرا۔

(۱) سب سے اول گورنمنٹ انگلشیہ کے سر پر ہے۔ جس نے عدالتوں کی زبان اُردو رکھی ہے

(۲) بعد ازاں اخبارات اور رسائل اُس کے مربی اور سرپرست ہیں۔

(۳) پھر ہندو مسلمان مؤلف اور مصنف۔

(۴) مشن والوں نے بھی اُردو کی ترقی میں خواہ مذہبی راہ سے ہی سہی بہت کچھ حصہ لیا ہے اور اُردو ترقی زبان کے اعتبار سے اُن کے شکریہ سے بھی سبک دوش نہیں ہو سکتی۔

نمونہ ہیر وارث شاہ

اخیر پر ہم ہیر وارث شاہ سے چند شعر نقل کرتے اور دکھاتے ہیں کہ یہ کتاب جو ٹھیٹھ پنجابی میں لکھی گئی ہے اور جس میں تقریباً کل نواح پنجاب کے محاورات اور الفاظ لائے گئے ہیں وہ

بھی اُردو کے قریب واقعہ ہوئی ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ اُردو ہے بلکہ یہ کہ اگر اُس کی بھی اُردو بنائی جائے تو ایک آسانی سے بنائی جاسکتی ہے۔ اس مقابلہ سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ پنجاب میں اُردو نہایت آسانی سے اپنی جگہ لے سکتی ہے۔ اور دن بدن خوش اسلوبی سے لے رہی ہے۔ وقت آنے والا ہے کہ پنجابی کی شکل ادل بدل اُردو کے قریب قریب ہو جائے گی یہ زیادہ تر تعلیم کے متعلق ہے۔ جس کی زمانہ امید دلا رہا ہے۔

(مقولہ وارث شاہ از ہیر رانجھا)

جدوں کرم الہدا کرے مدد بیڑا پار ہو جائے نمانیاں دا
لینا قرض نہیں ہوے جا بہئیے کہیا تان ہے اساں نتانیاں دا
حکم ناں جہاز سمندر پہردا اونھے کچھ نہ زور مہانیاں دا
اک جاگدے رہن محروم کموں ایہ کھیل ہے اُسدے بہانیاں دا
اک ستڑے وے جگا صاحب ضامن کھڑا حق دے بہانیاں دا
کھیڑا ہیر سہ ناگھر جا بیٹھا ہویا وارث حسن گھانیاں دا
جیندے ہونٹ نبات تے شکر پارے گلاں وچہ سواد مکہانیاں دا
رانجھا چاک ہویا لکھ دوکھ بھاگے ہیر کیتا سی چاک بے آنیاں دا
وڈھی کھائیکے قاضی نکاح پڑھیا جدوں چلیا حکم ملوانیاں دا
میرے کرم سوڑے آن جاگے کہیت جمیاں بھنیاں دانیاں دا
رانجھا ہو جوگی آیا وا ہوا ہی شوق پیر دا نام دیوانیاں دا
وارث شاہ میاں وڈا ویہ رانجھا سردار ہے سبہ سیانیاں دا

(دیگر)

(کلام بابل ناتھ جوگی بارانجھا)

جوگی آکھدا جی جانتا ہیں رہین ایں خیال تھوں بازمیاں
سرسنجیاں زمیاں جھلیاں نی نہیں وسناں ولیدا راز میاں
اک جیوندی جان مرجاوندا ہیں اتھے کم نہیں لاڈتے ناز میاں
سدا نفی دے راگ نوں گاوناں ہیں کرکے کرنگ قلبوت واسا میاں
ذکر شغل تے فکر دے وچہ رہنا ہو ہو دانت آواز میاں
اتھے اپنے آپ نوں گالناں ہیں نہیں کھیلنے چرخ تے بازمیاں
راہ جوگدا جانناں بہت مشکل رنگ رنگ دے سوز گدازمیاں
بحر فکر دو چہ تلہ توکلی دا وارث حرص دا رو ہڑھ جہان میاں

ان ابیات یا ان بندوں سے ظاہر ہوگا کہ ان میں کس قدر ایسے الفاظ لائے گئے ہیں جو اُردو میں مستعمل ہوتے ہیں۔ اگر ان بندوں کا طرز تلفظ ذرا تبدیل کیا جائے۔ تو گو پوری فصیح تو نہیں لیکن معمولی اُردو تو بن جائے گی۔

پنجابیوں کا روزمرہ اگرچہ اُردو نہیں خاص اپنی طرز کا ہے۔ لیکن کسی قدر اصلاح اور مشق سے وہی طرز اُردو کی صورت میں آسکتا ہے۔ اور دن بدن آتا جاتا ہے۔ چونکہ وہی زبان ایک قوم کی ضروریات کی کفیل ہوسکتی ہے جو علمی ذخائر کی حامل ہو۔ اُردو میں اب یہ صفتیں اور وسعت پیدا ہوتی جاتی ہے۔ اس واسطے پنجابی زبان کا رشتہ اصلاحی اُس سے زیادہ تر موزون ہوسکتا اور اُس سے کام نکل سکتا ہے۔

ہم نے ولی کے چند اشعار جو نقل کئے ہیں ان سے اگر ان ابیات وارث شاہی کا مقابلہ کیا جائے تو ثابت ہوگا کہ بعض الفاظ کا طرز تلفظ دونوں میں یکساں ہے۔ یا قریب قریب اگر اسوقت ولی کے زمانہ کی اُردو ہی ہوتی تو یہ کہنے کا موقعہ ہی نہ آتا کہ پنجابی اور اُردو دو ہیں۔ بادنیٰ

تامل یہی کہنا پڑتا کہ دونوں ایک ہی ہیں اور ان میں ایک معمولی فرق ہے۔
جو صورتیں تلفظ اور طرز بیان کی اصلاح پا گئی ہیں اُن کا نام اُردو ہے۔ اور جو صورتیں تلفظ اور طرز کلام کی اصلاح طلب ہیں وہ پنجابی ہیں۔ جوں جوں مشق بڑھتی جائے گی۔ دوں دوں پنجابی اُردو لباس میں آتی جائے گی۔ اور اس صورت میں سارے ہندوستان کی ایک زبان ہو جائے گی۔

تعریف ضرب المثل یا کہاوت

ضرب المثل کی تعریف میں بھی اُسی طرح اختلافات پائے جاتے ہیں۔ جیسے شعر کی تعریف میں ہر ملک اور ہر قوم میں کہاوت کی گو ایک ہی طرز اور ایک ہی مفہوم میں تعریف نہیں کی جاتی۔ لیکن پھر بھی ان سب تعریفات میں ایک قسم کی مناسبت ہے۔ جو جزوی اختلاف پایا جاتا ہے۔ وہ تو اردو تعریف میں چنداں فرق نہیں لاتا۔

ضرب المثل کیا ہے۔

مختلف مذاق کے آدمیوں کے مختلف قسم کے تجربوں۔ مشاہدوں۔ نظائر آپ بیتیوں۔ واقعات اور مسلّمہ قیاسات کا نچوڑ اور غیر معمولی خلاصہ یا نتیجہ۔

ایسا خلاصہ اور ایسا نچوڑ کہ اُس سے اصل واقعہ اور اصل نظیر یا قیاس اور تجربہ کی ایسی واضح تفصیل ہو سکے کہ وہ بجائے خود ایک شرح خیال کیجائے۔ جیسے ایک ضرب عصارہ یا مست کی اصلی کیفیت بوقت انحلال کھل جاتی ہے۔ ایسی ضرب المثل اپنے جمیع اجزاے اور تفصیل پر خلاصتہً حاوی ہوتی ہے۔

جس طرح ایک سمجھوتہ یا اشارہ منوی سے مشار الیہ کل کیفیات پر حاوی ہو جاتا ہے اسی طرح

ایک کہاوت واقعہ گزشتہ کی کل کیفیت کی محتوی ہوتی ہے۔
جس طرح شارٹ ہینڈ سے طویل عبارتیں اور مبسوط تقریریں ایک غیر معمولی اختصار میں لائی جاتی ہیں۔ اسی طرح کہاوت سے چند تفصیلات کا ایک موثر اور منضبط خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔
اس تعریف کے سوا ہم اور بھی چند تعریفیں چند مشاہیر دول کی ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ چونکہ ضرب المثلیں یا کہاوتیں مختلف قوموں اور مختلف ملکوں کی آب وہوا اور سرزمین میں نشوونما پاتی ہیں۔ اور مختلف تجربوں اور مشاہدوں یا قیاسات اور حادثات کا اثر اور نچوڑ ہوتی ہیں اس واسطے تعریفیں بھی مختلف ہیں عرب والے اس کی تعریف یہ کرتے ہیں۔
"ضرب المثل استعارہ کی ایک قسم ہے اس میں مشبہ بہ کا ذکر کرکے مشبہ مراد لیتے ہیں۔
بعض نے یہ تعریف کی ہے۔
امثال کی عجیب تحریک اذہان میں اور غریب تاثیر نفوس میں پیدا ہوتی ہے۔
حکیم ارسطو کہتا ہے۔
"قدیمی فلسفہ کے یہ بچے کھچے ٹکڑے ہیں۔
ایگری کولڈ کہتا ہے۔
"وہ مختصر کلمات ہیں کہ جن میں متقدمین نے اپنی زندگی کا خلاصہ سمیٹ کر رکھا ہے۔
ارسی مس کے خیال میں
وہ مشہور کثیر الاستعمال بیانات ہیں۔ جو کچھ غیر معمولی طور پر وضع ہوئے ہیں۔

---

[1] میری رائے میں مثل یا کہاوت استعارہ کی قسم سے نہیں ہے۔ کیونکہ استعارہ کی یہ تعریف ہے۔ کہ حقیقت سے برسبیل عاریت کسی دوسری چیز کے مقابلہ میں استعمال بہ جہت مشابہت کے جو ان دونوں شبہوں میں پائی جاتی ہے۔
مثل یا کہاوت میں یہ بات نہیں ہوتی۔ اس میں ایک حقیقت بجائے خود بیان کی جاتی ہے۔

سر ڈینس کہتا ہے۔

مثل وہ ہے۔

جو طویل تجربہ سے مختصر کلام بنایا گیا ہو۔

جانسٹن کی رائے میں

وہ کلام مختصر جس کو اکثر عوام بار بار استعمال کریں ضرب المثل ہے۔

ہوئل

مثل وہ ہے جو نمک کی طرح دل پر تاثیر کرے۔

لارڈ بیکن

مثل قوم کی فراست ظرافت۔ ذہانت کی جان ہے۔

ارسل رسل کا یہ قیاس ہے۔

مثل ایک کنایہ ذکاوت اور بہتوں کی فراست ہے۔

ہربرٹ

عقل مندوں کی برچھیاں یا بھالے۔

آئی ڈسرلی

عقل کے ریزے۔

ملر

بہت سے مضمونوں کا چند لفظوں میں ست نکالا ہوا۔

ٹین سن

پانچ پانچ لفظ کے جواہرات جو زمانہ نے ہر عہد کے انگشت سبابہ پر زین کئے ہیں۔

ابن رشد

چند تجربوں چند مشاہدات کا یقینی خلاصہ۔

بو علی

ایسے عملی اصول جو بہت سے لوگوں کے تجربہ میں آکر زبان زد خلائق ہو چکے ہوں۔

علامہ تفتازانی

مشاہدوں اور تجربوں کی صحیح کلید۔

علامہ طوسی

عملیات کا اخلاقی۔ تمدنی۔ جہت سے با عتبار معاشرت و معاد صحیح نتیجہ۔

علامہ قرشی

جو موزون غیر موزون فقرہ دل پر فوری اثر کرے اور اُس کے ساتھ ایک گزشتہ واقعہ کا خیال آئے وہ ایک ضرب المثل ہے۔

علامہ شہرستانی

دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے حتی الامکان اُس کے صحیح نتیجہ پر استدلال کرنا ضرب المثل ہے۔

فارابی

امر جزی سے جزی کی تصدیق کا نام ضرب المثل ہے۔

اسی قسم سے اور بھی تعریفات ہیں اگر ان سب کو ملا کر دیکھا جاوے تو ان میں مناسبت پائی جائیگی صرف الفاظ کا ایر پھیر ہے ورنہ نتیجہ ایک ہی ہے۔

ہم نے سب سے پہلی جو تعریف کی ہے وہ قریباً ان سب تعریفوں پر حاوی ہے۔ اور اُس کے مفہوم اور الفاظ ان سب جداگانہ تعریفوں کے مفہوم اور الفاظ کے حامل ہیں۔

ایسی تعریفوں میں بعض محض تعریفیں نہیں ہیں بلکہ وہ کہاوت کی تفسیریں لارڈ بیکن کی تعریف دراصل تعریف نہیں ہے۔ بلکہ مثل کی ایک تفسیر ہے۔ بے شک تفسیر میں تعریف ضمناً آجاتی ہے۔ مگر پھر بھی تعریف ایسے الفاظ میں ہونی چاہئے جو تفسیر کا پہلو نہ لیتی ہو۔

وجہ تسمیہ کہاوت

عام خیال یہ ہے کہ ہر شئی اور ہر چیز کی کوئی نہ کوئی وجہ تسمیہ ضرور ہوتی ہے۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ بعض اشیاء کی وجہ تسمیہ یا تو ہوتی ہی نہیں اور یا غلط بنیاد پر ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ بعض وجوہ تسمیہ میں غلطیاں ہوں۔ کیونکہ وجہ تسمیہ اُس وقت تک صحت سے نہیں معلوم ہو سکتی۔ جب تک شئے موسومہ کی حقیقت اور کم سے کم کیفیت کا محققانہ علم نہ ہو۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اکثر اشیاء کا تسمیہ محض چند عوارض کے تابع ہوتا ہے۔ واقعی کیفیت یا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

وجوہ تسمیہ کا معلوم کرنا بھی کسی قدر مشکل ہے۔ یہ بھی چند ضابطوں کے ماتحت ہے۔ جسے کوئی کوئی ہی جانتا ہے۔ کوئی ایسا مستقل ضابطہ اب تک نظر سے نہیں گزرا۔ جس میں وجوہ تسمیہ کے دریافت کرنے کے عام قاعدے بیان کئے گئے ہوں جہاں کسی شئے کی وجہ تسمیہ پر بحث کی گئی ہے۔ وہاں اُس کے ضمن میں جستہ جستہ چند ضابطے بھی بیان کئے گئے ہیں جو ایک کلی ضابطہ کا حکم نہیں رکھتے کیونکہ اُن میں باعتبار اصول عام بحث نہیں ہوتی۔ میرے خیال میں کہاوت کہنا کا حاصل مصدر ہے۔ ایسا حاصل مصدر جو باعتبار اپنے معانی اور مفہوم کے مفعولی صورت میں واقعہ ہوا ہے۔ جس کے معنی کہا گیا۔ گفتہ شد اور مقولہ کے ہو سکتی ہیں۔ چونکہ ایک کہاوت میں اُن تجربوں۔ مشاہدوں۔ نظائر۔ قیاسات اور خیالات کا

خلاصۃً اعادہ کیا جاتا ہے۔ کہ جو پہلے عمل میں آچکے ہوتے ہیں۔ اور جن کی بابت بہت کچھ کہا سنا گیا ہوتا ہے۔ اس واسطے اُسے کہاوت کہا جاتا ہے۔ جب ایک شخص کہاوت کہتا یا سناتا ہے تو اُس کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ

"، ایسے افعال کا یہ نتیجہ ہوا کرتا ہے۔

"، ایسے اقوال کا یہ اثر پڑتا ہے۔

"، ایسے میل وجول سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔

"، ایسے کاموں کا یہ اخیر ہوتا ہے۔

"، ایسے اختلاط اور ویسے ارتکاب یا اقدام کا ایسا حشر ہوتا ہے۔

کہنے والا عموماً اُن کیفیات اور اُن آثار کا اعادہ کرتا ہے جو پہلے واقعہ ہو کر باعتبار نتائج کے معرض بحث میں آچکے ہوتے ہیں۔ اور جن کی نظیریں صفحہ دنیا پر کسی نہ کسی رنگ میں موجود ہوتے ہیں۔

ضرب المثل کے معنی مار لے یعنی مثال دینے کے ہیں۔ جس کا مفہوم قریباً وہی ہے۔ جو کہاوت کی وجہ تسمیہ میں بیان کیا گیا ہے۔

امثال باعتبار زمانہ

کہاوت کا زمانہ وہی زمانہ سمجھنا چاہیئے جو انسانی ہستی کا زمانہ ہے۔ کیونکہ انسانی ہستی کے ساتھ ہی تمام قسم کے واقعات اور کیفیات کا شروع ہونا یقینی ہے۔ جس طرح بعض کا یہ مذہب ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے ہی شعر کا چرچا شروع ہوا ہے اسی طرح یہ بھی کہا جائے گا کہ کہاوت بھی حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے

ہی وجود اور گنتی شمار میں آئی ہے۔ انسان طبعاً بعض صورتوں میں اختصار۔ ایجاز اور تلخیص کا مشتاق اور دلدادہ ہے۔ شروع شروع میں اکثر استعمالی صورتیں مختصر تھیں۔ کیونکہ جب تک ایک وسعت کے ساتھ نوشت وخواند اور انضباط واقعات کا سلیم طریقہ جاری نہیں ہوا تھا۔ تب تک ہر ایک ضرورت میں اختصار سے ہی کام لیا جاتا رہا ہے۔

سکّہ کی بجائے پتھر۔ چمڑہ۔ اور جنس تھی۔ شمار روڑوں۔ کنکریوں پر کیا جاتا تھا۔ تحریر کی بجائے اشاروں اور تصاویر یا نقوش سے کام لیا کرتے تھے۔ مندسوں کا شمار باضابطہ اور موجودہ طریق سے نہ تھا۔ صرف ایک من بھاتا سمجھوتہ ہر کوئی کر لیتا تھا۔ نہ یہ سیاق تھا اور نہ یہ سباق۔ نہ یہ مساحت تھی اور نہ یہ اقلیدس۔ سیدھی سادھی گزران تھی۔ نہ کوئی اخلاقی مجموعہ تھا اور نہ کوئی سوشل ضابطہ۔ جو دستور ایک گھرانہ میں مرعی اور مروج تھا۔ وہی کل جماعت کا معمول تھا۔ زندگی سادہ تھی۔ اور رشتہ معاشرت بے گنجلک۔ نہ تمدن کی بم چ تھی نہ سوسائٹی کی بندھن۔ نہ منطق تھی اور نہ فلسفہ۔ نہ چنداں مذہبی اولجھن اور نہ مشربی تکلیفیں۔ تہذیب وحشت۔ جہالت اور لیاقت کا ایک ہی نرخ تھا۔ خوشی اور غم کا ایک ہی وزن تھا۔ نہ داستانیں تھیں اور نہ تذکرے۔ نہ کتابیں تھیں اور نہ رسالے جو کچھ سرمایہ تھا وہ گنجینہ دل ہی میں تھا۔ صرف زبان جس کی کلید تھی۔ دماغ اور دل ہی کتب خانہ تھا۔ اور قوت حافظہ لائبریری۔ نہ کاغذ تھا اور نہ قلم۔ نہ دوات تھی نہ مسطر تھا۔ نہ روزنامچہ نہ ڈائری۔

اس بے سروسامانی یا آزادی میں صرف دل و دماغ اور حافظہ سے ہی کام لیا

جاتا تھا۔ یا دل میں تھا اور یا اُنگلیوں کے پوروں پر بڑے بڑے واقعات کا اظہار اختصاراً کیا جاتا تھا۔ بڑی بڑی تفصیلیں خلاصتہً بیان کی جاتی تھیں۔ معمابازی تو نہیں تھی لیکن اشاروں سے کام لیا جاتا تھا۔ ایک ہی ہوک سے ساری بستی اکٹھی ہو جاتی تھی اور ایک ہی آواز سانحہ پیش آمدہ کی کیفیت دور دور تک واضح کر دیتی تھی۔ بابل کی تصویریں مصر کے نقوش اپنی ایک ایک لکیر اور ایک ایک خط میں صدہا تفصیلیں رکھتے تھے۔ ان حالات میں ضروری تھا کہ تلخیص مطالب پیش آمدہ لازمی طور پر ملحوظ رکھی جائے۔

اُس کے واسطے دو ہی قاعدے تھے یا تو اُنھیں تحریر میں لایا جائے اور یا زبانی یاد رکھا جائے۔ اتنے طومار کون یاد رکھے۔ اور پھر بات بات پر اخلاقی تنبیہی رنگ میں جن کا دوہرانا ہو وہ کس طرح ہُو بہ ہُو یاد رہ سکتے تھے۔ واقعات اور حادثات پیش آمدہ کی حسب ضرورت تلخیص کی جاتی رہی۔ اور فقرات ملخصہ وقتاً فوقتاً جماعتوں میں زبان زد عام ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ اُنہیں تمدنی اخلاقی ضرورتوں کی جہت سے ہر ایک نے یاد کرنا اور وقت پر اُن کا اعادہ ضروری سمجھا۔

اس واسطے ایسے فقرات ملخصہ کا نام عربی میں ضرب المثل رکھا گیا۔ زدن مثل یعنی مثل کا برموقعہ بیان کرنا اور ایک موجز فقرہ میں اُن تفصیلات کا یا دولانا جو اسی رنگ میں پیشتر سے گزر چکی ہیں۔ اور جن کے نتائج عام طور پر نکل چکے ہیں۔

مجموعی استناد امثال

ہم اس بات کے معترف ہیں کہ

"ہمارے موجودہ معلومات کا ذخیرہ بہت کچھ نیچرل ہے۔

" ہماری طبیعتوں میں اُس کا سامان یا مواد پایا جاتا ہے۔
" طبعی مواد بیرونی مواد کی کشش کرتا اور ایک تیسری صورت پیدا کرکے دکھاتا ہے۔
" جو کچھ اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے اور جو کچھ ہم موجودہ وقت میں بذریعہ خاص اجتہادات اور مشاہدات کے اضافہ دکھلا رہے ہیں۔ اس کی بنیاد اسباب کے اعتبار سے ابتدائی ہے۔
" تنقیدی اعتبارات سے ہم اُس مواد قدرت میں ترقی کر رہے ہیں۔ جو قدرت نے ہمیں ابتداء سے بخش رکھا ہے۔ ہمارے واسطے ایک صورت نئی ترکیب پاکر بنی ہے قدرت کے مقابلہ میں نئی نہیں ہے۔ زمانہ میں کوئی ایسی صداقت نہیں پائی جاتی۔ جو سلسلۂ قدرت میں باعتبار کلی ہستی کے نئی ہو۔ قدرتی سلسلہ میں اُس کا حدوث اپنے نمبر پر پہلے سے ہوچکا ہے۔ اپنے وقت پر ہم نے اُس کا پتہ لگایا۔ اور اُس کے عجائبات سے موجودات آگاہ ہوتی گئی ہے۔

راستی۔ اور سچ ہمیشہ سے راستی اور سچ ہے۔ ہر زمانہ میں اس کا نام صداقت ہی رہا ہے۔ بعض صداقتوں کا علم ہمیں پہلے ہوچکا ہے اور بعض کا پیچھے ہوا ہے۔ اور بعض کا ابھی وقت نہیں آیا ہے۔ جو شے باوجود باطل ہے وہ شروع سے ہی باطل ہے کو بہت سے لوگ اُس کے ماننے والے اور پرستار رہے ہوں۔

جب مخلوق توحید پرست نہ تھی اُس وقت بھی خدا واحد ہی تھا۔ اُس کی وحدت میں کوئی شک اور کوئی شبہ نہیں تھا۔ توحید پرستی کے بعد بھی وہ بدستور واحد ہے شرک اگرچہ آفتاب سے گھبراتی ہے۔ لیکن اُس کے تکدر اور گھبرانے سے جرم آفتاب میں کوئی نقص یا کوئی شبہ ناشی نہیں ہو سکتا۔

صحیح امثال کی صداقت اور کلیت جو بزبانہ حضرت سلیمان علیہ السلام تھی وہی اب بھی ہے سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں بھی مخلوق اُن کی گرویدہ تھی۔ اور اب بھی اُن میں کشش اور جذب موجود ہے۔

گو ہمارے پاس مکمل طور پر امثال کی بابت تاریخی رنگ میں کوئی سند نہ ہو مگر ہم حضرت سلیمان علیہ السلام کے مجموعہ امثال سے یہ رائے قائم کر سکتے ہیں کہ ایک دور دراز زمانہ سے امثال کا وجود پایا جاتا ہے۔ اور اس سے ہم دنیا کی مذہبی عمر کے اعتبار سے یہ کہنے کے مجاز ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے ہی ساتھ ہی ساتھ یہ سامان بھی چلا آیا ہے۔ اور لوگ اس سے مستفید ہوتے آئے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا مجموعہ امثال عہد عتیق مجموعہ توریت میں شامل ہے۔ مجموعہ توریت کے ساتھ ان کا ترجمہ تقریباً سب مشہور زبانوں میں ہو چکا ہے۔ سلیمانی مجموعہ امثال اپنی جامعیت۔ سلاست۔ عمدگی۔ متانت اور حکمت کی وجہ سے گویا ساری دنیا کے مجموعہ امثال میں سے قابل وقعت اور قابل احترام اور ایک مقدس وصحیح النتائج مجموعہ امثال ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے ذاتی تقدس اور روشن ضمیری سے اس خوبی اور اس خوش اسلوبی سے امثال کی ترتیب دی ہے۔ کہ

"مصداق جو بات دل سے نکلتی ہے دل پر ہی زد کرتی ہے۔ پڑھنے سے دل اکتاتا نہیں یہی آرزو رہتی ہے کہ یہ مجموعہ کبھی ختم نہ ہو۔ چونکہ ہمارے خیال میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے سوائے اور کوئی ایسا شاعل گو۔ پُرگو۔ نغز گو نہیں۔ اس واسطے ہم یہ قیاس کرنے کے مجاز ہیں کہ

" سب سے پہلا شخص دنیا میں امثال کی علمی اور اخلاقی رنگ میں ترتیب دینے والا حضرت سلیمان علیہ السلام ہی تھا۔

اور اس تقدس مآب کے مجموعہ امثال سے کل دنیا کی ضرب المثلیں جو صحیح معانی میں صحیح ضرب المثلیں ہیں۔ اخلاقی اور تجربی معلومات میں بہ حیثیت ضرب المثل ہونے کے فخر کر سکتی ہیں۔ اور ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ امثالی ذخیرہ کی سند ایک واجب الاحترام اور اولے العزم نبی تک پہنچتی ہے۔

وضع امثال

یہ سوال کیا جاتا ہے کہ ضرب المثلیں یا کہاوتیں کیونکر اور کس ضرورت سے وضع کیجاتی ہیں کیونکہ اقوال۔ اشعار کی تدوین تو عموماً ادبی یا لٹریچری اغراض کے تابع ہوتی رہتی ہے۔ یا ایسے امور کے جو ادبی اور معاشرتی یا معادی اغراض کے ماتحت ہیں۔ اس سوال کا جواب بھی وہی ہے جو دیگر علوم اور فنون کی بابت دیا جاتا ہے۔

اس سوال کی دو شقیں ہیں۔

شق اوّل۔ طریق وضع۔

ضرب الامثال کے لئے کوئی وزن یا بحر نہیں ہے کہ اُس کے مطابق اُن کی تدوین اور ترتیب عمل میں آئے۔ اور نہ اِن کے واسطے کوئی ایسا اصول مقررہ ہے۔ کہ اُس کی پابندی سے ان کی تالیف ہوتی رہے۔ نہ ان کے لئے کوئی خاص جماعت مقرر ہے۔ جیسے کہ قانونی جماعتیں ہوتی ہیں یا فلسفی گروہ۔ جسطرح عام واقعات ہوتے ہیں۔ اسی طرح ان کے واضعین بھی عام ہوتے ہیں۔ یہ کوئی خصوصیت نہیں کہ ایک فلاسفر یا کوئی خاص مصنف

اور مؤلف ہی ان کی تدوین کرے۔ صرف ایک ایسا شخص ہونا چاہیے جو عقل عام اور فہم عام سے چند واقعات کے نتائج کا اخذ کرکے اُن کے استدلالی آثار کی تنقید کرسکے اور اُس تنقید سے کلیہ بنالے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے باقاعدہ بنانے والے دنیا میں نہ پائے جاتے ہوں۔ پائے جاتے ہیں اور ممکن ہے کہ انہیں کی طبائع نے ان کا بہت سا حصہ وضع کیا ہو۔ لیکن یہ بھی ثابت ہے کہ عام لوگوں نے بھی اِن استدلالی نتیجوں کے استخراج میں حصہ لیا ہے۔

شق دوم۔ استعمال۔

علمائے یوروپ میں سے لارڈ چسٹر فیلڈؒ کا قول ہے کہ

شرفاء کی جماعتوں میں غرب الامثال کا بہت کم شہرہ ہے اور استعمال بھی کم ہے۔ یہ کسی حد تک درست بھی ہے۔ اسی طرح یہ بھی کہ خواص میں سے اس کے مؤلف یا واضع بھی کم ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ غرب الامثال کی توضیع میں صرف چند واقعات کا تجربوں کی بنیاد پر جمع کرنا اور اُن سے ایک استدلالی نتیجہ نکالنا مشکل ہے۔ اس مشکل پر شاعروں فلاسفروں کے علاوہ دیگر عام طبیعتیں بھی سہولت سے کامیاب ہوسکتی ہیں۔ واقعات کو ہر ایک شخص اپنے پرائے کی ذات پر وارد ہوتے دیکھتا ہے۔ اور اُن کے نتائج سے بھی واقفیت حاصل کرتا ہے۔ ایسی حالت میں عوام میں سے اکثر ایسی طبیعتیں اور ذہن نکل سکتے ہیں کہ جو اپنے مذاق کے مطابق استدلالی نتیجہ بھی اختصاری صورت میں مرتب کرسکیں۔ ایک ہی واقعہ جب دو شخصوں خاص اور عام کے سامنے واقعہ ہوتا ہے تو دونوں اپنی اپنی طبیعت اور مذاق کے مطابق اُس کا عکس لیتے ہیں۔ ایک خاص طبیعت ایک واقعہ کے وقوع سے علمی رنگ میں ذیل کی باتوں کا نوٹس لیتی ہے۔

" اس کے اسباب اور علل کیا ہیں۔

" اس میں علت کیا ہے۔ اور معلول کیا ہے۔

" اس کے وقوع سے کیا علمی اصول قائم ہو سکتا ہے۔

" معاشرت اور معاد پر اس کا اثر کیا ہے۔

" عامہ خلائق اس سے کیا کچھ استدلال کر سکتی ہے۔

خلاف اس کے ایک عام طبیعت صرف یہ دیکھتی ہے۔

" کیا ہوا اور اس سے کیا کچھ نتیجہ نکلا۔

بس اسی پر کفایت کر کے ایک عام طبیعت ایک عام قاعدہ وضع کر دیتی ہے۔ بہ مصداق

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

عام کے سمجھانے اور برسر راہ لانے کے لئے یہی طرز درست اور موزون تھا۔ اور اسی میں عام تعلیم ہو سکتی تھی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ خاص طبائع نے ایسی تالیفات سے بزنگ ضرب الامثال ایک سہولت اور عمومیت اختیار کر کے عام فہم مضمون کا رنگ اختیار کر لیا۔ عام لوگ فلسفہ سے واقف نہیں لیکن ضرب المثلوں کے رنگ اور پیرایہ میں فلسفہ کے اعلیٰ مشقی مضامین سے واقف ہوتے ہیں۔ فہو المطلوب۔

موضوع امثال

موضوع سے مراد وہ مقصود ہے۔ جس کی نسبت کسی علم یا کسی فن میں بحث کی جائے ہر فن اور ہر علم یا شاخ فن اور شاخ علم کا کوئی نہ کوئی موضوع ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہیں گے کہ ہر فن یا ہر علم کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے یا ہونا چاہئے۔

ضرب المثلوں کا نام علم رکھو۔ یا نتائج علم دونوں صورتوں میں لابدی اور لازمی ہے کہ کوئی فن کا مقصد بھی ہو کیونکہ بغیر مقصد کے کوئی علم یا نتیجہ علم نہیں ہو سکتا۔ ضرب المثل کا مقصد بالفاظ دیگر

موضوع حسب ذیل ہوسکتا ہے۔

(الف) مختلف مقدمات کے نتیجوں پر بحث کرنا۔

(ب) مختلف واقعات پر باعتبار آثار نتائج کے روشنی ڈالنا۔

(ج) مختلف تجربوں کا بطور ایک کلیہ کے بیان کرنا۔

(د) اُن نسبتوں کا دکھانا جو مختلف افعال اور خیالات کے باہمی تبادلہ اور عمل سے پیدا ہوتی ہیں۔

(ھ) بالاختصار آثار واقعات متفاوتہ اور کیفیات حادثات متقاربہ کا اظہار۔

(و) ایک امر خرچی سے جزی پر حکم کرنا۔

جو ضرب المثل صحیح معنوں میں ضرب المثل ہے اور جس میں التباس نہیں ہے۔ اُس سے یہی موضوع نکلے گا۔ اور اُس میں انہیں امور کی بحث ہوگی۔ اقوال۔ تماثیل نظائر اور اشعار میں بھی اس قسم کے واقعات پر بحث ہوتی ہے۔ لیکن ضرب الامثال میں بالخصوص یہ بحث کی جاتی ہے۔ یہاں چند ایسی مثالیں دیجاتی ہیں۔ جن سے اس بحث پر روشنی پڑے گی۔

(۱) کھیر دا سڑیا چھاہ پھوک پھوک پیندا ہے۔

یعنی دودھ کا جلا چھاچھ بھی سرد کرکے پیتا ہے۔

(۲) جیں دل بٹھاری وارہ اُسے دا۔

یعنی والے بہلانے کے واسطے کسی کا کوئی خاص حق نہیں ہے بھوننے والی جس کے پہلے بھونے یا بھوننا چاہے اُسی کی باری پہلے ہوگی۔

(۳) متیں دندی بنہاں کوں کڑھی وہندی آپ

خود را فضیحت دیگراں را نصیحت:

(۴) ہٹی اُتے بہن نہ دیوے اُڑدا اُڑدا تول۔

دُکان دار دُکان پر تو بیٹھنے نہ دے اور گاہک یہ کہے کہ ذرا زیادہ تولنا۔

(۵) گرو جنھاندے ٹپنے چیلے جان چھڑپ

جن کے اُستاد بجائے خود چالاک اور دم بازہوں اُن کے شاگردوں یا مریدوں کا کیا ٹھکانا۔ خدا کی پناہ۔

(۶) کھٹو آوے ڈردا۔ منکھو آوے لڑدا۔

کمائی کرنیوالا تو تحمل سے آتا ہے اور آوارہ گرد سست فوں فوں شوں شاں کرتے آتا اور خواہ نخواہ لڑتا ہے۔

(۷) گھر نہ لبھن ٹاٹیاں باہروں چمن دی بو۔

گھر میں تو چھوٹی مچھلیاں بھی نہیں اور لاف وگزاف یہ کہ ہم بغیر گل وگلزار کے رہ ہی نہیں سکتے۔

ان تمام فرب الامثال سے بآسانی پتہ لگ سکتا ہے کہ جو مواد موضوع میں لازمی قرار دیئے گئے ہیں اُن سب کی بحث بہ رنگ جداگانہ کیگئی ہے۔ اور نہایت خوش اسلوبی سے مختلف واقعات کا بصورت اثبات اور تضاد نتیجہ استدلالی نکالا گیا ہے۔ ایسی جامعیت اور متانت سے کہ سننے والا سنتے ہی تمام واقعہ تصور میں لاکر فوراً نتیجہ پر جا پہنچتا ہے۔ اور اُس کے نقش دل ہو جاتا ہے۔ کہ ایک دعوے کے لئے سابقہ وحال عملی دلائل کی کہاں تک ضرورت ہے۔

ارکان امثال

جس طرح شعر کے ارکان ردیف اور قافیہ وغیرہ ہوتے ہیں۔ اس طرح امثال میں:۔ پابندیاں

نہیں ہیں۔ گو بعض امثال مقفیٰ بھی ہوتی ہیں، اور بعض دفعہ ردیف بھی پائی جاتی ہے۔ لیکن بالالتزام اسکی پابندی نہیں رکھی گئی۔ چونکہ انسان کی طبیعت میں فطرتاً موزون پسندی کا مادہ یا چسکا رکھا گیا ہے۔ اس واسطے ضرب الامثال میں بھی کچھ نہ کچھ اس کا التزام رہتا ہی ہے۔

باعتبار ارکان کے ضرب المثلیں عموماً حسب ذیل ہوتی ہیں۔

(۱) یک فردہ۔

(۲) دو فردہ۔

سہ فردہ کوئی ہی ضرب المثل ہوتی ہے۔ یک فردہ ضرب المثلیں عموماً ہیں۔

یک فردہ کے دو حصے ہوتے ہیں۔

پہلے حصے کا نام واقعہ موجزہ اور دوسرے حصہ کا نام اُس واقعہ موجزہ کا استدلالی نتیجہ ہے۔ یا یوں کہئے کہ پہلا جزو بطور مبتدا کے واقعہ ہوتا ہے۔ اور دوسرا خبر۔

دو فردہ ضرب المثل میں بھی پہلا فرد واقعہ موجزہ اور دوسرا فرد اُس کا نتیجہ یا اُس کی خبر۔ مثلاً پنجابی میں۔

" اندھے اگے روناں اکھیاندا زیان۔

" آپ پنے تے گھوڑا گھنے۔

" آپ پاولی سیدنوکر۔

ان ہر سہ ضرب المثلوں میں پہلا جزو ایک واقعہ کا بطریق ایجاز بیان کیا گیا ہے۔ اور دوسرے میں اُس کا استدلالی نتیجہ۔

پہلی مثل میں یہ کہا گیا ہے کہ اندھے کے آگے رونا بصارت کا کھونا ہے۔ کیونکہ اندھا تو دیکھ ہی نہیں سکتا۔

دوسری میں یہ استدلال کیا گیا ہے کہ

ایک شخص خود تو گدائی سے گذاوقات کرتا ہے۔ اور اس پر گھوڑا خریدنا چاہتا ہے گویا اپنی بضاعت سے بڑھ کر قدم مارتا ہے۔

تیسری میں یہ دکھایا گیا ہے کہ

خود تو کم حیثیت کا ہے اور ایک بڑی حیثیت والے سے بطور ایک خادم کے کام لینا چاہتا ہے۔ یہ بھی دوسری مثل کے رنگ میں ہے۔

جب تک پہلا جزو دوسرے سے اور دوسرا پہلے سے اول شامل کرکے متضمن نہ کئے جائیں تب تک مطلب نہیں نکلتا۔ گویا ہر دو جزو لازم ملزوم ہیں۔

رکن اول ہمیشہ موجبہ ہوتا ہے۔ اور رکن دویم کبھی موجبہ اور کبھی سالبہ۔ مثلاً

لاڑے[1] جٹ کٹورا بھا پانی پی پی آپھریا۔

اس میں رکن دویم موجبہ واقعہ ہوا ہے۔

منڈیاں[2] نال یارانہ ناں عصمت بی بی۔

اس میں رکن دویم سالبہ ہے۔ مطلب یہ کہ اجلاف لڑکوں کے ساتھ صحبت رکھنا اور دعوی عصمت خلاف حقیقت اور خلاف واقعہ ہے۔

---

[1] غریب جٹ کو کہیں سے کٹورا یا گلاس ملا۔ وہ شوق سے بار بار اس میں پانی پیتا رہا یہاں تک کہ پانی سے پیٹ پھول گیا۔ ۱۲

[2] لڑکوں سے دوستی اور نام عصمت بی بی۔ پنجابی محاورہ میں منڈیوں یعنے لڑکوں کی دوستی بُرے مفہوم میں لی جاتی ہے۔ ۱۲

ماخذ امثال

مجموعی طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ

" امثال کے ماخذ بھی وہی ہیں جو اشعار اقوال۔ تماثیل اور نظائر کے ہیں۔ لیکن چونکہ ہر ایک شعبہ کے ماخذوں میں باعتبار اغراض شعبہ کے فرق ہونا ضروری ہے۔ اس واسطے امثالی ماخذوں کی کیفیت میں بھی بمقابلہ دوسرے شعبوں کے ماخذوں کے فرق ہے۔

جس قدر ایک شاعر کے واسطے میدان وسیع اور مشق بالوسعت ہے۔ اور جیسے ایک شاعر ہر ایک مرحلہ میں طبع آزمائی کر سکتا ہے۔ اس طرح ایک مثل گو کے لئے وسعت نہیں ہے۔

ایک شاعر جس طرح اکثر اپنے جذبات اور خیالات سے بھی کام لیتا اور اُس میں طبع آزمائی کرتا ہے اور آسمانی نظاروں۔ زمینی حادثوں۔ خیالی نقشوں اور وہمی تصویروں کا سمان باندھ سکتا اور ایسے مواد سے کام لے سکتا ہے۔ اس طرح ایک مثل گو نہیں کر سکتا۔ شاعر آزادی کے میدان میں چلتا اور اُس کا شیوہ آزاد روی ہے۔ خلاف اس کے ایک مثل گو گندے ہوئے واقعات کی پابندی سے چلتا ہے۔ ان سے قدم باہر رکھنا اُس کے لئے ایک بے رخی اور اپنا مرکز چھوڑنا ہے۔ ایک شاعر باوجود اپنے دایرہ سے باہر جانے کے اپنے طرز بیان کی وجہ سے فصیح بلیغ شمار ہوتا ہے۔ اور وہ اس دائرہ سے باہر بھی جاکر اپنا منصب اور اپنی ذمہ داری خوش اسلوبی سے نباہ سکتا ہے۔ لیکن ایک مثل گو ذرا بھر بھی واقعاتی حد سے الگ ہو کر دایرۂ تلخیص سے نکل جاتا اور ضرب المثل کی ترکیب اور بندش میں ایک تزلزل ڈالتا ہے۔

ایک شاعر دور دور جاکر طائر مضامین کا شکار کرتا ہے۔ لیکن ایک مثل گو صرف اپنے ہی دایرہ میں رہ کر صید تجربہ دام تلخیص میں لاتا ہے۔ ان دونوں طریق عمل میں فرق ظاہر ہے۔

مثل گو کے لیئے یہ ضروری ہے کہ وہ ضرب المثل یا ایک مقدمہ اور ایک واقعہ کی تلخیص میں ثبوت بھی پیش کرے۔ ایک شاعر کے واسطے ہمیشہ یہ التزام ضروری نہیں۔ ایک شاعر مجاز ہے کہ صرف ایک واقعہ یا ایک سمان ذرا فصاحت۔ وضاحت اور خوش اسلوبی سے بیان کردے چاہے سامعین اُسے کسی مرحلہ پر لے جائیں اور چاہے کوئی مطلب نکالیں۔ لیکن خلاف اس کے ایک مثل گو اس کا ذمہ وار اور پابند ہے کہ حقیقت الامر پر بحث کرے اور حقیقت الامر ہی کا اظہار ہو اور یہ اُسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ اور اُسی حالت میں یہ پابندی نبھ سکتی ہے کہ جب واقعاتی اور تجربی حد سے ایک قدم بھی باہر نہ چلا جائے۔ شاعر کی شاعری بمصداق

چشمان تو زیر آبروانند و ندان تو جملہ درد مانند

پھیکی پڑ جاتی ہے۔ اور اپنے رنگ پر نہیں رہتی ہے۔ لیکن خلاف اس کے اگر ایک مثل گو استعاروں۔ کنایوں۔ تشبیہات لوازمات سے کام لے تو ضرب المثل کی کایا ہی پلٹ جاتی ہے۔ وہ لطف ہی نہیں رہتا۔ وہ مزا ہی نہیں آتا اگر سب ضرب المثلیں اسی سانچہ میں ڈھل جائیں تو شاید اُن کا عشر عشیر بھی لوگ یاد نہ رکھ سکیں۔ عوام الناس کی مجلسوں میں اُنہیں کوئی پوچھے بھی نہیں۔ اُن کا نشان اور پتہ پھر مڑے کی جلدوں میں ہی مل سکے دباغ کے چمڑہ پر وہ کندہ نہ ہو سکیں۔

شاعر ہمیشہ یا تو اپنا رونا روتا ہے اور یا دوسرے کی کہانی اپنے مذاق کے مطابق اپنے لہجہ میں بیان کرتا ہے۔ شاعر نقد پر بھی بحث کرتا ہے اور اُدھار پر بھی۔ شاعر زوائد سے بھی کام لیتا ہے۔ اور حاشیہ بھی لگاتا ہے۔ شاعر ایک صحیح المذاق نقاش اور خوش دست مشاطہ کا کام دیتا ہے۔ ایک مثل گو بالکل سادگی سے کام لیتا اور ایک واقعہ کا اُس کے اپنے رنگ میں ہی معہ استدلالی نتیجہ کے اظہار کرتا ہے۔

شاعر ایک تمثیل اور ایک واقعہ سے ایک سمان دکھاتا ہے - اور مثل گو ایک واقعہ کا اثبات یا نفی اُس کے استدلالی نتیجہ یا اُس کے آثار سے کرتا ہے - شاعر کبھی مشکل میں ڈالتا ہے اور کبھی ایک مشکل سے باہر نکلنے کی کوشش کرتا ہے - کبھی آسمان کی لیتا ہے اور کبھی زمین کی، کبھی فرشتوں سے باتیں کرتا ہے اور کبھی انسانوں سے - کبھی رولاتا ہے - اور کبھی نہاتا ہے - کبھی روتا ہے - اور کبھی ہنستا ہے - کبھی خاموش ہوتا ہے - کبھی گویا - کبھی خود نتیجے نکالتا ہے - کبھی اوروں پر چھوڑتا ہے - کبھی چڑھتا ہے - کبھی گرتا ہے - کبھی اپنا تماشا دکھاتا ہے اور کبھی دوسروں کا دیکھتا ہے - کبھی تعریف کرتا ہے اور کبھی ہجو - کبھی سمندر میں غوطے لگاتا ہے - اور کبھی خشکی میں مایوس پڑا ہوتا ہے - کبھی موجودہ زمانہ پر بحث کرتا ہے اور کبھی آیندہ کی خبر لیتا ہے - کبھی واقعہ مدنظر رکھتا ہے - اور کبھی توہمات سے کام لیتا ہے - کبھی اُس کی نگاہیں چار دانگ عالم پر پڑتی ہیں اور کبھی اپنے وجود کی بھی خبر نہیں رکھتا ؎

گہے بر طارم اعلیٰ نشیند
گہے بر پشت پائے خود نہ بیند

کبھی دیوانہ ہوتا ہے اور کبھی فرزانہ - کبھی فلاسفر - کبھی جاہل - کبھی باہوش - کبھی بے ہوش شاعر کی تمام زندگی ممکن نہیں کہ ایک ہی رنگ میں گزرے ؎

گاہے چنیں گاہے چناں

شاعر کوئی نہ کوئی مشرب رکھتا ہے - یعنی کسی خاص رنگ سے بھی اس کی طبیعت رنگی ہوتی ہے اور وہ رنگ اُس کی ہر رفتار شاعری میں عموماً جھلک دے ہی جاتا ہے - لیکن مثل گو کا اپنا رنگ کوئی نہیں ہوتا - ہر واقعہ کے ساتھ اور ہر تجربہ میں اُس کا رنگ بدلتا جاتا ہے اُس کی طبیعت ہر واقعہ کے رنگ سے رنگی جاتی ہے - شاعر قصہ گو بھی ہے - ایک شعر میں شروع

کرتا ہے اور دوسرے شعر میں اُس کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ مثل گو قصہ نہیں بیان کرتا بلکہ ایک قصہ کے نتیجہ استدلالی کے اعتبار سے تنقید کرتا ہے۔ اس بحث سے یہ مطلب نہیں کہ اگر شاعر چاہتے تو مثل گو کا نقش قدم نہ لے سکتے لیکن چونکہ یہ چال لوازمات اصول شاعری کے خلاف ہے۔ اس واسطے نباہ نہ سکتے۔ اور رنگ پھیکا پڑ جاتا۔ ایک مثل گو شاعر تو بن سکتا ہے۔ مگر بہ پابندی شعری اصولوں کے شاعر شعری رنگ میں اشلہ نہیں کہہ سکتا۔ اگر کہے تو اُن کا رنگ بگڑ جائے گا۔ اور وہ دلچسپی اُن میں نہ رہے گی۔ اب میں چند شعری مضامین۔ طرز بیان اور طرز رفتار کا چند ضرب المثلوں سے مقابلہ کرکے دکھاتا ہوں۔

ضرب المثل	اشعار
(۱) سچ مرچاں تے جھوٹ گڑ	(۱) راستی موجب رضائے خداست
راستی پرچیں اور جھوٹ گڑ ہے۔	کس ندیدم کہ گم شد از رہِ راست

اپنے اپنے رنگ میں دونوں نے سچ کی تعریف اور نتیجہ بیان کیا ہے۔ مثل گو نے فی الحقیقت سچ بولنے کا جو عموماً تنقیدی حالت میں دوسروں پر اثر پڑتا ہے بمقابلہ جھوٹ کے بیان کیا ہے۔ اور اُس واقعہ کا اختصار کرکے دکھایا۔ اور استدلالی نتیجہ نکالا ہے۔ جو معارضہ کی حالت میں لزوماً نکلا کرتا ہے۔ شاعر نے اپنی وسعت خیالی سے یہ جتلانے کی کوشش کی ہے کہ راستی اور راست بازی کا نتیجہ رضائے خدا ہے۔ اور اس سے استدلال کیا ہے کہ کوئی رہرو رہِ راست سے بھٹک نہیں سکتا۔ دونوں کے استدلال میں فرق ظاہر ہے۔ شاعر ایک وسیع میدان لئے ہوئے نتیجہ نکال رہا ہے۔ اور مثل گو ایک خاص دائرہ میں متدائر رہ کر بحث کرتا ہے۔

(۲) ماں او تے ماسی کندہ ایرے اوپر آسی۔ پنجابی

عاقبت گرگ زادہ گرگ شود
سعدیؒ
گرچہ با آدمی بزرگ شود

دونوں نے اپنے اپنے پیرایہ میں نیچر کا لا تبدیل ہونا ثابت کیا ہے۔ ضرب المثل میں ایک دوسری مثل سے ثبوت دیا گیا ہے۔ چونکہ ماں اور ماسی دونوں سگی بہنیں ہوتی ہیں۔ اس لئے اُن کی طبیعت بھی قریباً یکساں ہی واقعہ ہوتی ہے اور اس مرحلہ پر دونوں کا میلان ہوتا ہے۔ جیسے دیوار ہمیشہ بنیاد پر ہی آتی ہے۔ سعدی علیہ الرحمۃ نے گرگ کے نیچر کا لا تبدیل ہونا باوجود صحبت انسان کے بھی ثابت کیا ہے۔

(۳) دل کا ڈانا عرش ڈانا ہے۔ ہندی

کند بنیاد دل ویرش ببیں
واقفؒ
کعبہ ویراں کرد ایمانش نگر

ضرب المثل میں یہ کہا گیا ہے کہ دل شکنی عرش شکنی ہے۔ شعر میں واقف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

میرے دل کو صدمہ پہنچایا اُس کی دینداری تو دیکھو گویا کعبہ کی تخریب کی یہ اُس کا ایمان ہے۔ دونوں کا مفہوم ایک ہے۔ اور الفاظ و بندش جداگانہ۔

(۴) دخل در معقولات۔ فارسی

زبان بریدہ بہ کنج نشست صمّ وبکم
الف
بہ از کسے کہ نباشد زبانش اندر حکم

ضرب المثل اور شعر دونوں کا ایک ہی مطلب ہے۔

(۵) تھوڑا کھاؤ تو ہمیشہ کھاتے رہو گے۔ پشتو

گر گل شکر خوری بہ تکلف زیاں بود
ورنان خشک دیر خوری گل شکر بود

ضرب المثل میں یہ حکیمانہ استدلال کیا گیا ہے کہ کم خوری موجب صحت اور ازدیاد عمر ہے اور شعر میں بھی اسی پر بحث کیگئی ہے۔

(۶) آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل۔ اُردو

مرگیا کوہکن اسی غم میں
آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل ہے
میر

دونوں میں ایک ہی نسبت سے استدلال ہوا ہے۔ اور شاعر نے دوسرے مصرع میں مثل باندھی ہے۔

(۷) اک چپ سو سوکھ۔ پنجابی

بغیر شہد خموش کدام شیرین است
کہ از حلاوت آن لب بہ یک دگر چسپند
صائب

ضرب المثل میں یہ کہا گیا ہے کہ
ایک خاموشی میں سینکڑوں آرام ہیں۔
حضرت میرزا صائب نے بہ کمال لطافت شہد سے نسبت دیکر یہ استدلال کیا ہے کہ یہ اس قدر مفید ہے کہ اس کی حلاوت سے گویا لب ایک دوسرے سے چسپیدہ ہیں۔ شعر میں کمال خوبی اور کمال فصاحت سے حلاوت خاموشی یعنی خوبیِ خاموشی کا ثبوت دیا گیا ہے۔

(۸) ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد۔ فارسی۔ شبنم بہ آفتاب رسید از فتادگی
صائب
بنگر کہ از کجا بہ کجا میتواں شدن

دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ انکسار اور خاکساری کا دونوں میں استدلال کیا گیا ہے۔ حضرت صائب نے جس خوش اسلوبی اور جس لطافت سے استدلال کیا ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔

(۹) سفید بال دانائی کی نشانی ہیں۔ عرفی

چون سیاہی شد ز مو ہوشیاری باید شدن

صائب

صبح چون روشن شود بیداری باید شدن

دونوں میں ایک ہی مضمون باندھا گیا ہے۔ صائب کا استدلال ایک خاص لطافت رکھتا ہے۔ اور مثال میں سادگی سے کام لیا گیا ہے۔

(۱۰) حاجتِ مشاطہ نیست روئے دلارام را۔ فارسی

محتاج بہ زیور نبود حسن خداداد

صائب

دندانِ گہر حاجتِ مسواک ندارند

مطلب دونوں کا ایک ہی ہے۔ لیکن شاعرِ نازک خیال کا بیان باعتبار لطافت کہیں پاکیزہ اور خوش گوار ہے۔

(۱۱) غرور کا سر خم ہے۔ اردو۔

ے فتد ز دو سبک سر ز معراج غرور

صائب

چقدر کوزۂ خالی بہ لب بام بود ؛

دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ حضرت صائب نے ایک واقعہ یا ایک کیفیت کا دوسری تمثیلی کیفیت سے اس متانت سے ثبوت دیا ہے کہ یہ انھیں کا حصہ سمجھا جائے گا۔

(۱۲) دشمن مٹی دا بھی برا۔ پنجابی

زمین نرم بود پردہ دار دام فریب

صائب

ز فکر دشمن ہموار احتراز کنید

مطلب دونوں کا گو ایک ہی ہے۔ لیکن شاعر نے جس نفاست اور جس جامعیت سے استدلال قضیہ کیا ہے وہ تعریف سے بالاتر ہے۔

(۱۳) جیون کوڑا آسرا عمر بے وفا۔ پنجابی

عمرِ عزیز قابلِ سوز و گداز نیست
این رشتہ را مسوز کہ چندین دراز نیست صائب

دونوں میں عمر کی بے ثباتی کا ذکر ہے۔ مفہوم میں دونوں ایک ہی ہیں۔ شاعر نے جس خوبی اور جس عمدگی سے رشتۂ عمر کو رشتہ سے نسبت دیکر استدلال کیا ہے وہ لاریب شاعر ہی کا حصہ تھا۔

(۱۴) شوماں دی کھٹی کُتے جان گنوا۔ پنجابی

مالِ حرام بود بجائے حرام رفت فارسی
رسد بظالم دیگر ذخیرۂ ظالم
نصیب تیر شود پرچوا رغقاب آید صائب

دونوں ضرب المثلوں میں صرف یہ بیان ہوا ہے کہ ظلم کا مال ظلم کی راہ میں ہی جاتا ہے شاعر نے شعر بالا میں یہی مطلب مع ایک ثبوتیہ تمثیل کے جس خوب صورتی سے ادا کیا ہے وہ بوجہ اپنی لطافت اور جامعیت اور نفاست کے ضرب المثل سے کہیں بڑھ گیا ہے۔

(۱۵) ودھریاں جان سراں دے نال۔ پنجابی

العادت لایرد الا بالموت۔

حرص از طینت پیراں نبرد موئے سفید
این تپے نیست کہ سائل بہ تباشیر بود صائب

شاعر نے جس خوب صورتی سے ضرب المثل کا مفہوم پیش کیا ہے وہ ایک خصوصیت رکھتا ہے۔

(۱۶) ایک پوت سو کپوت۔ سندھی

زصد ہزار پسر ہمچو ماہ مصر یکے
چناں شود کہ چراغ پدر کند روشن
صائب

دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ شاعر نے اپنے رنگ میں پوت اور کپوت کی فلسفی پر اچھی روشنی ڈالی ہے۔

(۱۷) نعوذ باللہ من غضب الحلیم۔ عربی

سنگیں دل ست ہر کہ بظاہر ملائم ست
پنہاں درون پنبہ نگر پنبہ دانہ را
غنی

دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ مثل گو نے کسی اور رنگ میں ادا کیا ہے۔ اور شاعر نے ایک اور لطیف رنگ میں مثل زائد کے ایراد سے ثابت کیا ہے۔

(۱۸) سنجا آیا سن کوں نہ دان کوں نہ پن کوں۔ پنجابی

مشکل بود گرفتن چیزے ز تنگ چشم
گرفتہ ست بخیہ ز سوزن قبائے ما
غنی

ضرب المثل کا مفہوم یہ ہے کہ کنجوس کی پیدائش عدم و وجود برابر رکھتی ہے۔ شعر میں بھی بطرز دیگر یہی مضمون ادا کیا گیا ہے۔

(۱۹) سب پگڑی بندھی لائق سرداری نہیں ہوتی
اُن میں سے کوئی ہی قابل سرداری کے ہوتا ہے
پشتو

منزِ تحقیق زارباب عمائم مطلب
آنچہ در سرِ نتواں یافت زدستار مجو
صائب

دونوں میں ایک ہی مناسبت ہے۔

(۲۰) چھیتی اگے ٹوٹے۔ پنجابی

کہ تعجیل کار شیاطین بود فارسی

دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے۔

(۲۱) آج موئے کل دوسرا دن۔ اُردو

یہی بلائیں سر پر ہیں تو آج موئے کل دوسرا دن
یاری ہوئی بیماری ہوئی درویشی ہوئی تنہائی ہوئی
میر

کوئی فرق نہیں شاعر شعر میں ضرب المثل لایا ہے اور مرنے کے سبب بتلائے ہیں۔

(۲۲) آج ہے سو کل نہیں۔ اُردو

انقلاب دہر ظاہر ہے عیاں تغیر حال
آج جو ہے کل نہ تھا۔ جو آج ہے وہ کل نہیں
اسیر

اس شعر میں بھی مثل لاکر وضاحت کر دیگئی ہے۔

(۲۳) آدمی ہو یا آسیب۔ اُردو

میں بہت لپٹا تو بولی وہ پری
آدمی ہو یا کوئی آسیب ہو
سرور

ان اُردو۔ فارسی۔ ہندی۔ پنجابی امثال اور اشعار کے مقابلہ سے یہ عقدہ صفائی سے کھل جاتا ہے کہ جب کبھی شاعر نے کسی ضرب المثل کی شعری زمین میں بنیاد ڈالی ہے

تو عموماً اس میں کتر بیونت کی ہے۔ لیکن کہیں کہیں ہو بہو بھی لائی گئی ہے۔ مگر بہت کم میرے رائے میں بجائے اصل ضرب المثل لانے کے ضرب المثل کی قطع برید کرکے لانا شاعر کے لئے سخت مشکل ہے۔ صائب کے شعروں سے ناظرین بآسانی معلوم کرلیں گے کہ اس نامور فخر قوم شاعر نے کس خوب صورتی سے تمثیلیں باندھی ہیں۔

امثال کی شخصی سندیں

جس طرح عموماً بیت بیت۔ فرد فرد اور شعر شعر کی سند دیجاتی ہے اور یہ بالوضاحت تبلایا جاتا ہے کہ اس کا کہنے والا فلان فلان ہے اور فلاں زمانہ میں کہا گیا۔ گوینده فلان جگہ کا رہنے والا تھا۔ اور فلان ناظم یا شاعر کا شاگرد فلاں صدی میں گزرا اور فلاں میں مرا۔ اس طرح بالعموم ضرب الامثال اور کہاوتوں کی نسبت نہیں کہا جاسکتا۔ فی صدی پندرہ کہاوتوں کی نسبت بھی شعری وثوق سے گوینده۔ مسکن اور وقت کا پتہ نہیں دیا جاسکتا۔ ہر ملک اور ہر قوم میں صدہا نہیں ہزاروں کہاوتیں اور ضرب الامثال کہی جاتی ہیں۔ کسی کی بھی سند نہیں دیجاتی۔ عموماً کوئی نہیں کہہ سکتا۔ فلاں کہاوت کس نے کہی اور کس زمانہ میں۔ کوئی نہیں کہہ سکتا۔ فلاں کہاوت دراصل فلاں ملک میں کہی گئی۔ اور فلاں ملک سے فلاں ملک میں فلاں وقت گئی۔ جس طرح شعری دنیا کی چھان بین ہوئی ہے۔ اور جس طرح شعری زمین میں مختلف پہلوؤں سے کھوج لگائے گئے ہیں۔ اس طرح کہاوتوں کے واسطے کس نے محنت کی اور کس نے دردسر اٹھایا ہے۔ شعر شاعری کا چلن پیدا ہوتے ہی دربادوں اور محفلوں میں ہوتا گیا۔ اور اس قدر گرم بازاری ہوئی کہ مجلس شاہی بھی خالی نہ رہی۔ مسجدوں مندروں۔ دیر و حرم میں سب جگہ اس کی کھپت ہوتی گئی۔ کہاوت بیچاری

عورتوں کے چرخے چولھے سے قدم بھر آگے نہ بڑھ سکی۔
شاعری کے مریدوں میں ہومر۔ سکسپیر۔ بائرن۔ ملٹن۔ سعدی۔ حافظ۔ صائب۔ دبیر و انیس۔ غالب و ذوق۔ آتش و ناسخ مظفر و نظیر۔ امیر و داغ۔ شاد و آزاد۔ اثر و اشہری۔ شوکت اقبال و جلال۔ کمال و جلیل۔ ضامن و ناظم۔ حسرت و فطرت حالی۔ وسیم و مضطر۔ نادر و ایاض۔ طالب۔ نیرنگ و اعجاز داخل ہوتے گئے۔ اور اس نگوری کی جانب صدہا کیا ہزاروں میں سے ایک نے بھی توجہ نہ کی۔ جنھوں نے اس کا کچھ ذخیرہ جمع بھی کیا وہ بھی نامکمل اور ادھورا۔ یہ پتہ نہ لگایا اور نہ لگ سکا کہ اس کی بنیاد کہاں سے پڑی اور اسکی ابتدا کب ہوئی۔ کون اس کا بانی ہوا۔ اور کس نے اسے ایجاد کیا۔ سچ تو یہ ہے کہ کسی نے خاص طور پر اس طرف توجہ ہی نہ کی۔ ورنہ شعروں کی طرح اس کا بھی کچھ نہ کچھ پتہ اور سراغ لگ ہی جاتا۔
ہر بیت اپنے ساتھ ہی اپنی تاریخ لاتی ہے۔ اور ہر شعر اپنا پتہ دیئے بغیر نہیں رہتا۔ خلاف اس کے ایک کہاوت بھی یہ سامان اپنے ساتھ نہیں لاتی۔ مجہول النسبی اسی غریب کے حصہ بخرہ میں آئی ہے۔ یہ پتہ نہ لگا کہ کہاوتیں کیوں اس قدر مجہول النسب رہی ہیں۔ اور کیوں ان کا کوئی ماں باپ نہیں بنتا۔ اصلیت یہ ہے کہ ان کی چلت زیادہ تر عام بول چال میں ہی رہی۔ عام لوگوں سے ہی ان کا واسطہ رہا۔ عام لوگ ہی ان سے کام لیتے رہے علمی دنیا میں سوائے اس کے کچھ دخل نہ ہوا کہ کسی ہوشیار نے انہیں اکٹھا کرکے ایک کتاب کی صورت میں جمع کر دیا۔ اس سے زیادہ ان سے کچھ اور کام نہ لیا گیا۔
ممکن ہے کہ کھوج لگاتے لگاتے کچھ سراغ بھی لگ سکیں۔ مگر اس سردردی اور کلفت سے

کوئی فائدہ نہیں۔ یہ تکمیل شاعری تکمیل کا مقابلہ کسی حالت میں نہیں کر سکے گی۔ ان کی تاریخ کی عدمیت ہی منتظر شہادت ہے۔ ان کے حق میں یہی اظہار اور جلا ہے۔ یہ پردہ میں ہی جلوہ کناں ہیں۔ ان کی خلوت ہی جلوت ہے۔

ممکن ہے کہ مختلف طریقوں اور مختلف تصانیف اور تواریخ یا اقوال سے ان کا پتہ چل سکے۔ مگر باایں ہمہ ان کی تاریخ کا مکمل ہونا مشکل ہے۔ ہاں اگر کوئی باہمت شب و روز کی تگاپو سے چند کا پتہ چلا سکے تو ہو سکتا ہے۔ اور بایں حالات یہ کوشش بھی لغزش اور تشتت سے خالی نہ ہوگی۔

بے شک زبانی ذخائر میں بعض بعض کہاوتوں کی نسبت یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ کہاوت فلاں شخص کی کہی ہوئی ہے۔ لیکن ایسی کہاوتیں چند ہی نکلیں گی۔

بعض نے یہ خیال کیا ہے کہ

کہاوتیں صرف مردوں نے ہی نہیں کہی ہیں۔ عورتوں کا بھی اس میں حصہ بجزہ اور اندوختہ ہے۔ عالموں اور پڑھے لکھے لوگوں کی جمعیت کا ہی یہ فیضان نہیں ہے۔ ناخواندہ جاہلوں کا بھی اس میں حصہ ہے۔ یہ قرینا درست ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ عموماً عورتوں اور جاہلوں میں ان کا زیادہ تر چرچا ہے۔ ایک فاضل۔ عالم۔ تعلیم یافتہ کو اس قدر کہاوتیں یاد نہ ہوں گی۔ جس قدر ایک جاہل یاد رکھتا ہے۔ ایک مرد اس قدر نہیں سنا سکے گا جس قدر ایک عورت یا عورتوں میں بیٹھنے والا مرد سنا سکتا ہے۔

چونکہ کہاوتیں عموماً سوداے خام مرکب اور کثیر جمعیت کے ایک عام لہجہ میں اور عام مذاق کے مطابق ہوتی ہیں۔ اس واسطے عوام الناس ان کے زیادہ تر خریفتہ ہیں۔ اور علمی گروہوں میں انہیں کم دخل حاصل ہے۔ یہ نہیں کہ ان کی علمی محفلوں میں ضرورت نہیں بلکہ اس واسطے

کہ علمی مشاقوں نے خصوصیت سے اُس طرف توجہ نہیں کی خال خال علمی تذکروں اور علمی مباحثوں یا تبلیغوں میں اُن کا ذکر پایا جاتا ہے۔ وہ باوجود اس کس مپرسی کے بھی اُن تذکروں اور اُن مباحثوں یا مکالمات میں بہ مصداق کالملح فی الطعام سننے اور پڑھنے والے کے لئے مزید لطف کا باعث ہو جاتی ہیں۔

بعض شاعروں نے بھی کہاوتیں اپنے اشعار میں کہیں کہیں باندھی ہیں۔ میرزا صائب اور غنی جو تمثیل باندھنے میں اپنے وقت کے اُستاد تھے۔ اکثر کہاوتوں کا خلاصہ اور نچوڑ اشعار میں لاتے ہیں۔ گو اُس خلاصہ سے بادی النظر میں یہ پتہ چلانا مشکل ہے کہ کس کہاوت سے کام لیا گیا ہے۔ مگر باامعان نظر یہ پتہ چلنا کچھ مشکل نہیں۔ صوفیائے کرام نے بھی اکثر کہاوتوں سے کام لیا ہے۔ اور عجب لطف سے سلک مضامین میں باندھی ہیں۔ ہندی شاعروں اور کبیشروں نے بھی بالخصوص اس طرف توجہ کی ہے۔ حضرت بابا نانک صاحبؒ اور بھگت کبیرؒ کی بانیوں اور واکوں میں یہ التزام زیادہ وسعت سے پایا جاتا ہے۔ گو ہم عام طور پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ مختلف ضرب المثلوں کا کہنے والا کون کون تھا۔ لیکن مختلف ضرب الامثال کی ترکیبی اجزا سے ہم یہ استدلال کر سکتے ہیں کہ ان کی ہستی قریباً فلاں زمانہ میں عدم سے وجود میں آئی ہے۔ ہر ایک ملک اور ہر ایک قوم میں جس قدر کہاوتیں پائی جاتی ہیں۔ اُن میں اکثر اسماء اور فقرات اس قسم کے پائے جاتے ہیں کہ جو ایک خاص قوم کی زبان اور رواجات یا تصرف کا پتہ دیتے ہیں۔ جس سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ایسی کہاوتیں یا تو قریباً اُس عہد میں ترجمہ کی گئی ہیں۔ جس عہد میں اُن دونوں قوموں کا آپس میں میل وجول یا تبادلہ خیالات ہوا تھا۔ اور یا ایسے زمانہ میں جبکہ اُس دوسری قوم نے بذریعہ فتوحات ملکیہ و اشاعت مذہبیہ یا تجارت اور سیاحت کے اُس دوسری قوم اور دوسرے

ملک میں تصرفات کی بنیاد رکھی تھی۔

مثلاً

(۱) اٹھ دی لہائی چڑھائی ہر وو لعنت۔

تشریح۔

لعنت کا لفظ اس ضرب المثل میں یاد دلاتا ہے کہ یہ ضرب المثل اُس زمانہ میں بنی ہے۔ جب کہ مسلمانی الفاظ نے ہندی زبان میں تصرف کیا۔ اس صورت میں اس کی تدوین کا زمانہ مسلمانوں کے ہندوستان میں آنے سے بعد کا ہی قرار دیا جائے گا۔

(۲) آپ پاولانی تے نفر لنگاہ۔

تشریح۔

لنگاہ ہندوستان کی قوم نہیں ہے۔ بلکہ ایک دوسرے ملک کی جو شروع شروع مسلمانی عہد میں ہندوستان میں وارد ہوئی۔ بایں حالات یہ کہا جائے گا کہ ہندوستان میں لنگاہ قوم کے آنے کے بعد یہ ضرب المثل کہی گئی ہے۔

(۳) اندھیاں حوراں کانے فرشتے۔

تشریح۔

لفظ حور اور فرشتہ دلیل اس بات کی ہے کہ مسلمانی دور کے بعد یہ کہاوت بنائی گئی ہے یا اس کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

(۴) گھوڑ کوار راضی تے کی کرسی مُلّاں قاضی۔

تشریح۔

الفاظ۔ راضی۔ مُلّاں۔ اور قاضی اسلامی الفاظ ہیں۔ ان کا اس ضرب المثل میں لایا جانا

دلیل ہے اس خیال کی کہ اسلامی دور کے بعد یہ ترکیب پائی ہے۔ (گھوٹ لفظ ملتانی ہے۔ جس کے معنے خاوند کے ہیں۔)

(۵) پتر فقیر نی دا چال اہدیاں وی۔

تشریح۔

لفظ فقیر ہندی لفظ نہیں ہے یا تو یہ بذریعہ ترجمہ کے لایا گیا ہے۔ اور یا اسلامی دور میں اس کی بنا پڑی ہے۔

(۶) پیر بہت خلیفیاں دا مونہہ کالا۔

تشریح۔

اس میں بھی لفظ خلیفیاں اس امر پر دال ہے کہ اسلامی دور کے بعد اس کی ترکیب عمل میں آئی ہے۔

(۷) بغل میں یار ہو کا شہر بازار۔

تشریح۔

لفظ بغل بھی ہندی نہیں فارسی الفاظ کی حکومت میں یا اس کے بعد اس کی تدوین ہوئی ہے۔

(۸) مُنہ موساں کر توت شیطاناں۔

تشریح۔

اس میں لفظ موسان اور شیطانان ایک خاص زمانہ کی تائید کرتے ہیں۔

(۹) گھر کفن ناں تے مرویاں دیاں ہوساں۔

تشریح۔

اس میں بھی الفاظ۔ کفن۔ مردہ۔ اور ہوس استدلال بالا کی تائید میں ہیں۔

(۱۰) مسیتاں بنیاں ناں تے اندھے اگوں ہی آگئے۔

تشریح۔

لفظ مسیت جو مسجد کا بگڑا ہوا ہے مفہوم بالا کا کافی طور پر اظہار کر رہا ہے۔

(۱۱) چٹی ڈاڑھی تے ناں دلبر۔

تشریح۔

لفظ دلبر ایک خاص زمانہ کی خبر دے رہا ہے۔

(۱۲) حبٹ ملوک تے گونگلوں وانگ اُجاڑا۔

تشریح۔

اس میں لفظ ملوک خاص زمانہ کی شہادت ہے۔

(۱۳) لکھ کھٹیا ڈومنی جے ڈوم سلامت آیا۔

تشریح۔

لفظ سلامت اسلامی دور کی سند پیش کرتا ہے۔

(۱۴) ماں تلے مسافراں دا آٹا تے پتر کہیاں مارے۔

تشریح۔

اس میں لفظ مسافر ثابت کر رہا ہے کہ اس کی تدوین ایک خاص زمانہ میں ہوئی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ ماں تو مسافروں کا آٹا گوندھ رہی ہے اور لڑکا اُس پر خوش ہو رہا ہے۔ گویا اپنا ہی آٹا ہے۔

(۱۵) قبر کتے دی غلاف مشرو دا۔

تشریح۔

اس میں دو لفظ - قہر - اور غلاف دورِ ثانی کے الفاظ ہیں جن سے یہ پتہ لگ سکتا ہے کہ اس دورِ ثانی میں اس کا وجود عالم وجود میں آیا ہے۔

(۱۶) تسبیح پھیرے تے جھگی ہیرے -

تشریح -

یا تو مالا کا ترجمہ تسبیح کیا گیا ہے - اور یا تسبیح سے ہی اس کی ترکیب کی گئی ہے - دونوں حالتوں میں یہ ثابت ہے کہ یہ زمانہ اسلامی کی موضوعہ ہے -

(۱۷) عیدوں بعد تنبا پھوکنا ہے -

تشریح -

لفظ عید کہہ رہا ہے کہ یہ ضرب المثل کب اور کیسے واقعات سے اخذ کی گئی ہے -

(۱۸) نیت صاف مراداں حاصل -

تشریح -

الفاظ نیت - صاف - مراد - اور حاصل میں سے کوئی بھی ہندی لفظ نہیں ہے - ظاہر ہے کہ یہ ضرب المثل اسلامی دور میں بنائی گئی ہے -

(۱۹) جُج نال لج -

تشریح -

لفظ جُج - حُجت سے بنایا گیا ہے - جس کے معنے جھگڑا ہیں لج کے معنی سخت اُلجھن اور لڑائی کے ہیں - لفظ حجت ہندی نہیں یہ ظاہر کر رہا ہے کہ یہ کہاوت مسلمانوں کے ہندوستان میں آنے پر بنائی گئی ہے -

(۲۰) رن سوڑ واجن -

تشریح۔

جن لفظ عربی ہے جو مسلمانوں کے ساتھ ہندوستان کی دھرتی میں آیا۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ جس طرح جن کے سایہ سے حالت اور خیال بدل جاتا ہے۔ اور انسان اپنے آپ میں نہیں رہتا اسی طرح بیوی بھی لحاف کا جن ہے۔ یعنی جب وہ پاس ہوتی ہے تو سب خیالات میں تبدیلی ہونے لگتی ہے۔ اور اس کا اثر بڑھتا جاتا ہے۔

(۲۱) جلے دے ارائیں او ہو چورتے او ہو سائیں۔

تشریح۔

تحصیل لودھران ضلع ملتان میں جلّا ارائیوں کا ایک گانوں ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ جلے کے رہنے والے ارائیں خود ہی چور ہیں اور خود ہی مالک ہیں۔ اس سے استدلال ہو سکتا ہے کہ اس ضرب المثل کی ترکیب اُس وقت عمل میں آئی ہے جب موضع جلا آباد ہو چکا تھا۔

(۲۲) لوٹے وچہ دانے کدن کٹانے۔

تشریح۔

برتن میں غلّہ اور کٹانے خوشیاں منائیں۔

کٹانا ایک قوم ہے جو اکثر ملتان۔ مظفر گڑھ۔ ڈیرہ غازیخاں۔ میاں والی کے اضلاع میں پائی جاتی ہے۔ یہ اصل میں خاکروب تھے۔ مسلمان ہونے پر ان کا نام کٹانا مشہور ہو گیا یہ ضرب المثل پتہ دیتی ہے کہ اس کی بنیاد اُس زمانہ میں رکھی گئی جب خاکروب اسلام لا چکے تھے۔

(۲۳) نرم مدعی تا فضل خدا سخت مدعی تا قہر خدا۔

تشریح۔

اس میں سب الفاظ تقریباً عربی فارسی ہیں اس سے دو استدلال ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اسلامی دور میں اس کی ترکیب عمل میں آئی۔ اور دوسرے یہ کہ اُس وقت یہ کہی گئی۔ جب باضابطہ مدعی اور مدعا علیہ تیار ہو کر مقدمات کے فیصلہ کا دور شروع ہُوا۔

ان تمام امثلہ سے گو کسی خاص شخص کا نام بہ حیثیت واضع کے نہ سمجھا جا سکے۔ لیکن یہ پتہ لگ سکتا ہے کہ ایسی ضرب المثلوں کی بنیاد تقریباً کس زمانہ میں رکھی گئی اور کن خیالات اور کن واقعات کا ان میں نچوڑ لیا گیا ہے۔ اور کس تبادلہ خیالات سے یہ کلیات پیدا ہوئے ہیں ہماری رائے میں ہر ایک زبان کی کہاوتوں میں سے جستہ جستہ ایسا ہی تاریخی استدلال ہو سکتا ہے۔

ہم تمثیل کے طور پر عربی زبان کی چند ایسی ضرب المثلیں نقل کرتے ہیں جن کی بابت خاص کوشش سے اہل عرب نے یہ پتہ لگایا ہے کہ اُن کی تکوین کیسے یا کیونکر ہوئی۔

(۱) ابرّ من العلّس۔

ترجمہ۔ علّس سے بہت فرماں بردار۔

تشریح سند۔

ایک آدمی عرب میں علّس نامی تھا وہ اپنی ماں کا نہایت ہی فرماں بردار تھا۔ اُسے گردن پر اُٹھائے پھرتا تھا۔ ہر سال اپنی پشت پر اُٹھا کر حج پر لے جاتا تھا۔ لوگوں نے اور ذریات کی تحریص و ترغیب کے لئے اُس کے نام سے ایک کہاوت ہی بنالی۔

(۲) اعطش من شعالہ

ترجمہ۔ وہ شعالہ سے بھی زیادہ پیاسا ہے۔

تشریح سند۔

بقول ابن اعرابی شعالہ بنی مجاشع سے ایک شخص تھا جس نے فرط عطش میں کہتے ہیں کہ بول پی لیا تھا۔

(۳) اجوڈ من ہرم۔

ترجمہ ہرم سے زیادہ بخشش کرنے والا۔

تشریح سند۔

ہرم عرب میں ایک شخص تھا جو پورا نے مال اسباب کی بخشش کیا کرتا تھا۔ جو بوجہ کہنگی اور بوسیدگی کے کام کے نہ رہتے تھے۔ جو شخص ناکاری اشیاء کی بخشش کرتا ہے۔ اُسے عرب میں اس ضرب المثل سے یاد کرتے ہیں۔

(۴) احلم من احنف۔

ترجمہ۔ احنف سے بھی زیادہ تر حلیم۔

تشریح سند۔

ضحاک بن قیس کو جس کا پاؤں اندر کی طرف جھکا ہوا تھا۔ احنف کہا کرتے تھے۔ اپنے زمانہ میں حلم بردباری اور درگذر میں مشہور تھا۔ اُس کے نام سے یہ ضرب المثل وضع کی گئی۔

(۵) ازکن من ایاسٍ۔

ترجمہ۔ ایاس سے دانا تر ہے۔

ایاس عبدالعزیز کے عہد میں بصرہ کا قاضی تھا۔ اور مقدمات کے فیصلہ اور تنقیح میں اُسے خاص ملکہ تھا۔ اُس کی شہرت انصاف اور عدل کی وجہ سے اُس کے نام سے ایک ضرب المثل ہی بنائی گئی۔

(۶) اشئم من البوس۔

ترجمہ۔

لبوس سے بھی زیادہ ترمنحوس۔

تشریح سند۔

بنی تمیم میں سے لبوس ایک عورت اپنے چند امتیازات کی وجہ سے مشہور تھی۔ اُس کی وجہ سے بنی تغلب اور بنی بکر میں چالیس سال تک لڑائی رہی اس واسطے لبوس نحوست کے اعتبار سے قوم اور ملک میں ضرب المثل ہوگئی۔

(۷) اضل من موادرۃ۔

ترجمہ۔ موادرۃ سے بھی زیادہ گمراہ۔

تشریح سند۔

دور اسلام سے پہلے عرب بعض وقت لڑکیوں کو زندہ دبا دیتے تھے اور اس فعل کا نام موادرۃ تھا۔ اس نسبت سے یہ ضرب المثل بن گئی۔ جو شخص قسی النسب ہوتا ہے اُس کی نسبت یوں کہتے ہیں۔

(۸) اطمع من اشعب۔

ترجمہ۔ اشعب سے بھی زیادہ تر طامع۔

تشریح سند۔

اشعب عبداللہ بن زبیر ایک شخص کا نام ہے۔ یہ ایک خوش مزاج شخص تھا۔ لڑکے ہمیشہ اُس کے ارد گرد رہ کر ذرا ذرا تکلیف دیا کرتے تھے۔ ایک دن لڑکوں نے کہا کہ اے اشعب آج فلاں شخص کے گھر شادی کی دعوت ہے۔ اشعب دوڑا اور اُس گھر میں جا پہنچا۔ اس فعل بد و ذلیل و طمع شمند کی وجہ سے اُس کی یہ طامعانہ حرکت قوم اور ملک میں ضرب المثل ہوگئی۔

(۹) اعیی من باقل۔

ترجمہ۔ باقل سے بھی زیادہ تھکا ہوا۔

تشریح سند۔

باقل بنی ربیعہ میں سے ایک شخص تھا جس کی زبان میں لکنت تھی۔ اُس نے ایک روز گیارہ درہم کو ایک ہرن خریدا۔ اور بغل میں دبائے گھر کی طرف چلا جاتا تھا۔ راہ میں کسی نے پوچھا کتنے میں خریدا ہے۔ چونکہ بولنے سے عاجز تھا دونوں ہاتھ اُٹھا دس اُنگلیاں کھول اور زبان نکال کر سمجھایا کہ گیارہ درہم کو اس حرکت مضطربانہ سے ہرن بغل سے نکل کر بھاگ گیا۔ اور قوم و ملک میں یہ ضرب المثل زبان زد عامہ ہوگئی۔

(۱۰) غشک خیرٌ من سمین غیرک۔

ترجمہ۔ اپنی ادنے چیز غیروں کی اعلیٰ چیز سے بہتر ہے۔ یا اپنا دبلا غیر کے موٹے سے بہتر ہے۔

تشریح سند۔

معن بن عطیہ نے غوب کے ایک گروہ پر فتح پائی۔ ایک شخص میدان کارزار میں زخمی دیکھا اور اُسے اُس کی درخواست پر اُس کے گھر پہنچا دیا۔ دوسری لڑائی میں معن بھی قیدیان خبگ میں آگیا۔ وہی آدمی جسے معن نے بحالت زخمی ہونے کے اُس کے گھر پہنچایا تھا۔ اتفاقاً آنکلا۔ اُس نے اپنے سردار قوم سے کہا کہ اس شخص نے اُسے ہلاکت سے پہلی خبگ میں بچایا تھا۔ دو چند عوض سے چھوڑنا چاہیئے۔ معن سے پوچھا گیا کہ ایک اور آدمی بھی تمہارے ساتھ چھوڑا جا سکتا ہے۔ کسے چھوڑیں معن نے اپنے بھائی کا نام لیا اور چھوڑا کر لے گیا۔ دوسرے قیدیان خبگ نے طعن سے کہا کہ معن اپنا بے وقوف بھائی تو چھوڑا کر لئے جاتا ہے۔ اور سردار قوم کا کچھ خیال نہ کیا۔ اس واقعہ پر یہ ضرب المثل گھڑلی گئی۔

(۱۱) مواعید عرقوب۔

ترجمہ۔

عرقوب کے وعدے۔

تشریح سند۔

عرقوب ایک شخص عرب میں تھا جو کذب و افترا میں ایک خاص شہرت رکھتا تھا۔ اُس کے عمل کذب سے یہ ضرب المثل بنائی گئی۔

ان ضرب المثلوں کی تدوین چند واقعات سے ہوئی ہے یہ دلیل اس امر کی ہے کہ اکثر ضرب الامثال کی تدوین واقعات سے بھی ہوتی ہے۔ لیکن یہ کوئی کلیہ نہیں۔ محض ایسے اقوال سے بھی ہوتی ہے کہ جو کسی خاص واقعہ سے متعلق نہیں ہوتے۔

(۱) سبق السیف العذل۔

ترجمہ۔

ملامت سے تلوار پہلے ہی چل گئی۔

تشریح تکوین۔

اس ضرب المثل سے کسی واقعہ کا پتہ نہیں لگتا۔ یہ عام طور پر اطلاق پاکر ضرب المثل کے قالب میں ڈھالی گئی ہے۔

(۲) من یشتری سیفی وہذا اثرہ۔

ترجمہ۔

میری تلوار جس کا یہ اثر ہے کون خریدتا ہے۔

تشریح تکوین۔

حارث بن ظالم نے پہلے پہل یہ الفاظ کسی موقعہ پر بولے تھے۔ رفتہ رفتہ ایک ضرب المثل کے رنگ میں آتے گئے۔

(۳) من کتم سرہ کانت لہ الخیرۃ فی امرہ۔

ترجمہ۔

جس نے اپنا کام پوشیدہ کیا۔ اُس کو اختیار ہے جس طرح چاہے اپنا کام کرے۔

تشریح تکوین۔

سب سے پہلے یہ کلام رامن ابن الہول کے موہنہ سے نکلا تھا۔ رفتہ رفتہ ضرب المثل کی صورت میں آگیا۔

ممکن ہے کہ اُردو۔ پنجابی۔ فارسی ضرب الامثال میں سے بہت سی ضرب المثلیں ایسی نکل سکیں کہ جن کی تکوین اور تدوین کا وقت اور واضع یا مدون کا نام معلوم ہو سکے۔ بعض لوگ بعض کہاوتوں کی نسبت کچھ کچھ بیان کرتے ہیں۔ ہم ان اجزا میں یہ بحث نہیں چھیڑتے علٰحدہ کسی اور موقعہ پر ایسی کہاوتوں کا مجموعہ بھی پیش کرنے کی کوشش کی جا سکتی ہے۔

اور ہماری رائے میں یہ چنداں ضروری ہی نہیں ہے۔ گو اس سے تاریخی رنگ میں ضرب الامثال کی مزید تکمیل اس سے متصور ہے۔ لیکن اثار ضرب الامثال میں ایسی تکمیل کا نہ پایا جانا حارج نہیں ہے۔ عام لوگوں کے لئے تو اس کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔ علمی گروہوں میں اس کی ضرورت ہے کہ وہ کہاوتوں کے وقت اور واضعین سے شعری اصول پر واقفیت حاصل کریں۔

عمومیت امثال

اس قدر شاعری اور موسیقی کے تصرفات نہیں ہیں۔ جس قدر کہاوتوں کے ہیں۔ شاعری اور موسیقی ذرا سمجھدار گھرانوں میں دخل و قبض رکھتی ہے۔ کہاوت کا جادو ہر کہ و مہ جاہل و عالم

پر چلتا ہے۔ بچہ سے لیکر جوان تک اور عورت و مرد دونوں اس کے نام لیوا ہیں۔ چینی اس کے شیدائی ہیں۔ جاپانی اس کے فدائی۔ عربی اس کے نام لیوا۔ رومی شامی اس کے مشتاق۔ ہندی اس کے حامی۔ اور یورپین اس کے چاہنے والے۔ امیروں کے گھروں میں تو ایسا ہی دخل ہے۔ جیسے غریبوں کی جھونپڑیوں میں ایک بادشاہ کی زبان پر بھی اس کی حکومت ہے۔ اور ایک مزدور کے دل میں بھی اس کا جبروت اور تسلط پایا جاتا ہے۔ کوئی سے خطے لو اور کوئی سے ملک اور کوئی سی قوم اس کا فیضان اور اس کا وجود ہر شعبہ میں موجود ہوگا۔ جہاں ہزاروں اور لاکھوں باشندے بستے ہیں وہاں بھی یہ پائی جائے گی۔ اور جہاں دو چار سڑے گلے چھپر ہیں وہاں بھی اس کی رسائی ہے۔ اگر اسے ہر مسالہ پیلا مول کہیں تو کچھ بیجا نہ ہوگا۔

کون سی ایسی زبان ہے۔ جس پر اس کا تصرف نہیں۔ اور کون سا ایسا لغت ہے۔ جس سے اس کی رسائی نہ ہو۔ جہاں انسان گئے۔ جہاں آدمیوں کا بسیرا ہوا وہاں یہ بھی ساتھ ہی گئی۔ شادیوں میں یہ موجود۔ غمیوں میں اس کی رسائی۔ خوشیوں ملاپوں میں اس کی یاد لڑائیوں۔ بول چال میں اس کا تذکرہ۔ راتوں میں اس کا ذکر۔ دنوں میں اس کی کہانی تنبیہہ کی پیش رو۔ اور نصیحت کی رہ نما۔ مردوں کا زیور۔ اور عورتوں کا سنگھار۔ جہاں شعر کی دال نہیں گلتی اور جہاں نظم کے پر جلتے ہیں وہاں کہاوت کی دسترس ہے۔ نہ اُسے کوئی یاد کرتا ہے۔ اور نہ اُسے کوئی پڑھتا پڑھاتا ہے۔ نہ وہ تعلیم گاہوں میں جاتی ہے اور نہ کسی نصاب میں اس کی پوچھ گچھ۔ اور آؤ بھگت ہے۔ اس کی کھپت آپ ہی آپ ہوتی ہے۔ اور وہ خود بخود ہی دلوں اور حافظہ میں جگہ لیتی ہے۔ ہم مان لیں گے کہ شعر نے بھی بہت کچھ تصرف کیا ہے۔ لیکن جن گھرانوں میں کہاوت کی دسترس ہے وہاں

شعر بھی کم ہی پہنچا ہے۔ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ شعری افسون اور شعری جذبہ کہاوت کے جذبہ اور افسون سے کہیں زیادہ اور زور آور ہے۔ لیکن اس سے عمومیت کہاوت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ایک جاہل کو شعری دنیا یا شعری فیضان سے محروم ہوتا ہے۔ لیکن کوئی نہ کوئی کہاوت ضرور اُس کو حفظ ہوتی ہے۔ خلاف اس کے اکثر پڑھے لکھے ایک کہاوت بھی یاد نہیں رکھتے۔ تمثیلاً پڑھے لکھے ہی شعر پڑھتے یا سناتے ہیں۔ لیکن ضرب الامثال کی طنابیں عرصہ جہالت تک بھی جا پہنچتی ہیں۔ گو اشعار کی تعداد دنیا میں کہاوتوں سے کہیں زیادہ ہو۔ اور دن بدن اُس میں ترقی ہوتی جاتی ہو۔ لیکن پھر بھی جس قدر زبان زد کہاوتیں ہیں اُس قدر شعر نہیں ہیں۔ یا تو اس کا یہ سبب ہے کہ اشعار کا سمجھنا اور یاد رکھنا خاص خاص حافظوں سے متعلق ہے۔ اور یا یہ کہ کہاوتیں زیادہ تر عام فہم واقعہ ہوئی ہیں اور بر موقعہ اُن کا اطلاق زیادہ تر موزون معلوم دیتا ہے۔

جن قوموں میں تعلیم کا زیادہ رواج ہے۔ اُن میں بھی شعری اطلاق بمقابلہ کہاوتی اطلاق کے نسبتاً کم ہی رہا ہے۔

وسعت امثال

امثال کی وسعت باعتبار تلخیص مضامین اور ایجاز مطلب اور احصار واقعات کے شعری وسعت سے کسی صورت میں کم نہیں۔ بلکہ بعض کے خیال میں شعری وسعت سے کہیں زیادہ ہے۔

اخلاقی۔ مذہبی۔ معاشرتی۔ تمدنی۔ معادی۔ تجارت۔ بیوپار۔ ملازمت۔ عدالت وانصاف ظلم وستم اور زراعت وغیرہ سب مطالب ضرب الامثال کی وسعت حاوی ہے

چونکہ ضرب المثلوں کی بنیاد واقعات پیش آمدہ اور امور معاشرت پر رکھی گئی ہے۔ اس واسطے ہر ایک قسم کے واقعات اور فردیات پر ضرب المثل کا احتوا لازمی تھا۔ جدھر جدھر انسانی واقعات انسانی فردیات اور موجوداتی کیفیات جائیں گی۔ اُسی طرف ضرب الامثال کا دائرہ بھی وسیع ہوتا جائے گا۔ بے شک بعض مطالبات پر ضرب الامثال نہیں ہوں گی۔ لیکن اس سے ضرب الامثال کی وسعت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ کیونکہ کسی وقت اُن پر بھی کہی جائیں گی۔

ضرب الامثال کی وسعت اس واسطے بھی شعری وسعت سے کسی قدر مشکل واقعہ ہوئی ہے کہ شعری دنیا میں محض خیالات سے ہی کام لیا جاتا اور لیا جا سکتا ہے۔ لیکن ضرب المثل میں صرف واقعات پیش آمدہ پر ہی بحث ہوتی ہے۔ بہت کم ضرب المثلیں ایسی نکلیں گی جو محض خیالی ہوں۔

اگر چند ایسی نکلیں گی بھی تو اُن کا ماخذ ضرور کوئی نہ کوئی ذاتی یا سماعی واقعہ ہوگا۔ ضرب المثل کہنے والے کے لئے یہ ایک بڑی مشکل ہے کہ ضرب المثل وضع کرنے سے پہلے اُسے چند واقعات کا اقتباس کرنا پڑتا ہے۔ اور اُن کا عملی نتیجہ دیکھنا۔ جب تک ایسا نہ ہو کوئی ضرب المثل مشین وضع میں ڈھلتی نہیں۔ جب ایک شخص یہ ضرب المثل کہتا ہے

ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا۔

تو اُس کے لئے لازمی ہے کہ وہ ایسے واقعہ سے واقف ہو کہ جس میں ایک شخص بذات خود قابل نہ ہونے پر معذوری کا ایک فضول عذر کرتا اور دوسرے پر الزام لگاتا ہے۔ یہ استدلال صرف خیالاً نہیں ہو سکتا۔

مماثلات امثال

گو ایک شے یا ایک طریق عمل دوسری شے یا دوسرے طریق عمل کے مشابہ نہیں ہوتا لیکن کبھی کبھی چند شیئوں یا بعض طریق عملوں میں مماثلت ضرور ہوتی ہے۔ ایسی مماثلت مندرجہ ذیل صورت سے باہر نہیں ہوتی۔

(۱) وضعی۔

(۲) مفہومی۔

(۳) استدلالی۔

امثال کے بھی مماثلات ہیں۔ یعنی

" اصول - گُر۔

" تمثیل - نظیر۔

" قول - مقولہ - بچن۔

" شعر۔

" دوہا۔

مختلف امور کی بابت دنیا میں بہت سے اصول اور گُر مقرر کر لئے گئے ہیں۔ اور اُن کا مختلف جملوں اور فقروں میں اظہار کیا گیا ہے۔

جیسے سانچ کو آنچ نہیں۔

" غرور بُری شے ہے۔

" کہ کر دینا فت۔

جیسے بُرے کا انت بُرا۔

" نیکی کن مدریا انداز

اگرچہ یہ اصول اور یہ گُر بھی مختلف تجربوں۔ واقعات اور سانحات سے نکالے گئے ہیں۔ اور یہ بھی کسی تفصیل کا خلاصہ ہیں۔ لیکن انہیں حقیقتاً ضرب المثل نہیں کہا جاسکتا۔ گو ان میں ضرب المثل کا رنگ موجود ہے لیکن بجائے خود یہ ایک گُر اور اصول ہیں۔ اور انہیں بطور ایک مسلّمہ صداقت کے مانا جاتا ہے۔ جیسے ہندسی شکلوں پر اعتبار کیا جاتا ہے۔ ویسے ہی ان پر بھی اعتبار کرتے ہیں۔

مثل۔ تمثیل اور نظیر۔ تینوں میں فرق ہے۔

ضرب المثل تو ایک واقعہ کا نچوڑ یا خلاصہ معہ استدلالی نتیجہ کے ہے۔ جیسے۔ سو سیانیاں اکو بات۔ اور وہ پہلے سے مدوّن ہوتی ہے۔

تمثیل وہ ہے جو کسی موقعہ پر حقیقتاً یا فرضاً ایک واقعہ کے اثبات کے وسطے لائی جاتی ہے تمثیل کے لئے ضروری نہیں کہ وہ کسی پہلے واقعہ کا استدلالی نتیجہ ہو۔ ضرب المثل ہر وقت نہیں گھڑی جاسکتی۔ کیونکہ اُس کا وجود ایک واقعہ کے بعد ہوتا ہے۔ لیکن تمثیل ہر وقت پیش کی جاسکتی ہے۔ اور اس میں ایک امر جزی سے جزی پر حکم کیا جاتا ہے۔

نظیر وہ ہے کہ جو بالخصوص بیان کی جاتی ہے۔ اور جس کے لانے سے یک پیش آمدہ واقعہ کا بالتخصیص ثابت کرنا مقصود ہے۔

قول۔ مقولہ۔ بچن سے وہ ملفوظات مراد ہیں جو ایک خاص شخص کیطرف منسوب ہوتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ ایسے جملے عام طور پر تسلیم کئے جاتے ہوں۔ اُن کے ایراد سے ایک خاص شخص کا استدلال مراد ہوتا ہے۔

شعر وہ ہے جو تعاریف شعری کے ماتحت واقعہ ہو۔ ایسی تعریفیں جن کی مطابق کوئی اور ترکیب بالجامعیت نہ کی جا سکے۔

جن جن ملکوں اور قوموں میں ضرب الامثال کی تنقید کسی اصول سے نہیں ہوئی۔ اُن میں یہ مماثلات بھی ضرب الامثال میں شامل کر لئے گئے ہیں۔ یہ ایک اشتمال بیجا ہے۔ انہیں کسی صورت میں بھی ضرب المثل نہیں کہا جا سکتا۔ گو اُن کے اور ضرب الامثال کے بعض اجزا یا مفہوم میں کبھی کبھی توارد ہو جاتا ہے۔ اور اُن سے بھی بادی النظر میں ضرب المثل کا مفہوم ظاہر ہوتا ہے۔ مگر دراصل وہ ضرب المثل نہیں ہیں۔ بلکہ تمثیل۔ نظیر۔ قول۔ مقولہ یا شعر ہیں گو معانی کے اعتبار سے اُن پر ضرب المثل کا شبہ گذرتا ہے۔ مگر انہیں ضرب المثل نہیں کہا جا سکتا۔ ایک قول یا ایک مقولہ بہرحال ایک قول یا مقولہ ہے۔ مثل نہیں ہے۔

معیار امثال

شعر کے لئے ہمارے پاس عروض۔ یا ہر ایک ملک اور قوم کا پیمانہ شعری) ایک معیار موجود ہے اُس معیار کے ذریعہ سے ہم ہمیشہ قرات۔ سماعت دونوں طریق سے نثر اور شعر میں بآسانی تمیز کر سکتے ہیں۔ امثال کو اُن کے مماثلات سے نکھیڑنے اور تمیز کے لئے کوئی ایسا معیار نہیں جس پر کلی بھروسہ کیا جا سکے۔

گو ضرب المثل کی تعریف سے کوئی نہ کوئی معیار مقرر کر سکتے ہیں۔ مگر سچ یہ ہے کہ اس طریق عمل سے بھی جامع معیار کا ملنا مشکل ہے۔ مختصر سے مختصر تعریف ضرب المثل کی یہ بھی کی گئی ہے کہ

"جب بہت سے مقدمات مرتب ہوتے ہیں تو اُن کے نتیجہ سے ضرب المثل بنتی ہے۔

اس تعریف سے ہمیں تھوڑا سا پیچھے ہٹ کر یہ دیکھنا چاہئے کہ کن کن موجزات میں بہت سی مقدمات کا پتہ ملتا ہے۔ اقوال۔ مقولات۔ تماثیل۔ نظائر۔ اشعار۔ دوہوں میں بھی چند مقدمات کا پتہ ملتا ہے۔ لیکن اُن کے مقدمات اور مقدمات ضرب المثل میں فرق ہے ان کے مقدمات اکثر اوقات بادی النظر میں معلوم نہیں ہو سکتے۔ لیکن ضرب المثل کے مقدمات کا خلاصہ در خلاصہ اکثر ضرب المثل کے اول یا دوم رکن میں ہی متضمن ہوتا ہے کبھی پہلے رکن میں اُس کا نشان ملتا ہے۔ اور کبھی دوسرے میں۔ کبھی الفاظ سے ہی اُس کا اظہار ہوتا ہے اور کبھی معانی سے اُس کا کھوج لگاتے ہیں۔ دیگر صورت سے تمیز کرنے کے لئے طرف یہ ایک استقرائی معیار ہو سکتا ہے کہ ضرب المثل وہ ہے۔

" جو اپنے کل یا بعض مقدمات اپنے ساتھ ہی رکھتی ہو۔

" جس کا رکن اول یا رکن دوم عموماً بطور موجبہ یا سالبہ کے واقعہ ہو۔

" جو ایک رائے اور خیال کی صورت میں نہ ہو۔ بلکہ بطور گزشتہ تجربوں کے استدلالی نتیجہ کے

" جس کی تفصیلی ترکیب بھی صورت موجزہ رکھتی ہو۔

" جس کے دونوں جزو لازم ملزوم ہوں۔

ان اصول کے مطابق ہم ضرب الامثال اور دیگر صورتیں تمیز کر سکتے ہیں۔

اس معیار سے معلوم ہو سکے گا کہ کس قدر اقوال اور مقولات یا تماثیل اور نظائر اور اشعار یا دوہے ضرب المثل کے دائرہ میں منتقل کر دیئے گئے ہیں۔ جس سے ضرب الامثال کی تعداد میں گو ترقی تو معلوم ہوتی ہے۔ لیکن یہ بعینہٖ ایسی ہی شماری ترقی ہے جیسے کہ ضرب الامثال کو بھی مد اشعار میں شمار کر لیا جائے۔ یہ ترقی نہیں بلکہ اختلاط ناجائز ہے۔ اس اختلاط بے ربط کی وجہ یہ ہے کہ دراصل علمی دنیا میں اب تک ایک ضابطہ کی پابندی سے ضرب الامثال

کی حیاءت اور تکمیل کا خیال پیدا ہی نہیں ہُوا۔ گو باعتبار ابتداء زمانہ ضرب المثلوں کا بھی وہی حق ہے۔ جو شعری ذریات کا ہے۔ لیکن ان کی بدقسمتی انہیں اب تک پیچھے ہی رکھتی رہی ہے جب تک کوئی علمی شاخ دوسری شاخوں سے الگ ہوکر معرض ترقی اور عرصہ تکمیل میں نہ آئے تب تک اُسے واقعی ترقی نصیب نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ علمی معرکوں میں تمیز ہی ترقی کا ایک اصلی گُر ہے۔

اب ہم چند تمثیلیں ایسی دیتے ہیں جن سے یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ یہ صورتیں دراصل ضرب المثل نہیں ہیں۔ بلکہ ایک اشتمال بیجا۔

(۱) دھیلے سر کم کڈھنا چاہیدا ہے۔

(۲) اپنے پیریں آپ کوہاڑا مارنا۔

(۳) قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھنا۔

(۴) شیخ چلی دیاں گلاں۔

(۵) ضرور دال وچہ کالا کالا ہے۔

(۶) علاج سے پرہیز بہتر ہے۔

(۷) صبر کل رنجوں کی دوا ہے۔

(۸) ضرورت کے وقت گدھے کو باپ کہتے ہیں۔

(۹) پڑھا اور استعمال نہیں تو کس کام

(۱۰) علم چندان کہ بیشتر خوانی ٭ چوں عمل در تو نیست نادانی ٭

(۱۱) تندرست نوں سارکی دو کھڑے دی۔ جا کے پچھ لے کسی بیمار کولوں۔

یہ چند تمثیلیں پنجابی۔ اُردو اور فارسی کی ظاہر کر سکتی ہیں کہ یہ یا تو۔

" رائیں ہیں۔

یا قول۔

یا شعر۔

ان کی وہ جامعیت اور وہ حقیقت نہیں جو ضرب الامثال کی ہوتی ہے۔ چونکہ یہ ضرب المثلوں کے مضامین کے اعتبار سے کسی نہ کسی قدر مماثل واقع ہوئی ہیں۔ اس واسطے انہیں مذ ضرب الامثال میں رکھ لیا گیا ہے۔ ورنہ اگر اصلیت دیکھی جائے تو یہ کہنا ہی پڑے گا کہ یہ بجائے خود مقولات رائیں اور اشعار ہیں۔ ضرب الامثال نہیں ہیں۔

کثرت استعمال کی وجہ سے رفتہ رفتہ سلسلہ ضرب الامثال میں داخل ہوتی گئیں۔ گو ان کے اپنے ٹھکانے بھی مقولات۔ تماثیل۔ نظائر اور اشعار میں موجود ہیں۔ اور اُدھر بھی ان کا اپنے اپنے موقعہ پر شمار ہوتا ہے۔ اور ان سے اُن سلسلوں میں بھی کام لیا جاتا ہے۔ مگر اس طرف بھی انہیں شمار کر لیتے ہیں۔ جیسے اشعار کو نثر میں تذکرۃً یا مثالاً لے آتے ہیں۔ اور جیسے بعض وقت ضرب الامثال بھی مضامین میں بیان کی جاتی ہیں۔ اس میں حرج تو کوئی نہیں۔ لیکن علمی سلسلوں کی صحت کے لئے بہرحال یہ بھی لازمی ہے کہ اُن کا اصلی شجرہ نسب اور ماخذ بھی باقی اور قائم رکھا جائے۔ گو ایک شعر سو بار نثر میں آئے لیکن شعری کنبہ سے اُس کا جوڑ نہیں ٹوٹتا ہے۔ اور نثری حلقوں میں سوائے اعادہ تمثیلی کے اُسے دخل نہیں ملتا۔ جب ایک ضرب المثل دوسرے سلسلوں میں جاکر اپنا کنبہ یا اپنا سلسلہ نہیں چھوڑتی تو کیا وجہ ہے کہ مقولات اشعار وغیرہ کو ضرب المثل کے سلسلہ غیر میں شامل کر دیا جائے۔

عارضیاً تو ہم یہ مواد ضرب الامثال میں لے سکتے ہیں جیسے کہ نثر میں اشعار لیتے ہیں۔ لیکن لزوماً اُن کا داخلہ خود اُن کے لئے ہی نہیں بلکہ سلسلہ ضرب الامثال کے لئے بھی ہماری رائے میں

ایک غلط ملط ہے - اور اس سے ضرب الامثال کی ترقی اور معقولات و اشعار وغیرہ کی اصلیت اور اپنی شہرت میں فرق آتا ہے - افسوس ہے کہ ہر ایک زبان میں یہ ایک بڑا مشکل اور وسیع السلسلہ کام ہے - ورنہ علمی گروہوں اور ادبی ناموروں کا علمی فرض تو یہ ہے کہ

" ضرب الامثال کا ذخیرہ زوائد سے پاک کر کے خالص ضرب الامثال کا ایک مستقیم سلسلہ قائم کیا جائے - اُن میں آیندہ جب کبھی دیگر صورموجزہ کا داخلہ ہو تو اُسے عاریتاً سمجھا جائے

ایک کتاب ضرب الامثال میں مندرجہ ذیل شعر سلسلہ ضرب الامثال میں شامل کئے گئے ہیں -

(الف) آتش خصم سے جل جاتے ہیں اکثر تر و خشک
یہ وہ ہے کہ ہیں اُس کو برابر تر و خشک

(ب) (۱) غضب شخص ست پنج انگشت دارد
چو خواہد بر کسے آفت گمارد ؛

(۲) دو بر چشمش نہد دیگر دو بر گوش
یکے بر لب نہد گوید کہ خاموش

(ج) نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند
نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

(د) دلبراں نیست کہ موئے میانے دارد
بندۂ طلعت آن باش کہ آلے دارد

(ھ) اے سکندر نہ ڈھونڈ آب حیات

چشمۂ خضر خوش بیانی ہے ؛

(ز) بس قامت خوش کہ زیر چادر باشد
چون بازکنی مادرِ مادر باشد

(ح) بسا آسیا گو غریوان بود ؛
چو بنید مزدورِ دیوان بود ؛

(ط) قارون ہلاک شد کہ چہل خانہ گنج داشت
نوشیرواں نمرد کہ نامِ نکو گذاشت

(ی) اے قناعت توانگرم گردان ؛
کہ ورائے تو ہیچ نعمت نیست

(ک) بلال از حبش سہیل از شام
زخاک مکہ ابوجہل این چہ بوالعجبست

(ل) قدر عیسٰی کجا بداند خر
خرچہ داند بہائے قند و نبات

(م) ہرگز از شاخ بید بر نہ خوری
ہرگز از قصب نے شکر نہ خوری

(ن) آنچہ شیران را کند روبہ مزاج
احتیاج ست احتیاج ست احتیاج

اکثر مجموعہ امثال میں اس قسم کے اقوال - اشعار ملتے ہیں - اُنہیں فرہنگ الامثال میں اس واسطے یا اس اعتبار سے لیا جاتا ہے کہ وہ جامع امثال کے خیال میں

ضرب الامثال ہوتی ہیں۔ میری رائے میں یہ ایک بیجا اختلاط یا ناواجب استعمال ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ایسے اقوال۔ اشعار یا تماثیل میں بھی ضرب الامثال کی طرح ایک تجربہ یا ایک استدلالی نتیجہ اپنے پیرایہ میں بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن اس وجہ سے انہیں ضرب الامثال نہیں کہا جا سکتا۔ اور نہ وہ ضرب الامثال ہو سکتی ہیں۔ ضرب الامثال کے اکثر مضامین شعری سلسلہ سے جا ملتے ہیں۔ اور بعض بعض ضرب المثلیں مقفّٰی اور بارویف بھی ہوتی ہیں۔ اور بعض کا کوئی نہ کوئی وزن اور بحر بھی ہوتا ہے باوجود ان صورتوں کے بھی ایسی ضرب المثلیں شعر یا قول یا تماثیل نہیں کہی جا سکتیں۔ اور نہ انہیں ان سلسلوں میں لے سکتے ہیں۔ ضرب المثلوں کے نکھیڑنے اور ان کے جمع کرنے کا کام اگر صوبہ صوبہ کی جماعتیں اپنے اپنے زبردست ہاتھوں میں لیں۔ اور ایک صوبہ وار کمیٹی میں انہیں نکھیڑا اور جمع کیا جاوے تو یہ ایک ایسا کام ہے جو علمی دنیا کے لئے ایک بے بہا اور زندہ خدمت ہوگی۔ شاید کسی وقت ایسی صورتیں عمل آئیں۔ اور اس شعبہ کی بھی خدا کے فضل وکرم سے سنی جائے ہم تو معبداق۔

" بزن فال نیکی کہ نیک آورد۔

اسے بامید آیندہ چھوڑتے ہیں۔

تصرّف امثال

جیسے اشعار۔ ابیات اور اقوال کا واقعات اور مشاہدات کی تلخیص سے طرز بیان جداگانہ ہوتا ہے۔ اور صریح معلوم ہوتا ہے کہ واقعات کا ہو بہو بیان نہیں ہوا ہے۔ بلکہ متصرفانہ اختصار کیا گیا ہے۔ ایسے ہی ضرب الامثال کا بھی حال ہے۔ ان میں بھی ہو بہو واقعات

اور مشاہدات کے استدلالی نتیجوں کا اکثر براہ راست بیان نہیں ہوتا۔ بلکہ کنایۃً۔ اشارۃً وایجازاً بیان کیا جاتا ہے۔

یہ رنگ اس واسطے اختیار کیا جاتا ہے کہ اگر براہ راست واقعات کا کھلا کھلا بلا کسی مزید نسبت کے بیان کیا جائے تو سامعین پر اُس کا بہت کم اثر پڑیگا۔ اور سامعین بسا اوقات اپنے تئیں ہی مخاطب پاکر بجائے متاثر ہونے کے چڑ جائیں گے۔ نصائح اور تنبیہات یا تحریکات میں ہمیشہ وہی رنگ لینا پڑتا ہے۔ جس میں ایک حکمت عملی سے ابلاغ کیا جائے

ہم چند ضرب المثلیں اس کے ثبوت میں درج کرتے ہیں۔

(۱) منگ پن کے گھنے پائے رن شاہو کا رسڈائے۔

تشریح۔

یہ اُس موقعہ پر اطلاق پاتی ہے۔ جہاں یہ جتانا ہو کہ کسی دوسرے کی شیخی پر کام کریں اور پھر اُس پر اترائیں۔ اس کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ اس مطلب کے اظہار کے لئے کس قدر تصرف کیا گیا ہے۔ بہ مصداق ؎

خوشتر آن باشد کہ سرّ دلبران

گفتہ آید در حدیثِ دیگران

(۲) نہاتی دھوتی رہ گئی تے موہنہ تے مکھی بہ گئی۔

تشریح۔

جس مطلب کے لئے غسل کیا اور کپڑے بدلے تھے وہ پورا ہی نہ ہُوا۔ درمیان میں کوئی اور ہی بکھیڑا آ پڑا۔ مطلب یہ کہ کوشش بھی کی گئی۔ اور کسی روک کی وجہ سے کام بھی نہ ہُوا۔ آخر مایوس ہونا پڑا۔

پنجابی محاورہ میں مونہہ پر مکھی کا بیٹھ جانا کام میں روک پڑنا اور مزاحمت ناگہانی ہونا ہے اور اُس موقعہ پر بھی ایسا کہا جاتا ہے۔ جہاں بطور ایک طنز کے یہ جتانا ہو کہ باوجود اس قدر تعلیمات اور گفت وشنود اور وعادی کے آخر نتیجہ یہ نکلا۔

ناظرین معلوم کر سکتے ہیں کہ اصل واقعہ کا اظہار کس پیرایہ میں اور کن تصرفات کے بعد کیا گیا ہے۔

(۳) کسبت کولیا ندے مغز فوجداراں دا۔

تشریح۔

کام کو ئلوں کا کالا اور مزاج فوجداروں کا رکھنا۔ یہ اُس موقعہ پر کہتے ہیں۔ جب ایک شخص اپنی موجودہ حیثیت کے خلاف کوئی کام کرے۔ خصوص جبکہ ایک بے حیثیت آدمی اپنی حیثیت سے بڑھکر دعوے کرے۔ اور اپنے تئیں باوجود اس کے کچھ سمجھتا ہو۔ کوئلہ فروش اور فوجدار میں فرق جتلا کر اصلیت پر توجہ دلائی گئی ہے۔

(۴) کڑ کڑکنے تے انڈے سکے۔

تشریح۔

یہ اُس موقعہ پر بولتے ہیں جبکہ ایک شخص وعدہ تو کسی کے ساتھ کرے۔ کھائے پیئے کسی جگہ اور وقت پر کام کسی اور کے آوے۔ اصل واقعہ اور اصل حقیقت میں ایک خوش اسلوبی سے تصرف کرکے ایک اور تمثیلی رنگ میں اس حالت کا اظہار کیا گیا۔ اور شرم دلائی گئی ہے۔

(۵) گھر قصائی دا تے ناں دھرم سال۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ افعال تو ظالمانہ اور کردہ ہیں۔ اور اُن کی تاویل رحیمانہ رنگ میں کی جاتی ہے۔ جیسے کہ کوئی قصائی اپنے گھر کا نام دھرم سال رکھے۔ اصلی حقیقت کا اظہار

تصرفانہ رنگ میں ظاہر کیا گیا ہے۔

(۶) مونہہ مُلّاں دا۔ اکھیں چوردیاں۔

تشریح۔

مونہہ تو مُلّا کا ہے۔ لیکن آنکھوں سے چوٹا معلوم ہوتا ہے۔ یہ اُس حقیقت کا بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص دل سے کچھ زبان سے کچھ قول سے کچھ اور فعل سے کچھ ہو

(۷) ڈھڈھ بُکھ مرے عشق ٹیں ٹیں کرے۔

تشریح۔

کھانے پینے کو جُڑتا نہیں اور عشق بازی کا دم مارا جاتا ہے۔ اس میں بھی کمال اختصار سے ایسے واقعات اور ایسی حالتوں کا اظہار کیا گیا ہے۔ جو حیثیت سے بڑھکر اور نا موزوں ہوتی ہیں۔

(۸) کیڑی دے گھر نرائن۔

تشریح۔

کیڑی باعتبار اپنی ساخت اور وجود کے ایک بہت ہی حقیر مخلوق سمجھی جاتی ہے۔ نرائن سے مراد خدا یا کوئی بڑی طاقت ہے یہ اُس موقعہ پر بولتے ہیں کہ جب کوئی بڑا شخص ایک کم حیثیت و کم رتبہ کے گھر میں آتا یا اُس پر نظر مہربانی رکھتا ہے۔ بلحاظ ایک سلوک اور ہمدردی کے ایک خاص مضمون کی ایک عمدہ پیرایہ میں تلخیص کی گئی ہے۔

(۹) مویاں پچھے ڈوم رائے۔

تشریح۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ مرنے کے بعد جنہیں ایک خاص آدمی با اقبال زندگی میں کوئی پوچھتا

تک نہیں تھا وہ بھی اکڑفوں میں آکر کچھ بنتے اور اپنے تئیں۔ کوئی شے سمجھتے ہیں۔ ڈوم سے مراد بھڑوا۔ اور راتے سے مراد ایک با اقبال آدمی ہے۔ یہ لفظ کبھی راجپوتوں اور کبھی قوم نون پر بولا جاتا ہے۔ اور یہ ایک قومی لقب اُن لوگوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ جو قوم میں کسی حد تک با اقبال اور بارتبہ ہوتے ہیں۔ اور اخیر پر اُس قوم یا اُس خاندان کی ساری ذریات پر رسماً اطلاق پاتا ہے۔

(۱۰) مایا کو مایا ملے کر کر لمبے ہاتھ

تشریح۔

دولت دولت کو چاہتی اور دولت مند۔ دولت مندوں سے ملتے ہیں۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ غریبوں اور عام حیثیت کے لوگوں سے با اقبال اور دولت مند محبت اور ہمدردی نہیں کرتے۔ اُن کی نگاہوں میں کم حیثیت لوگ کوئی وقعت ہی نہیں رکھتے۔ مصرع۔

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

(۱۱) وگدے نہیں سُکے تے کھڑے نہیں اُچلے۔

تشریح۔

معنے اس کے یہ ہیں کہ جو دریا جاری رہتے ہیں۔ اُن میں کبھی کمی نہیں آتی۔ اور نہ وہ خشک ہوتے ہیں۔ خلاف اس کے جو دریا یا جو پانی ساکن ہیں وہ اُچھلتے نہیں۔ مطلب اس تلخیص سے یہ ہے کہ چلتی حالت میں زوال کم آتا ہے۔ اور سکون و ٹھہراؤ میں ترقی نہیں ہوتی۔ الحرکت برکت۔

اس سے محنت و کوشش پر استدلال کیا گیا ہے۔ جو ایک حرکت ہے۔ سکون سے مراد کاہلی اور سستی ہے۔ جس طرح ایک کاہل اور سست شخص ایک ہی مرکز پر قائم رہتا ہے

اسی طرح ایک ساکن پانی نہ اُچھلتا ہے۔ اور نہ سیرابی کرتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ خشک ہو جاتا ہے۔ اور چلتا پانی سیرابی کرتا ہوا بہت کم خشک ہوتا ہے۔

(۱۲) چڑیاں موت گنواراں ہاسا۔

تشریح۔

چڑیاں جان سے ماری جاتی ہیں۔ اور بے وقوف لوگ اُن کے جان دینے پر ہنستے ہیں۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ بے وقوف اور سخت دل لوگ بے کس لوگوں کو ستا کر اور دُکھ دیکر خوش ہوتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ جیسے اُنہیں تکلیف ہوتی ہے۔ ایسے ہی خود وہ لوگ بھی تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ بے کسوں کی تکلیف موجب فرحت نہیں۔ بلکہ اگر اپنی ذات پر خیال کریں تو ایک سخت خوف ناک سماں اور عبرت کی جگہ ہے۔

(۱۳) کاواں ناں بدنام گیرے سنج کریندے۔

تشریح۔

کنوؤں کا تو نام بدنام ہے۔ کھیتی تو فاختائیں چگ جاتی ہیں۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ عام اور چھوٹے آدمیوں کا تو نام بدنام ہے۔ بعض وقت اصل فساد تو بڑے بڑے اور خاص لوگوں کا ہوتا ہے۔ جو چپکے چپکے اندر ہی اندر اپنا اُلو سیدھا کئے جاتے ہیں۔ اور بظاہر اور لوگ بدنام ہوتے ہیں۔ دنیا کی ایک ایسی معاشرت یا طرز معاشرت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جس سے اکثر لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں۔

(۱۴) رو ہڑ دے پیپنے پتراں دی ارواح۔

تشریح۔

پیپنے ملتانی بولی میں ہندوانے اور خربوزے کا نام ہے۔ ہندوانے جو دریا میں بہے

چلے جاتے ہیں۔ اُن کا ثواب بزرگوں کی ارواح کو۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ اپنی کمائی یا اپنی محنت سے تو کچھ دیا لیا نہیں جا سکتا۔ دوسروں کی کمائی اور دوسروں کے اندوختہ پر احسان یا مروت کی جاتی ہے۔ یہ اُس وقت بولتے ہیں جب کوئی شخص اوروں کے بھروسہ یا ہمت پر ہمدردی، نیکی اور مروت کرتا ہے۔ اور باوجود سکت کے خود کچھ نہیں کر سکتا۔

(۱۵) اک آکھے دو جا منّے اُہناں دا بھیت خدا نا بھنّے۔

تشریح۔

ایک کہے اور دوسرا مان لے تو اُن کی خدا بھی پردہ دری نہیں کرتا۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ جو لوگ آپس میں اتفاق رکھتے اور ایک دوسرے کے کہنے پر چلتے ہیں اور مشورت سے کام لیتے ہیں۔ اُن کے کاموں اور اُن کے منصوبوں میں خدائے لایزال ہمیشہ برکت اور کامیابی بخشتا ہے۔ اور وہ دوسروں کی نگاہوں میں کبھی شرمندہ اور ذلیل نہیں ہوتے۔ کیسی عمدگی سے اتفاق اور باہمی خلوص پر مختصر الفاظ میں استدلال کیا گیا ہے۔ الاتفاق طاقت

(۱۶) قبر خالی تے ختماں دی بھیڑ۔

تشریح۔

قبر میں کوئی دفنایا ہی نہیں گیا اور رات دن ختم خوانی ہوتی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ جب کوئی بات ہی نہ ہو اور عزم مصمم نہ ہو اُس صورت میں بھیڑ بھاڑ، دھوم کی مذمت کیا ہے۔ یہ اُن لوگوں کی حالت جتلائی گئی ہے جو باوجود کم ہمتی کم بضاعتی کے بہت کچھ وعدے وعید کرتے اور امیدیں رکھتے ہیں۔ اصلیت تو کوئی ہوتی نہیں۔ خواہ مخواہ لوگوں کو

دھوکہ میں ڈالکر اپنی تضحیک کا خود باعث ہوتے ہیں۔

(۱۷) چور کو چھٹی بھلی۔ کُتّے کو گھٹی بھلی۔ گندی رن سستی بھلی۔

تشریح۔

چور پر جرمانہ اور کُتّے کے گلے میں زنجیری۔ اور خراب عورت کو طلاق دینا ہی ایک عمدہ تجویز ہے۔

مطلب اس کا صاف ہے۔ جب تک چور سزایاب نہ ہو اور کتا باندھا نہ جاوے تب تک لوگ محفوظ نہیں رہ سکتے۔ بدچلن عورت کبھی سیدھی نہیں ہوتی اور نہ باز آتی ہے۔ اُسے چھوڑ ہی دینا بہتر ہے۔

(۱۸) بُپا رنال تاں ہرن وی منڈے۔

تشریح۔

قاعدہ سے تو ہرن بھی باہر نہیں جا سکتے۔ (مُنڈے) ملتانی زبان میں لنگڑے کو کہتے ہیں۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ جب ایک ضابطہ اور قاعدہ مقرر کیا گیا ہے تو اس میں کسی بڑے چھوٹے کی خصوصیت نہیں رہتی جو اُس ضابطہ کے خلاف جائے گا۔ وہ ہی جواب وہ ہوگا اور اُسی پر حرف آئے گا۔ اس ضرب المثل میں ایک ضابطہ کی وسعت پر استدلال کیا گیا ہے۔

(۱۹) ماں گھگی پیو کبوتر پُتر حق سرہ۔

تشریح۔

ماں فاختہ باپ کبوتر بیٹا قمری۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ بے جوڑ رشتوں سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے۔ اُس میں صحت نسل باقی نہیں رہتی۔

(۲۰) لیلا لیا اُن کو ہتوں چرے کپاہ۔

تشریح۔

بھیڑ کا بچہ اس واسطے خرید کیا تھا کہ اُس سے اُن اُترے گی۔ اُلٹے وہ کپاس ہی چرنے لگ گیا۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ جس مطلب کے لئے ایک شے لی گئی یا ایک کام کیا گیا وہ تو حاصل نہ ہوا۔ اُلٹ اُس کے نقصان ہونے لگا۔

(۲۱) دودہ دا دودہ پانی دا پانی گوجری ویچ کے پچھوتانی۔

تشریح۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ فروخت کرنے کے وقت یہ ثابت ہوگیا کہ دودہ میں پانی ملایا ہوا ہے فروشندہ گوجری اس پر شرمندہ ہوئی۔ یہ اس بات پر کہی گئی ہے کہ آخر فریب کھل ہی جاتا ہے۔ اور پھر ندامت اُٹھانی پڑتی ہے۔

(۲۲) وجدی دا وا جا مارے۔ چپ چپاتی کم سنوارے۔

تشریح۔

جو شخص بہت بولتا اور تھوڑا کام کرتا ہے۔ اُس کا کام بگڑ جاتا ہے۔ اور جو شخص چپ رہ کر صبر اور تحمل سے کوشش کرتا ہے وہ کام لے نکلتا ہے۔ اس میں بہ رنگ ناصحانہ اُن لوگوں کو تنبیہہ کی گئی ہے۔ جو کوشش تو تھوڑی کرتے ہیں اور واویلا بہت۔ کام محنت اور باضابطہ کوشش سے ہوتا ہے نہ کہ شور و شر اور زیادہ بولنے سے۔ بعض نے یہ بھی تاویل کی ہے کہ جو شخص کشادہ دلی سے بغیر فریب اور پالیسی کے کام کرتا ہے وہ

اکثر رہ جاتا ہے۔ اور جو شخص حکمت عملی اور خاموشی سے موقع و وقت سمجھ کر کام کرتا ہے۔ وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔

(۲۳) آپ تکڑی کون لاٹے پہکڑی۔

تشریح۔

جو عورت اپنی عصمت و عفت کی آپ نگران اور محافظ ہو اُسے کون بدنام کر سکتا ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ جب اپنا چال چلن اور رویہ اچھا ہو اور احتیاط سے زندگی بسر کی جائے تو پھر مشکل سے ہی کوئی دوسرا الزام لگا سکتا ہے۔ اگرچہ بے کئے بھی کبھی کبھی الزام لگنا ممکن ہے۔ لیکن یہ ایک اصولی بات ہے کہ حزم احتیاط اور طریقہ صیانت سے بہت کم گرفت ہوتی ہے۔

اوپر کی تمام ضرب الامثال سے بالوضاحت ثابت ہوگا کہ بڑے بڑے مقاصد اور واقعات کی استدلالی نتیجوں کی صورت میں تلخیص کی گئی ہے۔ اور ایک دوسرے دلچسپ پیرایہ میں اصل واقعات کا اظہار کیا گیا ہے۔ یہاں تک اصل واقعات میں تصرف کیا گیا ہے کہ اُن کا شمہ بھی ضرب المثل میں نمایاں نہیں۔ بلکہ دوسرے الفاظ میں اُن کا مفہوم معرض بیان میں لایا گیا ہے۔ یہ تصرف اس واسطے کیا گیا ہے کہ

ایک واقعہ دوسرے الفاظ میں جن کی تمثیلی رنگ میں ترکیب دی گئی ہو۔ سامعین پر ایک خوش اسلوبی سے اثر کرتا ہے۔ مثلاً۔

"اندھا کرے خیرات تے مڑ مڑ دے اپنیانوں۔

ترجمہ۔ اندھا خیرات کے وقت مڑ مڑ اپنوں کو ہی دیتا ہے۔

اس میں یہ جتلایا گیا ہے کہ جب ایک اندھا خیرات کرتا ہے تو مڑ مڑ اپنے رشتہ داروں اور اپنے دوستوں کو ہی دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ اندھا لوگوں کو نہ جانتا ہے اور نہ پہچانتا ہے۔ اور نہ دیکھ سکتا ہے۔ اور اپنے گھر کے لوگوں سے واقف ہوتا ہے اس واسطے سب خیرات اپنے گھر میں ہی رکھتا ہے۔

اُن لوگوں کی مثال اندھے سے دی گئی ہے جو دوسرے لوگوں کو فائدہ نہیں پہنچانا چاہتے اور صرف اپنی ذات اور اپنا خاندان اور اپنا کنبہ ہی مقدم رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اندھے سے نسبت دینا واقعی ایک اچھا اور جامع پیرایہ ہے اس پیرایہ سے سامعین پر ایک خاص اثر ہوتا ہے۔ صرف اسی ضرب المثل پر موقوف نہیں عموماً سب ضرب المثلیں اسی رنگ میں ہوتی ہیں۔

اور ایسے تصرفات کبھی کبھی بے ساختہ ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی کبھی ارادتاً کئے جاتے ہیں۔ جو تصرفات بے ساختہ ہوتے ہیں۔ اُن کا بھی عموماً وہی رنگ ہوتا ہے جو ارادی تصرفات میں پایا جاتا ہے۔

منفذ امثال

امثال کا استعمال اور منفذ اشعار۔ اقوال سے مختلف فیہ ہے۔ جیسے اشعار اور اقوال کے استعمال میں فرق اور اختلاف ہے۔ ایسے ہی امثال میں بھی ہے۔ لارڈ چیسٹر فیلڈ نے یہ درست کہا ہے کہ عام طور پر اہل علم میں امثال کا استعمال کم ہوتا ہے۔

اہل علم اور خواص میں بمقابلہ اشعار کے اقوال کا تداول جیسے کم ہوتا ہے۔ ایسے ہی ضرب الامثال کا بھی۔ لیکن اس فرقہ میں اقوال کا استعمال بھی بعض حالات میں

ضرب الامثال سے زیادہ پایا جاتا ہے - ضرب الامثال کا استعمال علی الترتیب مندرجہ ذیل سلسلہ کے مطابق دیکھا جاتا ہے -

(الف) عموماً عوام میں-

(ب) بالخصوص کاروباری لوگوں اور گروہوں میں-

(ج) بالاخص عورات میں-

(د) خواص میں-

عوام الناس سے ہی ضرب الامثال کا ذخیرہ ملتا ہے - اور عوام الناس ہی انہیں یاد بھی رکھتے ہیں جب کبھی بند و بستوں میں صاحبان مہتمم بند و بست ضرب الامثال جمع کرتے ہیں تو عموماً عوام سے ہی سُنی جاتی ہیں - اور عوام ہی اُن کے جامع ثابت ہوتے ہیں - بہت تھوڑا موقعہ ایسا ہوتا ہے کہ خاص خاص لوگوں سے ضرب المثلیں عموماً سُنی جائیں - خصوصاً پڑھے لکھے لوگوں سے تو بہت ہی کم سُنی جاتی ہیں - میری رائے میں فیصدی ۱۰ سے بھی کم پڑھے لکھے لوگوں سے مل سکتی ہیں-

اور اس سے کم خواص میں اُن کا استعمال ہوتا ہے - جیسے خاص خاص سامان خاص خاص لوگوں کو ہی میسّر ہوتا ہے - اور وہی اس کا استعمال بھی زیادہ کرتے ہیں - اسی طرح ضرب الامثال کا حال ہے - غالباً اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ چونکہ ضرب الامثال کے مضامین عام فہم اور سہل ہوتے ہیں اور اُن میں استدلالی نتیجے ایک خوش اسلوبی سے بیان کئے ہوتے ہیں - اس واسطے عام طبیعتیں اُس طرف زیادہ رجوع لاتی اور ایک وسعت سے اخذ کرتی ہیں اور چونکہ عام معاملات اور عام کاروبار میں ہی ان کا زیادہ چسپاں استعمال بھی ہو سکتا ہے - اس واسطے عام طور پر انہیں یاد بھی رکھا جاتا ہے - علمی محافل میں ہمیشہ علمی رنگ کی بحثیں ہوتی ہیں - اُن میں وہی

اقوال اور وہی اشعار اطلاق پانے کا حق رکھتے ہیں۔ جو خاص طبائع سے نکلے ہوں۔ اور جو خواص پسند ہوں۔

دوسرے درجہ پر ضرب الامثال کا استعمال کاروباری لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ جہاں لین دین زیادہ اور کاروبار کا گھمسان ہوگا۔ اور جہاں تو تو میں میں زیادہ ہوتی ہے وہاں ہی ضرب الامثال بھی زیادہ قیمت اور فروغ پائیں گی۔ عام کاروبار اور سودا سلف اور لین دین میں جس پھرتی اور جس صفائی سے ضرب المثلوں کی حکومت اور دسترس ہوتی ہے خاص کاروباری حلقوں میں کم پائی جاتی ہے۔

اس وجہ سے ہی عورتوں اور خانگی زندگی اور عام بول چال اور گفت وشنود میں ضرب المثلوں کی گرم بازاری ہے۔ جس مجمعہ میں عورتیں زیادہ ہوں۔ جہاں عورتوں کی ہٹھ بھیڑ۔ وہاں کہاوتوں کی وہ گرم جوشی ہوتی ہے کہ گویا حکومت ہی اُن کی ہے۔ بات بات پر کوئی نہ کوئی کہاوت جڑ دی جاتی ہے۔ ہر مرحلہ کا شروع ایک دلیل یا واقعہ ہے تو اُس کا خاتمہ ایک یا کوئی نہ کوئی کہاوت ہے۔ موجبہ سالبہ استدلالوں میں کہاوتوں سے ہی مدد لی جاتی ہے۔ دوسرے فریق کے ساکت کرنے کے واسطے ایک چلتی کہاوت کا استعمال ایک بڑی چلتی اور دوربین عورت کا کام سمجھا جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ عورتوں سے بھی کہاوتوں کا ذخیرہ بہت آسانی سے مل سکتا ہے۔ اور عورتیں اس میں بالخصوص مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ لیکن صرف اُسی رنگ میں جو اُن کے طبائع کی موزون اور مطابق واقعہ ہو۔

مردوں اور عورتوں کی کہاوتوں میں کسی قدر فرق ہوتا ہے۔ عورتیں صرف وہی کہاوتیں یاد رکھتی ہیں جو اُن کے مناسب حال ہوتی ہیں۔ اور جو روزمرہ کام آسکتی ہیں

خلاف اس کے مرد تمام قسم کی کہاوتوں کا ذخیرہ رکھتا ہے۔
سب سے کم خواص اور پڑھی لکھی پارٹی میں ان کا استعمال ہے۔ خواص میں سے بہت کم ایسے لوگ نکلیں گے جو بالخصوص کہاوتیں یاد کرنے کا شوق رکھتے ہوں۔ یا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس ذخیرہ کے دلدادہ نہیں ہیں اور یا یہ کہ انہیں علمی رنگوں میں ان کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔

محل امثال بھی جداگانہ ہیں۔

(۱) تمثیلی۔

جہاں ایک واقعہ کا دوسرے پر ایک تمثیل سے اثبات مقصود ہوتا ہے۔ جیسے

گھر دا پیر جُل دا وٹا۔

تشریح۔

جیسے چولھا یا اجاغ کا پتھر گھر میں کوئی قدر و منزلت نہیں رکھتا کبھی ادھر کبھی اُدھر لڑھکتا پھرتا ہے۔ کبھی آگ میں اور کبھی باہر۔ کبھی دائیں اور کبھی بائیں۔ ایسے ہی گھر کا پیر بھی یا گھر کی چیز اور خوبی بھی کم قدر و منزلت رکھتی ہے۔

(۲) ویلے دی نماز کویلے دیاں ٹکراں

تشریح۔

جو نماز بے وقت پڑھی جاتی ہے وہ فضول حرکات یا ٹکریں ہیں۔
مطلب یہ کہ جو کام وقت مقررہ پر نہیں کیا جاتا۔ اُس کے بعد اُس کا کرنا ایک فضول کوشش اور بے سود حرکت ہے۔

تنبیہی

جس میں سننے والے یا مخاطب کو تنبیہ کی جاتی ہے۔ جیسے

(۱) منداکتا خصمے گا ل۔

تشریح۔

کاٹنے والا خراب کتا مالک کی بدنامی کا باعث ہے۔

مطلب یہ کہ کوئی چیز جو ایک شخص سے منسوب ہے وہ بوجہ اپنے ذاتی نقص اور خرابی کے اپنے منسوب الیہ کی بدنامی اور رسوائی کا موجب ہوتی ہے۔

(۲) تیل دیکھ تیل دی دھار دیکھ۔

تشریح۔

موقعہ اور وقت دیکھ کر کام کرنا زیبا اور مناسب ہوتا ہے۔ بے موقعہ کوشش اور ناموزوں سعی کا اچھا نتیجہ نہیں ہوتا۔

تعجبی

(۱) منڈ بیراں دی پنڈ بھیاں دا۔

تشریح۔

بیروں کا ایک لوٹا اور گاؤں کا گاؤں مرض ضعف جگر سے بیمار۔

جب چیز تھوڑی ہو اور خواہاں زیادہ تو اس موقعہ پر بہ نظر تعجب ایسی ضرب المثلیں اطلاق پاتی ہیں۔ مطلب جن کا یہ ہوتا ہے کہ تقسیم ہمیشہ مقدار شے کے مطابق ہونی چاہئے۔ اور اس کے خلاف کرنا ایک حماقت اور تعجب خیز امر ہے۔ بعض لوگوں کے خیال میں بیر ضعف جگر میں کھانا فائدہ مند ہے۔ اس مناسبت سے بیر اس ضرب المثل میں لائے گئے ہیں۔

(۲) تیلی دا بیل مرے تے کمہیاری ستی ہووے۔

ترجمہ - تیلی کا بیل مرا اور گھاری سستی ہوتی ہے۔

تشریح -

گھاری کا یہ فعل کچھ بے جوڑ سا تھا - اس واسطے اسے ایک لغو حرکت سے تعبیر کیا گیا ہے -

اب اس کا اطلاق ایسے ہی بے جوڑ مواقعہ میں کرتے ہیں - اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمدردی کرنا برا ہے - بلکہ یہ کہ بیل کے مرنے پر گھاری کا سستی ہونا ایک لغو حرکت ہے - یہ محلات اطلاق ہم نے تمثیلاً دکھائے ہیں - اسی طرح اور محلات بھی ہیں - جن کے مناسب حال اور چسپاں ضرب المثلیں اطلاق پاتی ہیں اور ایسے ہی محلات کی مناسبت سے اس قسم کی ضرب المثلیں وضع بھی کی گئی تھیں - جس طرح اشعار اور اقوال کا اطلاق مناسبات اور محلات کے تابع ہے - اسی طرح ضرب الامثال کا اطلاق بھی ہمیشہ برمحل ہوتا ہے - جس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ان کی توضیع اور ان کی تدوین ضرورتاً ہوتی ہے - اور دیگر ضروریات علمی کی طرح ان کی بھی ضرورت پڑتی ہے -

امثال - اشعار اور تمثیل میں فرق

شعر کی تعریف کچھ اور ہے اور مثل کی تعریف کچھ اور - اس اعتبار سے دونوں میں فرق ظاہر ہے - اور فرق حسب ذیل ہو سکتے ہیں -

شعر وزن - بحر - قافیہ - ردیف کا پابند ہوتا ہے -

مثل نہیں -

شعر میں واقعات کا اختصار اور تلخیص بالزوائد بھی ہوتی ہے -

مثل میں صرف ایک واقعہ کا بیان ہوتا ہے -

شعر۔ واقعات کے باہر بھی جاتا ہے۔
مثل واقعات کے اندر ہی رہتی ہے۔ خواہ اُسی رنگ میں اور خواہ کسی دوسرے رنگ میں۔
شعر تابع محض خیال کے بھی ہے۔
مثل تابع واقعات کے ہے۔
شعر زائد مواد بھی لیتا ہے۔
مثل صرف اصلی واقعات پر استدلال کرتی ہے۔
شعر ہوائی قیاس تصویریں بھی دکھاتا ہے۔
مثل صرف اصلی۔ موجودہ معمولی واقعات کی تصویریں دکھاتی ہے۔
شعر میں سے اگر زوائد نکال دیئے جائیں تو اصل واقعات بہت تھوڑے رہ جاتے ہیں
مثل میں زوائد ہوتے ہی نہیں۔ اور اگر اُس کے ارکان میں تصرف کیا جائے تو کچھ باقی نہیں رہتا۔
شعر اکثر اصلی۔ فرضی۔ خیال واقعات اور کیفیات کا بیان کرتا ہے۔
مثل صرف واقعات اور واقعات کی کیفیات کا بیان کرتی ہے۔
شعر اکثر تاریخی رنگ میں راویانہ واقعہ ہوتا ہے۔
مثل میں حقیقت ہوتی ہے۔
شاعر واقعات کی کیفیت شعر میں کتر بیونت کرکے بیان کرتا ہے۔
مثل واقعات کا خلاصہ اور نتیجہ بیان کرتی ہے۔
شعر زوائد کے سوائے چنداں موثر نہیں رہتا۔ اور سننے والوں کو لطف نہیں آتا۔
مثل زوائد سے پھیکی پڑ جاتی ہے۔

شعر زوائد کے تابع ہے۔
مثل زوائد سے آزاد ہے۔

شعر بعض وقت تشریح مطلب چاہتا ہے۔

مثل صاف ہوتی ہے۔ اور اس میں اصل واقعہ کا ہو بہو عکس ہوتا ہے۔

شاعر امثلہ شعروں میں لاتا ہے۔

لیکن ایک مثل گو شعر امثلہ میں نہیں لاتا ہے۔

شاعر مضامین کا اکتساب اور اقتباس یا تو محض خیال سے کرتا ہے اور یا بیرونی واقعات سے

مثل گو صرف بیرونی واقعات سے جو معرض عمل میں آچکے ہیں اقتباس کرتا ہے۔

شاعر وہ سامان بھی دکھاتا ہے جو آگے آنیوالا ہے۔

مثل گو اکثر وہ سامان دکھاتا ہے جو گزر چکا ہے۔

شعر علمی مجلسوں تک ہی رسائی رکھتا ہے۔

مثل دونوں محفلوں میں رسوخ رکھتی ہے۔

شعر فصاحت اور بلاغت کے ماتحت رہتا ہے۔

مثل ان پابندیوں سے آزاد رہ کر سادگی پسند واقعہ ہوئی ہے۔

شعر ادب گو اور ادب آموز ہے۔

مثل خود ادب ہے۔

شاعر اپنی رفتار میں کوچہ عشق و محبت یا منظر نیچر اکثر مقدم رکھتا اور انہیں واقعات کا نام لیوا ہوتا ہے۔

مثل گو ان کی حقیقت بیان کرتا اور ان کے نتیجوں پر جا پہنچاتا ہے۔

شاعر دونوں پہلو حقیقت اور مجاز کے لیتا ہے۔
مثل گو صرف حقیقی پہلو ہی لیتا ہے۔

شاعر شکار کرتا ہے۔

مثل گو شکار پیش کرتا ہے۔

شاعر کبھی کبھی شکار کے پیچھے جاتا ہے۔

مثل گو کے پاس شکار خود پیش ہوتا ہے۔

شاعر شعروں اور ابیات میں کبھی کبھی مثلیں باندھتا ہے۔

لیکن مثل گو شعر مثل میں نہیں لیتا ہے۔ کیونکہ مثل میں ایک سچا واقعہ خود اپنے یا دوسرے رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔

شعر میں گو ایک سچا واقعہ پیش ہوتا ہے مگر کچھ کچھ زوائد اور لوازمات بھی لزوماً شامل ہوتے ہیں۔ جیسے کہ

(۱) خر عیسےٰ اگر بمکہ رود چون بیاید ہنوز خر باشد

اس کے مقابلہ میں پنجابی میں بھی ایک ضرب المثل ہے۔

" جیسے کونتا گھر رہے ویسے رہے پردیس۔

شعر بالا میں شاعر نے اسی مضمون کی ضرب المثل باندھی ہے۔

(۲) مجو درستی عہد از جہانِ سست اساس
کہ این عجوزہ عروس ہزار داماد است

اس میں بالفاظ دیگر ضرب المثل
" رات تھوڑی اور سوانگ بہت کا مقصد ظاہر کیا گیا ہے۔

(۳) ہر کہ پابند وطن شد ے کشد آزارہا ؛ روئے گل اندر چمن دائم پرست از خارہا

اس شعر میں ضرب المثل

"تیلی کے بیل کو گھر ہی کوس پچاس کا عکس اُتارا گیا ہے۔

شعر میں لوازمات شعری کے ساتھ یہ مضمون بیان کیا گیا ہے۔ اور ضرب المثل میں ایک لطیف اختصار سے کام لیا گیا ہے۔

(۴) زمیں پر دوڑ کے اتنا بھی آدمی نہ چلے ؛

یہ شوخیاں نہیں اچھی ہیں دوش مادر پر

اس شعر میں شاعر نے ہو بہو ضرب المثل ذیل

چھیتی اگے ٹوٹے۔

کا نادر مفہوم قلّ ما دلّ باندھا ہے۔ شعر میں زمین کا نام لیا گیا۔ اور اُسے دوش مادر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ضرب المثل میں زمین محذوف رکھ کر یہ عقدہ کھول دیا گیا ہے۔

(۵) ز اتفاق مگس شہد ے شود پیدا

خدا چہ لذت شیریں در اتفاق نہاد

اس کے مقابلہ میں ضرب المثل

"جماعت کرامات ہے۔

(۶) من آنم اگر اسپ جولاں کنم

چہل خانۂ موشش ویراں کنم

اس شعر میں ضرب المثل

بل نہ سکوں میرا کودن ناؤں کا خاکہ اُتارا گیا ہے۔

(۷) زبیدداں علاج درد خویشتن بداں ماند
کہ خار از پا بروں آرد کسے با نیش عقرباں

اس شعر میں ایک پوری خوبصورتی اور تصرف دل چسپ کے ساتھ

ضرب المثل

" بیدد قصائی کیا جانے پیڑ پرائی۔

کا مضمون باندھا گیا۔ اور اچھے طریق پر ثابت بھی کیا گیا ہے۔

(۸) شخصے کہ از و نفع نہ دنیا و دین ست
ہیچ ست اگر بادشہ روئے زمین ست

اس شعر میں مندرجہ ذیل ضرب المثل کا ایک دوسرے رنگ میں عکس لیا گیا ہے۔

" سُجاں آیا سُنج کوں نہ داں کوں نہ پُن کوں

بے فیض دنیا میں اس واسطے پیدا ہوتے ہیں کہ اُن کی ذات سے نحوست کا ہی سمان اور ظہور ہو۔ جود و سخا اور داد و دہش کا اُنہیں موقعہ بھی نہیں ملتا۔

(۹) صبر تلخ ست ولیکن بر شیریں دارد

اس مصرع میں ضرب المثل ذیل کا مفہوم ادا کیا گیا ہے۔

" زحمت بچھوں رحمت

گو مصرع میں کسی اور رنگ میں بحث کیگئی ہے جو نہایت لطیف ہے۔ مگر دونوں کا مفہوم دراصل ایک ہی رنگ رکھتا ہے۔

(۱۰) زاغ را انجیر بخشی و ہمارا استخواں
کو ریہ انصاف باشد اے ڈاک نامہرباں

اس شعر میں شاعر ضرب المثل

" گدھوں کو خشکا۔

کا مضمون لایا ہے۔ اور ایک خوبصورتی سے اُسے ادا کیا ہے۔

(۱۱) لگے گا موزیوں کا مال ہاتھ موزی کے ؛

کہ سانپ بیٹھتے ہیں دولتِ توانگر پر؛

پنجابی ضرب المثل اس کے مقابلہ میں یہ ہے۔

" شوماں دی کھٹی کُتے جان گنوا۔

مطلب دونوں کا ایک ہی ہے۔

(۱۲) اگر دو یار موافق زباں یکے سازند

فلک بہ یک تنِ تنہا چہ مے تواند کرد

پنجابی میں اسی مضمون پر ایک مختصر مثل ہے۔

" اک اکلا دو یاراں۔

یعنی ایک ہر حالت میں اکیلا ہی رہے گا۔ اور دو ہونے کی صورت میں گویا گیارہ کی طاقت ہو جاتی ہے۔ اتفاق کے مسئلہ کو کس خوب صورتی اور کس اختصار سے بہ اصول ہندسیہ ثابت کیا گیا ہے۔

(۱۳) حب الوطن از ملک سلیماں خوشتر

خار وطن از سنبل و ریحاں خوشتر

اس شعر میں ضرب المثل ذیل کا مواد بھرا گیا ہے۔

" جو مزا اپنے چپارے نا بلخ نا بخارے۔

ان تمام اشعار اور امثلہ سے جو اوپر کی سطروں میں اختصاراً درج کی گئی ہیں صاف طور پر استنباط ہو سکتا ہے کہ شاعروں نے ضرب الامثال کے مضامین اشعار میں باندھے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ اپنے اپنے موقعہ پر نہایت خوبصورتی سے لائے اور ایک موزونیت سے نباہا ہے۔ مگر اس میں بھی شک نہیں کہ ضرب الامثال کا پنجر اُن میں لیا گیا ہے۔ اب اس کے مقابلہ میں ضرب المثلیں بھی دیکھو کہ اُن میں شعری سے کا کوئی رنگ ہی نہیں۔

باوجود اس کے کہ ہم انصاف سے امثال کی سادگی اور ایجاز واقعی کے معترف ہیں۔ پھر بھی ہم اس کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ جو عروج اور جو احترام شاعری کے حصہ میں آیا ہے اور جو دل چسپ سامان شاعری دنیا سے چیدہ اور منتخب و محترم شاعروں کی بدولت ہمیں ملا اور مل رہا ہے۔ وہ ضرب الامثال سے عشر عشیر بھی نہیں ملا۔

ایک شاعر جو جذبات اور جو احساسات شاعری میں دکھاتا ہے۔ وہ ایک مثل گو نہیں دکھا سکتا۔ ایک شاعر اپنی ذاتی محنت اور ذاتی مذاق اور قوت انتخاب سے واقعات اور مشاہدات کا خلاصہ پیش کرتا ہے۔ لیکن ایک مثل گو صرف ایک واقعہ کا تجربی بنیاد پر خلاصہ کرتا ہے۔

شاعری ادبی دنیا میں دور دور تک نکل گئی ہے۔ رندوں کی مجلس میں بھی اس کی آؤ بھگت ہوتی ہے۔ اور صومعہ زاہدین میں بھی اُسے مسند اثر پر جگہ دی جاتی ہے۔ دربار شاہی میں بھی اُس کی نشست خاص ہوتی ہے۔ اور عوام میں بھی اُسے شہرت ہے۔ اوباش روزگار بھی اُس سے رطب اللسان رہتے ہیں۔ اور ایک فلسفی بھی اُس سے مزے لیتا ہے۔ تذکروں کا وہ زیور ہے۔ اور داستانوں کی زیبائش۔ محفلیں بغیر اِس کے خاموش نظر آتی ہیں۔ اور مجلسیں بے حس وہ رنج و غم۔ یاس و امید خوشی و مسرت میں عصائے پیر کا کام دیتا ہے۔ کبھی ہنساتا ہے اور کبھی رُلاتا ہے۔ کبھی زمین کی سیر

کراتا ہے۔ کبھی آسمان کی۔ کبھی اعلیٰ علیین پر لے جاتا ہے اور کبھی تحت الثریٰ میں دھکیلتا ہے۔ کبھی نور ضمیر کی کرنوں کا تماشا دکھاتا ہے۔ اور کبھی نفس امارہ کے ظلمت کدہ میں عبور کراتا ہے۔

یہ تشبیب و فراز اور بوقلمونی ضرب المثل کی قسمت میں کہاں۔

اقسام امثال

جس طرح اشعار کی ترتیبی۔ عروضی۔ اور تدوینی قسمیں ہیں۔ جیسے مصرع۔ فرد۔ بیت۔ رباعی۔ قطعہ۔ غزل۔ قصیدہ۔ مثنوی۔ مخمس۔ مسدس اور واسوخت وغیرہ۔ اس قدر ضرب الامثال کی قسمیں نہیں ہیں۔ اگرچہ مضمون وار تو صدہا قسمیں ہیں قریباً صدہا مضامین پر ضرب المثلیں پائی جاتی ہیں۔ لیکن ترتیبی تشبیب اور تفرید نظم جیسی نہیں ہے۔

مختلف اقسام اور مختلف ممالک کی ضرب المثلوں کے دیکھنے سے پایا جاتا ہے کہ عموماً ترتیبی اقسام حسب ذیل ہو سکتے ہیں۔

(الف) امثال واقعیہ۔

(ب) امثال احتمالیہ۔

(ج) امثال قیاسیہ و اجتہادیہ۔

(د) امثال تجربیہ۔

(ھ) امثال قولیہ۔

پہلی قسم کی وہ مثلیں ہیں۔ جنمیں باعتبار واقعات کے اصولاً بحث کی گئی ہے۔ جیسے

(۱) اندھا کیا چاہے دو آنکھیں۔	اُردو
(۲) اندھوں کے شہر میں کانا راجہ۔	〃
(۳) آئینہ داری در مجلس کوراں۔	فارسی
(۴) جیسا بوئے ویسا کاٹے۔	ہندی
(۵) بستر زرین بیمار کو اچھا نہیں کرتا۔	روسی
(۶) حکیم کی دوستی دہلیز تک ہوتی ہے۔	〃
(۷) وہم کی دوا نہیں۔	ہندی
(۸) سونے کا دانہ گھوڑے کو تیز گام نہیں بناتا۔	جرمن
(۹) خاموشی غصہ کا علاج ہے۔	عرب
(۱۰) خوش لباس سے پیٹ بھرا اچھا ناچتا ہے۔	فرنچ
(۱۱) دنیا ہے اور خوشامد ہے۔	پرتگیز
(۱۲) ہر کرا کردی خوشامد خوش آمد۔	فارسی
(۱۳) کرنی بھرنی	ہندی

ان تمام کہاوتوں میں ایک صحیح واقعہ سے استدلال ہو کر ایک خاص واقعہ پر استدلال کیا گیا ہے۔ ہر زمانہ میں اور ہر وقت ان کا اطلاق اور استعمال ہو سکتا ہے۔

(ب) دوسری قسم کی وہ مثلیں ہیں جن میں احتمال غالب ہوتا ہے۔ اور بہ نظر احتمال غالب ہی اُن کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔

جیسے

(۱) بھکا بے دھرم ننگا بے شرم۔	پنجابی

(۲) جٹ جٹان دے سالے کرینڈے گھالے مالے	پنجابی
(۳) الا بلا برگردن مُلّاں۔	〃
(۴) بوڑھا چوہا چوہے دان میں نہیں آئے گا۔	اٹلی
(۵) بوڑھا بیل سیدھی بیل لگاتا ہے۔	فرنچ
(۶) احمق پرند سب سے پہلے اُڑ جاتے ہیں۔	سپین
(۷) جیسے اندھا نہیں دیکھ سکتا ایسا معذور۔	روسی
(۸) جس گھر میں مرغی اذان دیتی ہے وہ گھر ستیاناس۔	جاپانی
(۹) ہمسایہ کی آنکھ میں رشک بھرا ہوتا ہے۔	ڈنمارک
(۱۰) جو اول آیا اُس کو کام ملا۔	انگریزی
(۱۱) بہادروں پر اقبال مہربانی کرتا ہے۔	〃
(۱۲) دیانت دار بہ نسبت بے دیانتوں کے زیادہ کامیاب ہوتے ہیں۔	〃

ان سب مثالوں کے واقعات اور استدلالات بڑے پایہ کے اور صداقتیں ہیں۔ مگر پھر بھی اُن میں احتمالات ہیں ممکن ہے کہ اُن میں کسی وقت تخلف عائد ہو۔ مثلاً نمبر ۱۲ کی ضرب المثل لے لو لفظ کامیابی کا جو اُس میں باعتبار حالات و کیفیات جسمانی کے بیان کیا گیا ہے۔ وہ محض احتمالی ہے۔ اکثر دیانت دار باوجود تدین اور ایمان داری کے بھی خستہ حال اور ناکامیاب رہتے ہیں۔ ہاں روحانی شانتی اور قناعت جو اُنہیں نصیب ہے۔ یہ ایک دوسری بات ہے۔

(ج) تیسری قسم کی ضرب المثلیں قیاسیہ ہیں اُن کا جزو کثیر اکثر قیاسی ہے۔ اور بذریعہ قیاس کے واقعات پیش آمدہ یا امور مشاہدہ میں اجتہاد ہوتا ہے۔

جیسے -

(۱) ہمیشہ کھوٹا پیسہ اُلٹا آتا ہے -	جرمن
(۲) جیسا آتا ہے ویسا ہی جاتا ہے -	〃
(۳) چاہ کندہ را چاہ در پیش -	فارسی
(۴) کوئی گل نہیں جس میں خار نہ ہو -	جرمن
(۵) لنگڑی بکری دن کو نہیں سوتی -	سپینش
(۶) جو بولتا نہیں خدا اُس کی سُنتا نہیں -	〃
(۷) جب دو آدمی لڑتے ہیں اُن میں ہر ایک غلطی پر ہوتا ہے -	ڈچ
(۸) بد گہر با کسی وفا نکند -	فارسی
(۹) دسترخوان کے دوست بدلنے کے قابل ہیں -	فرنچ
(۱۰) مدت کی مفارقت دوستوں کو بدل دیتی ہے -	〃
(۱۱) دوستوں کی محبت زر سے منقطع ہوتی ہے -	مالابار
(۱۲) اپنے کھیت میں بھیڑیا شکار نہیں کرتا -	جرمن
(۱۳) ہمدا... کی مرضی کے موافق کام کر -	عرب

ان سب مثال میں قائلین یا واضعین نے اُن امور کا حصہ زیادہ رکھا ہے جو مختلف واقعات سے اُن کے دل و دماغ میں جاگزین ہوئے ہیں - گو یہ اکثر یہ قیاسات ہیں - لیکن پھر بھی ان میں مشتبہات بھی ہیں - اور ان کی بنا بہر حالت قیاسات غالب پر ہے - جو بمنزلہ صادق تجربوں کے یقین کا درجہ رکھتے ہیں -

(د) چوتھی قسم امثال کی تجربیہ ہے - اس میں یہ تجربہ متواترہ یا شخصیہ امثال کی ترکیب اور

تدوین کی جاتی ہے یا تو واقعات اغیار سے ایسا تجربہ ہوتا ہے۔ اور یا اپنی ذات خاص کے تجارب سے کام لیا جاتا ہے۔ اس قسم اور قسم سوم قیاس یہ و اجتہادیہ میں ایک قسم کی نسبت بھی پائی جاتی ہے۔ اور کبھی کبھی بہت تھوڑا فرق معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ان دونوں میں فرق ضرور ہے

امثال تجربیہ۔

تجربیہ ضرب الامثال کی وہ قسم ہے جو تجارب غیر یا تجارب ذاتی پر مبنی ہو۔

جیسے۔

(۱) بد گوئی سے خاموشی بہتر ہے۔	پرتگیز
(۲) تا دانہ نہ افشانی نہ روید۔	فارسی
(۳) دربار میں ہاتھ بہت ہوتے ہیں دل تھوڑے ہوتے ہیں۔	ڈنمارک
(۴) واقف بہت اور دوست کوئی کوئی۔	ہندی
(۵) عیش کی رات کی صبح اکثر اداس ہوتی ہے۔	ڈنمارک
(۶) شام عیش اور صبح عیش میں فرق ہے۔	عرب
(۷) اچھے گھوڑے کو مہمیز کی ضرورت نہیں۔	فرنچ
(۸) بہت بولنے والا گدھا تھوڑی گھاس کھاتا ہے۔	اٹلی
(۹) بھونکنے والا کتا شکاری نہیں ہوتا۔	پرتگیز
(۱۰) روئے زیبا مرہم دلہائے خستہ۔	فارسی
(۱۱) ہزار دوست کم ہست ویک دشمن بسیار۔	〃
(۱۲) مندی کہیں نا لگا ہر کد مندا ہو۔	حضرت بابا نانک صاحب علیہ الرحمۃ
(۱۳) مینگلا دے پھگن چیت اَن نہ ماوے کھیت۔	پنجابی

ان سب امثلہ میں تجربتاً استدلال کیا گیا ہے۔

امثال قولیہ۔

یہ وہ قسم ہے جس میں اقوال مہرہ سے بطور ایک ضرب المثل کے استدلال کیا گیا ہے۔ دراصل ابتدا میں یہ ضرب المثلیں اقوال تھے۔ کثرت استعمال سے اور تسلیم عامہ کی وجہ سے سلسلہ امثال میں منتقل ہوتے گئے۔ جیسے

(۱) چھٹانک بھر عقل سیر بھر دماغ سے اچھا ہوتا ہے۔	ڈچ
(۲) دولت کی محبت بت پرستی ہے۔	انجیل
(۳) زانوئے اشتر بر توکل بہ بند۔	فارسی
(۴) زردار کا سودا ہے بے زر کا خدا حافظ۔	اُردو
(۵) شنیدم زپیران دینار سنج ؛ کہ زر زرکند در جہاں گنج گنج ؛	فارسی
(۶) مال مفت دل بے رحم۔	〃
(۷) مال عرب پیش عرب	〃
(۸) جو کوئی تادیب کو دوست رکھتا ہے معرفت کو دوست رکھتا ہے۔	امثال سلیمانؑ
(۹) ملائم جواب غصہ کھو دیتا ہے۔	〃
(۱۰) بہت بولنے والا بڑا جھوٹا ہوتا ہے۔	فرنچ
(۱۱) جھوٹ برف کی طرح پگھل جاتا ہے۔	جرمن
(۱۲) مردہ پر مت رو ؤ احمق پر رو ؤ۔	ترک
(۱۳) بدنام آدمی زندہ مردہ ہے۔	سنسکرت

دراصل یہ سب ضرب المثلیں اقوال ہیں۔ کثرت استعمال کی وجہ سے انہیں قالب امثال میں لایا گیا ہے۔ اور بہ طریق مجاز یہ تسلیم کر لیا گیا ہے۔ کہ ان کا ترکیبی نسب امثال سے ملتا ہے

امثال کی عملی قسمیں

جس طرح شعروں کی قسمیں ہیں۔ کوئی فرد ہے۔ کوئی بیت ہے۔ کوئی قطعہ۔ کوئی غزل ہے۔ کوئی مثنوی ہے۔ کوئی خوشی کا سماں لیئے ہوئے ہے اور کوئی غم و اداسی کا۔ کوئی فرحت خیز ہے۔ اور کوئی عبرت نما۔ اسی طرح ضرب الامثال کی بھی مختلف قسمیں ہیں۔ کسی سے کوئی تجربہ ظاہر ہوتا ہے۔ اور کسی سے کوئی حقیقت جس قدر واقعات دنیا میں گزرتے رہتے ہیں۔ اُنہیں کے مطابق ہی ضرب الامثال کی تدوین بھی ہوتی رہتی ہے۔ عموماً معاشرت کے ہر ایک معاملہ پر کوئی نہ کوئی ضرب المثل پائی جائے گی۔ خان بہادر شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ صاحب مرحوم دہلوی نے کتاب منتخب الامثال میں قسم وار امثال دکھائی ہیں۔ اُس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اشعار کی طرح ان کی ذریات بھی کہاں تک بڑھی ہے۔ اور یہ تعجب ہوتا ہے کہ واقعات پر غور کرنے والوں کی تعداد ہر زمانہ میں کہاں تک پیدا ہوتی رہتی ہے۔ تمدنی اور معاشرتی ہی ضرب المثلیں نہیں ہیں۔ معاملی اور اخلاقی وغیرہ بھی کثرت سے ہیں۔ ہم بعض زبانوں سے نمونہ کے طور پر چند اقسام لکھتے ہیں

	اُردو	پنجابی	فارسی
(۱)	اللہ بس باقی ہوس	اللہ دسے تے بندہ ہسے	خدا داری چہ غم داری
(۲)	ضرورت ایجاد کی جڑ ہے۔	گوں بُجنا وے جوں بھاویں نگلے ہی نہوں	ایجاد حسب ضرورت

	اُردو	پنجابی	فارسی
(۳)	چور کا بھائی گنٹھ کترا	خواجہ دا گواہ ڈڈو	سگ زادہ برادر شغال
(۴)	بلّی کو چھچھوروں کا خواب	بلی نوں چھچھوریاں دا سپنا	شتر در خواب بیند پنبہ دانہ
(۵)	یک پنتھ دو کاج	نالے مونجھ بگڑنالے دیوی واورشن	یک تیر دو نشانہ
(۶)	کوڑی حرام بقچہ حلال	شورا حلال بوٹیاں حرام	
(۷)	دو ملایں مرغی حرام	سانجھا نہ پٹے کو	دیگ شراکت بہ جوش می آید
(۸)	ہاتھیں کا نسا توپیٹ کا کیا سانسا	ہتھ ٹھوٹھاتے دیس موکلا	ملک خدا تنگ نیست ۔ پائے گدا لنگ نیست ۔
(۹)	سیر کو سوا سیر	جیسا سُنہ تہی چیڑ	ہر فرعونے را موسٰی
(۱۰)	ادھر چولھا اُدھر بھوبھی	اگے سپ پچھے شینہ	از دام خود آزاد شدم و نفس افتم
(۱۱)	ہر کمال کو زوال ہے ۔	ٹنڈاں کدی بھریاں کدی سکھیناں	ہر بہارے را خزانے در پے ست
(۱۲)	اب پچھتاوے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت	ویلا وقت وانیاں کی ہوندا پچھوتانیاں ۔	بعد خرابی بصرہ
(۱۳)	جیسا دیس ویسا بھیس	جیسا دیس تیہا بھیس	ہر ملکے دہر رسمے ۔
(۱۴)	نر نہیں۔ عشق ٹیں ٹیں	ڈھڈو چہ پیاں تے سہے گلاں چوکھیاں	عاشقی زرے باید نہ لاف
(۱۵)	عید پیچھے ٹرو ۔	دیوالی پچھے بھگا	مشتے بعد از جنگ

(۱۶) بخت اور کا آٹا گیلا کم بخت کی قسمت دا دلیا پکائی سی چندر کا شتم زرد ک برآمد
دال گیلی۔ کھیر ہو گیا دلیا۔

(۱۷) پہلے اپنا پھر پرایا۔ اول خویشاں بعد درویشاں اول خویش بعد درویش

ان امثلہ سے ناظرین بآسانی معلوم کر سکیں گے کہ جس طرح ایک شاعر مختلف مضامین اور مختلف مقاصد یا واقعات پر بحث کرتا ہے۔ اسی طرح ایک مثل گو بھی مختلف واقعات کا خلاصہ کر کے ضرب المثل بناتا ہے۔ فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ ایک شاعر اپنے رنگ میں کہتا ہے۔ اور ایک مثل گو اپنے رنگ میں۔

امثال شعریہ

جیسے بعض اقوال سے ضرب المثلیں بن گئی ہیں۔ ایسے ہی بعض اشعار نے بھی رفتہ رفتہ امثالی روپ دھار لیا ہے۔ یہ ایسے ہی اشعار ہیں۔ جن میں ضرب المثلی رنگ تھا یا جنہیں لوگوں نے مثلی رنگ میں پسند اور انتخاب کیا۔

جیسے۔

(۱) گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں — اردو

(۲) وزیرے چنین شہریارے چنان
جہان چوں نگیرد قرارے چنان — فارسی

(۳) کبوتر با کبوتر باز با باز
کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

(۴)	نکوئی با بداں کردن چناں ست کہ بد کردن بجائے نیک مردان	فارسی
(۵)	سکندر کہ باغ یباں حرب داشت درخیمہ گویند در غرب داشت	"
(۶)	ہر آنکہ تخم بدی کشت وچشم نیکی داشت دماغ بیہودہ پخت وخیال باطل بست	"
(۷)	اے زر تو خدا نئ ولیکن بخدا ستار عیوب وقاضی الحاجاتی	"
(۸)	تو کار زمین را نکو ساختی کہ با آسمان ہم بہ پرداختی	"
(۹)	چو از قومے یکے بے دانشی کرد نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را	"
(۱۰)	چہ نسبت خاک را با عالم پاک	مصرع "
(۱۱)	چناں نماند چنیں نیز ہم نہ خواہد ماند	" "
(۱۲)	چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی	" "
(۱۳)	شنیدہ کے بود مانند دیدہ	" "
(۱۴)	ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے مرے ارمان نکلے بھی ولیکن پھر بھی کم نکلے	اُردو
(۱۵)	آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے لاکھ طوطے کو پڑھایا پر وہ طوطا ہی رہا	"

(۱۶)	بدن بولے زیر گردوں گر کوئی میری سُنے یہ صدا گنبد کی ہے جیسی کہے ویسی سُنے		اُردو
(۱۷)	دوست آن باشد کہ گیرد دست دوست در پریشان حالی و در ماندگی ؛ ؛		فارسی
(۱۸)	کسی کا کب کوئی روزِ سیہ میں ساتھ دیتا ہے کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا ہوتا ہے انساں کا		اُردو
(۱۹)	چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی چو شرزنپوس برآید کجا ماند نگہبانی		فارسی
(۲۰)	گویا کہ ان تلوں میں تیل نہیں۔	مصرع	اُردو
(۲۱)	زندگی زندہ دلی کا نام ہے ؛ مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں		اُردو
(۲۲)	چھیڑ خوباں سے چلی جائے اسدؔ گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی		اُردو
(۲۳)	قسمت کی خوبی دیکھئے ٹوٹی کہاں کمند دو چار ہاتھ جبکہ لبِ بام رہ گیا	〃	
(۲۴)	یہ دو دل کو یکجا بٹھاتا نہیں کسی کا اسے وصل بھاتا نہیں	〃	
(۲۵)	عدو شود سبب رزق گر خدا خواہد	مصرع	فارسی
(۲۶)	کس نیا موخت علم تیر از من کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد	〃	

ان اشعار اور مصرعوں سے یہ پتہ لگتا ہے کہ انہیں اکثر اوقات ضرب المثلوں کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اصل میں یہ شعر ہیں ضرب المثل نہیں ہیں۔

امثال اور اقوال

ضرب المثل اور قول میں فرق ہے۔

ضرب المثل ایک ایسے واقعہ کا خلاصہ یا ایسے مسلمہ کا حوالہ ہوتا ہے۔ جو بطور ایک اصول عام کے تسلیم کیا جاتا ہے۔ اور قول ایک ایسا مسلمہ ہے جو صرف ایک خاص شخص سے سند رکھتا ہے۔ یہ درست ہے کہ اقوال کے مصدق بھی صدہا یا بیسیوں لوگ ہوتے ہیں۔ اور اُن کی بھی امثال کی طرح شہرت عالم گیر ہوتی ہے۔ اُن کا اطلاق بھی عام طور پر کیا جاتا ہے۔ لیکن پھر بھی ایک قول ہمیشہ اِس حیثیت سے پیش نہیں ہوتا کہ جس حیثیت سے ایک ضرب المثل یا کہاوت پیش ہوتی ہے۔

قول صرف اس واسطے تسلیم کیا جاتا ہے کہ

" وہ ایک مشہور شخص کی طرف منسوب ہے۔

" ایسے شخص کی طرف جس کا احترام مسلّمہ ہے۔

بے شک اُس میں صداقت بھی ہوتی ہے۔ اور وہ بھی اُس کے تسلیم کرنے کا ایک موجب ہوتا ہے۔ لیکن اکثر ایک قول کے پیش ہونے پر اُس کے قائل کا نام دریافت کرنا ہی پڑتا ہے۔ اور اُس کے نام کی شہرت کچھ نہ کچھ اثر کرتی ہی ہے۔ خلاف اس کے ضرب المثل کے اطلاق پر سند بلیغ یا سند صحیح کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ سامعین بغیر کسی حجت اور اعتراض کے تصدیق کرتے ہیں۔ جب کوئی قول معرض بیان میں آتا ہے تو ہمیشہ یوں

کہتے ہیں۔

"کما قال۔ فلان۔

"کما قیل عن فلان بن فلان۔

"کما روی۔

ضرب المثل میں یہ پابندیاں اور یہ قیود کہاں ہوتی ہیں۔ اقوال میں صرف ایک خیال بیان کیا جاتا ہے۔ اور ضرب الامثال میں ایک مصدقہ واقعہ جس کے نتیجہ پر قطعی یقین ہوتا ہے اور وہ عموماً بغیر کسی زید چون وچرا کے تسلیم کرلیا جاتا ہے۔

امثال کے نتائج اور آثار پہلے سے تسلیم شدہ ہوتے ہیں۔ اور اقوال برموقعہ کہے جاتے ہیں۔

جیسے کہ

"چہ دلاور است دزدی کہ بکف چراغ دارد۔

"عیان راچہ بیاں۔

"چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

"ہماں کاسہ ہماں آش۔

"وزیرے چنیں شہر یارے چناں۔

"صداقت ایک طاقت ہے۔

"نخوست ناکامیوں کی جڑ ہے۔

"سچائی چھپی نہیں رہتی۔

"لڑائی کا خطرہ خود لڑائی سے بھی بڑا ہے۔

" ایک ڈراونی شکل اکثر جرائم فاش کر دیتی ہے۔

" ایک دیانت دار دل کے ماتحت ایک سلطنت ہے۔

" تھکے ماندے اور بوجھ سے لدے ہوؤں کو آخر کار آرام کرنے دو۔

" ہر ایک بادشاہ ایک اعلیٰ طاقت کی رعیت ہے۔

" جو زمین پر پڑا ہے گر نہیں سکتا۔

" جو آدمی اپنا مالک بنتا ہے وہ کسی کا نوکر نہیں ہو سکتا۔

" ایک جتھا سمندروں کی لہروں سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہے۔

" خطرہ ہمیشہ برائی کا یقین دلاتا ہے۔

" جو اپنے خاندان پر فخر کرتا ہے۔ وہ اُس سرمایہ پر فخر کرتا ہے جو دوسرے کی ملکیت ہے۔

" اگر تو کسی دوسرے آدمی کے تخت پر قابض ہے تو تیری زندگی بھی محفوظ نہیں ہے۔

" خدائے سزا دہندہ مفروروں کے پیچھے پیچھے ہے۔

" اس دنیا سے آسمان پر چڑھنا آسان نہیں ہے۔

" عاجزانہ دولت میں بہت ہی آرام ہے۔

" سچی محبت تاخیر ناپسند کرتی ہے اور اُس کی مطیع نہیں ہوتی۔

" بہت سی بدقسمتیاں انسان کو خاموشی سکھاتی ہیں۔

" تیرا وارث مشکل ہی سے وہ مال رکھ سکتا ہے جو کہ بددیانتی سے حاصل کیا گیا ہو۔

" مدلل سوال علم کا نصف راستہ ہے۔

" سچ بڑا ہے اور ضرور غالب رہے گا۔

" الصدق ینجی والکذب یہلک۔

" علم کے تھوڑے قطرے انسان کو دہریہ بنا دیتے ہیں۔ لیکن زیادہ خدا کی طرف

لے جاتے ہیں۔

" العلم حجاب الاکبر۔

" یا آدمی دیوتا ہے یا حیوان۔

" اللہ تعالیٰ جسے برباد کرنا چاہتا ہے وہ پہلے اُس کے حواس چھین لیتا ہے۔

" یہ معلوم کرنا کہ ایک چیز تمہیں کہاں سے مل سکتی ہے۔ علم کا ایک عجب حصہ ہے۔

" انصاف ہونا چاہئے خواہ آسمان ہی کیوں نہ گر پڑے۔

" جو لفظ بولے جاتے ہیں وہ فنا ہو جاتے ہیں۔ لیکن تحریر قائم رہتی ہے۔

" موت کی یاد نیکی کا مقدمہ ہے۔

" موتوا قبل ان تموتوا۔

" قانون مدنظر رکھنا حکومت کرنا ہے۔

" جرم مرتکب کی تلاش کرتا ہے۔

" عاجز اور متوسط الحالت گھرانوں کے بچے اکثر تعریف حاصل کرتے ہیں۔

" خوشی بہت مختصر ہوتی ہے۔

" کھاؤ پیو اور عیش کرو۔

" کلوا واشربوا ولا تسرفوا۔

" آزادی دل کی آزادی ہے اور بس۔

" شکر منعم کی طرف دیکھنے کا نام ہے نہ نعمت کی طرف۔

" میں اگر بادشاہ کی خدمت نہ کر چکا ہوتا تو شائخ کی خدمت نکرتا۔

" عبارت کی علم زبان ہے اور اشارت معرفت کی زبان۔

اوپر جس قدر اقوال لکھے گئے ہیں اُن کے قائلین کا پتہ ہے۔ اور یہ بھی کہ وہ کس وقت معرض بیان میں آئے ہیں۔ اس خوبی سے ضرب الامثال کا پتہ بہت مشکل سے مل سکتا ہے۔

اِن اقوال سے ظاہر ہوگا کہ ان کی اور ضرب الامثال کی ترکیب ہی میں فرق ہے۔ اور استدلال ہی ایک نرالے ڈھنگ کا ہے۔ اور دونوں میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے۔ یہ اقوال بڑے بڑے مشاہیر زبان ہر ایک ملک اور قوم کے ہیں۔ لیکن بہت تھوڑے ایسے اشخاص ملیں گے جنہیں یہ سب کی سب یاد ہوں۔ اور اس سے قیاس کر لینا چاہیئے کہ لاکھوں اقوال کی یادداشت کا کیا کچھ حشر اور تخمینہ ہوگا۔

ہم نے یہ لکھا تھا کہ امثال سُلیمان علیہ السلام زمرۂ یا سلسلۂ ضرب الامثال میں داخل کیجاتی ہیں اس میں بھی اختلاف ہے۔ اکثر لوگوں کی یہ رائے ہے کہ امثال حضرت سلیمان علیہ السلام دراصل اقوال ناصحانہ ہیں۔ ضرب الامثال نہیں ہیں۔ اور اُن کے مقابلہ میں جو لفظ امثال کا اطلاق پاتا ہے۔ وہ مرادف اقوال کے ہے۔ یہ کسی قدر درست معلوم ہوتا ہے۔ اگر تطبیق کیجائے تو ضرب الامثال کی تعریف سے اُن کا اکثر حصہ باہر نکل جاتا ہے۔ اِن کے اندرونی اجزا میں سے بعض اجزا تو اِس تعریف کے دائرہ میں لے جا سکتے ہیں لیکن کلہم نہیں۔

مثلاً

"خداوند کا خوف دانش کی ابتدا ہے۔

"دانائی سڑک پر ہو کے بلاتی ہے۔

"اپنے سارے دل سے خداوند پر توکل کرو۔

"وہ آنکھ جو اپنے باپ کو چڑاتی ہے۔ اور اپنی ماں کا فرماں بردار ہونا حقیر جانتی ہے۔ جنگلی کوے وادی میں اُسکو چگ کے نکال لیں گے۔ اور گدہ کے بچے اُسے کھالیں گے۔

"وہ عورت جو خداوند سے ڈرتی ہے ستودہ ہو جائیگی۔

اسی طرح عموماً امثال سلیمانی ہیں۔ اور اس کے قریب قریب ہی واعظ کے اقوال بھی واعظ کی کتاب میں ہیں۔

مثلاً

"کون دانشور کے برابر ہے۔

"اپنی روٹی جا خوشی سے اور روٹی کھا اور خوش دلی سے اپنی مے پی۔

"وہ جو گڑھا کھودتا ہے سو اُس میں گرے گا۔

یہ مقدس کتاب کے امثال ہیں۔ ان کی ترکیب۔ ان کی وضع۔ ان کی روش۔ ان کی اُفتاد ضرب الامثال سے ٹکر ہی نہیں کھاتی۔ اقوال مقدسہ اقوال حکمیہ سے مناسبت رکھتے ہیں گو ہم نے کسی دوسرے موقعہ پر یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ضرب الامثال کا تاریخی شروع سلیمانی امثال سے شمار ہونا چاہئے۔ مگر بعض محققین کا میلان اس طرف ہے کہ امثال سلیمانیہ داخل سلک ضرب الامثال نہیں ہیں وہ اپنی ذات میں الہامی چاشنی رکھتی ہیں۔ اور ضرب الامثال کا سلسلہ اس چاشنی اور اس تقدس سے ذرا فاصلہ پر ہے۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

امثال اور دوہے

دوہوں میں بعض اوقات ضرب المثل تمثیلاً لی جاتی ہے۔ اس ترکیب سے دوہا ضرب المثل کے قالب میں نہیں ڈھل سکتا۔ شعر میں اگر کہاوت لائی جاتی ہے تو وہ ایک شعری

استدلال ہوتا ہے۔ نہ کہ ضرب المثل

جیسے۔

دوہا۔

(۱) دادو دینا بانوری چام کو آکھے رام
پوچھ مڑوڑے بیل کی کاڈھے اپنا کام

(۲) کبیرا تیری جھونپڑی گل کٹیوں کے پاس ؛
کرن گے سو بھرن گے توں کیوں بہے اُداس

(۳) مکھی بیٹھی شہد پر پنکھ گئے لپٹا
ہاتھ ملے اور سر دُھنے لالچ بُری بلا

(۴) سُکھ سینت کا سب کوئی ساتھی
دُکھ بکھا کا کوئی نہ منگاتی

(۵) پیتم یہ مت جانیو کہ توہی بچھڑے موہی چین
ڈاڑی بن کی لاکڑی سلگت رہوں دن رین

(۶) دھیرج دھرم مترا ور نار
آپت کال پرکھے چار

(۷) بہرے اگے گاونا اور گونگے اگے گل
اندھے آگے ناچنا تینوں ال بل

(۸) تلسی جد تم آئے تجھے جگ ہنسے تم رو۔ (سعدی) تو چناں زی کہ وقت مردن تو
کرنی ایسی کرو کہ پاچھے ہنسی نہ ہو۔ ہمہ گریاں بو مذ تو خنداں

(۹) سائیں سے چارہ اور بندے سے مت بہاؤ
بہاویں بلنے کیس کر بھاویں کھونٹ منڈائے

(۱۰) اجر نگری پھر بسے اور نر دھنیا دھنی ہو
گیا نہ جوبن باورا موا نہ جیتا ہو۔

(۱۱) اُتم سے اُتم ملے نیچ سے نیچ ؛
پانی سے پانی ملے اور ملے کیچ سے کیچ

(۱۲) سدا نہ جوبن تر رہے سدا نہ جیوی کوئے
سدا نہ پھولے تلدی سدا نہ ساون ہوئے

(۱۳) چار دنوں کی چاندنی پھر اندھیرا پاکھ ؛
بیت ہیں گذرے زندگی سکھ کی کیسی ساکھ

(۱۴) سائیں کا گھر دور ہے جیسے لمبی کھجور
چڑھے تو چاکھے پریم رس گرے تو چکنا چور

(۱۵) جن ڈر نہوندا تن پائیاں گہرے پانی بیٹھ
میں دیری ڈوبن ڈری رہی کنارے بیٹھ

(۱۶) کُل کو دیپک پُتر ہے اومنہ کو دیپک پان
گھر کو دیپک استری اور ڈھر کو دیپک پران

(۱۷) ہردے اندر اگ لگے تو دھواں پرگٹ ہو
جاتن لاگے واتن جانے دوجا جانے نہ کو

(۱۸) چلتی چکی دیکھ کر دیا کبیرا روئے
دو پاٹن میں آئے کے ثابت گیا نہ کو

(۱۹) اُجلا اُجلا سب بھلا اُجلے بھلے نہ کیس ؛
ناری نوی نہ آپ ڈرے نہ اور کرے نہ ریس

(۲۰) گھر کی جاری بن گئی اور بن کو لاگی آگ
بن بیچارہ کیا کرے جو کرموں لاگی آگ

(۲۱) بھیکا بات اگم کی کہن سنن میں ناں
جو جانے سو ناں کہے کہے سو جو جانے ناں

(۲۲) بھیکا بھو کا کوئی نہیں ہر گٹھری میں لعل
گرہ کھول پرکھو نہیں اس بدھے کنگال

(۲۳) اُجل نیکھہ روہیں گت ایک چرن ڈر دھیان ؛ ؛
ہیں جاناں کوئی ساہدہے یہاں کپٹ کی کہان

(۲۴) من موتی اور دود کا رتن کا ایک سبھا
ٹوٹا پھوٹا ناں ملے لاکھوں کریں اپا

(۲۵) ٹوٹا پھوٹا بھی ملے کل کندن کی ریت
شیشہ ٹوٹا ناں ملے ہی نیچ کی پریت

(۲۶) کاچے سی جب رس سے گا در بیٹھے ہو
تلسی وہ پھل کون ہے پاکے پھیکی ہو

ان تمام دوہوں سے بآسانی پتہ لگ سکتا ہے کہ ان کا رنگ ہی کچھ اور ہے۔ گو ان میں سے بعض کے اجزا میں ضرب المثلیں لی گئی ہیں۔ جیسے دوہا نمبر ۱۳ اور نمبر ۲۶ ضرب الامثال کی آمیزش سے کام لیا گیا ہے۔ مگر پھر بھی عموماً ان کی ترکیب ہی ضرب الامثال سے نرالی ہوتی ہے

واضح تر فرق ان دونوں میں یہ ہوتا ہے کہ ضرب الامثال محض سادہ ہوتی ہیں۔ دوہوں میں لوازمات بھی کسی قدر رکھے جاتے ہیں۔ دوہوں میں ان مناسب مناسب لوازمات کے سبب ایک خاص تاثیر بھی ہوتی ہے۔ جو فوری اثر دلوں پر کرتی ہے۔ گو ہندی زبان کی اکثر ترکیبیں غضب کی میٹھی اور موثرہ ہوتی ہیں۔ مگر دوہا میں بالخصوص ایک کشش اور لے پائی جاتی ہے۔

امثال اور اشعار وغیرہ کا تقدم و تاخر

یہ بحث بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ انسانی جماعتوں میں اول اول ضرب الامثال کی بنیاد پڑی یا اشعار اور اقوال وغیرہ مماثلات ضرب المثل کی جس طرح یہ فیصلہ شدہ ہے کہ اول اول نثر ہی کا دور دوران ہوا۔ اس طرح یہ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ ضرب الامثال اور اشعار وغیرہ کی ابتدا ہی میں بنیاد رکھی گئی تھی۔ لیکن یہ ثابت ہے کہ چونکہ واقعات اور حادثات اور ضروریات کا شروع بھی شروع ہی سے ہوا ہے۔ اور مختلف واقعات مختلف ضرب الامثال کے مقدمات واقعہ ہوئے ہیں۔ اس واسطے اشعار۔ اقوال۔ اور ضرب الامثال کا شروع بھی ساتھ ہی ساتھ ہوا ہوگا۔ جس طرح اصل شاعری ایک وہبی خاصہ ہے۔ اور وہی لوگ اس میں گوئے سبقت لے جاتے ہیں جو وہبی مادہ رکھتے ہیں۔ اسی طرح واقعات کی تلخیص اور مقدمات ضروریہ کا انتخاب اُنہیں لوگوں سے زیادہ تر تعلق ہے۔ جو معاشرتی۔ تمدنی کاموں میں تجربہ کار ثابت ہوئے ہیں۔ ضرب المثلیں مختلف مقدمات کا نتیجہ ہیں اور مقدمات سے وہی لوگ ماہر اور شناسا ہوتے ہیں۔ جو مختلف رنگوں میں مختلف واقعات کا تجربہ کرتے اور اُن سے نتائج نکالتے ہیں۔

اس اعتبار سے البتہ اس قدر کہا جا سکتا ہے کہ پہلے سب سے اسباب کی تلکوین ہوئی - پھر اُن سے واقعات بنتے گئے - پھر اُن واقعات سے مقدمات تفریحی کی بنیاد قائم ہوتی گئی - پھر اُن کا اقوال - تماثیل - نظائر - اصول تنقضے کے رنگوں میں اختصار ہوتا گیا - جو طبیعتیں موزون واقعہ ہوئی تھیں - اُن کی بدولت اس سرمایہ سے شعر شاعری اور راگ و تصویر کشی کی نیو رکھی گئی - اور منطق و فلسفہ کی بنیادیں پڑیں - پھر ان میں اختصار کی ضرورت محسوس ہوئی تو رفتہ رفتہ ضرب المثلیں بنتی گئیں - روزمرہ بول چال - روزمرہ گفتگو - دادستد معاملات اور مقاصد میں انہیں جگہ ملتی گئی اور ساتھ ہی ہر ایک طرف سے اُن میں اضافہ بھی ہوتا گیا - گو اس اضافہ کی ترتیب شروع سے ہی کسی خاص اصول پر مدوّن نہ تھی - لیکن پھر بھی مختلف لوگوں کے قوائے حافظہ نے یہ مشکل ڈیوٹی اپنے ذمہ بہت پر لی - جس طرح اصول اور کام کی اور باتیں یاد رکھی جاتی تھیں اسی طرح پر ضرب الامثال کا بھی کامل احفاظ کیا گیا - کہتے ہیں یورپ میں ۲۰۰ ضرب المثلیں ہونگی - اس قدر ذخیرہ کا حفظ کرنا ایک حافظہ کا کام نہیں تھا - صدہا حافظوں نے یہ ذخیرہ بہم پہنچایا ہے - اس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ گو اقلام اور کواغذ و سیاہی نے بھی سینکڑوں واقعات کا احفاظ کیا ہے - لیکن اصل میں اس کی بنیاد حافظہ نے ہی ڈالی ہے - اگر حافظہ واقعات کا احفاظ نہ کرتا تو قلم - کاغذ اور سیاہی یہ ذخیرہ کہاں سے لیتی - چشم دید تو ایک شخص لکھ لیتا - آنکھ سے اوجھل اشیاء کا تہیّہ کس طرح ہو سکتا تھا - اب تک کل ملکوں اور کل قوموں کی ضرب المثلوں کا چونکہ قرار واقعی احصار نہیں ہو سکا ہے - اس واسطے بالاستیعاب نہیں کہا جا سکتا کہ کل دنیا میں ان جواہرات تجربہ کا کس قدر ذخیرہ ہے -

امثال اور محاورات

بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ ضرب الامثال اور محاورات میں بھی کوئی لفظی یا معنوی نسبت ہے۔ یہ درست نہیں۔ محاورات کچھ اور ہیں اور ضرب المثلیں کچھ اور۔ محاورات کی سلک میں کہاوتوں کا پرونا ایک بے جوڑ سا جوڑ لگانا ہے۔ کچا محاورات اور کچا کہاوتیں ضرب المثل یا کہاوت کسی نہ کسی واقعہ یا کم سے کم کسی تجربہ اور قول سے تعلق رکھتی ہے۔ اور اُس سے ایک واقعہ یا ایک تجربہ کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ خلاف اس کے محاورہ سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایک جملہ یا ایک لفظ اہل زبان کس طرح اور کس کس موقعہ پر بولتے ہیں۔ جیسے

(۱) آہنگ حصار۔ فارسی

مقامات موسیقی میں سے ایک مقام یا ایک مرحلہ کا نام ہے۔

گل بگو تا تیز زاں عارض حصاری گشتہ است تاثیر
نغمہ سنجی ہے کند بلبل در آہنگِ حصار

(۲) از قفس انداختن۔ فارسی

مراد ست خاموش و بے صدا کردن۔

شکوہ دانہ و دام از قفس انداخت مرا طغرا
شور بیہودہ ز چشم قفس انداخت مرا

(۳) از سر وا کردن۔ فارسی

دور کردن چیزے مطلقاً۔

مانند آن ورق کہ سرد اکند کسے — آصف
صنعت بہ چرخ گنجفۂ آفتاب را

(۴) بے حضور شدن۔ — فارسی

بیمار شدن سے مراد ہے۔

یار عاشق شد بہت درماں چیست — شفائی
عیسیٰ آنجا کہ بے حضور شود

(۵) پا از شادی بزمیں نرسیدن۔ — فارسی

کنایہ ہے فرط خوشی اور فرط شادمانی سے۔

زدیدہ ترسن آب خوردہ بند داری — تاثیر
کہ پائے ابر ز شادی نمے رود بزمیں

(۶) بادشاہ و بادشاہ وقت خود۔ — فارسی

کنایہ ہے نہایت آزادی اور فارغ البالی سے

شرم زمے چہ شود گرم بادشاہ خودم — سلیم
چو شمع افسر من شعلہ کلاہ شب پوشم

(۷) پا چنارے۔ — فارسی

مراد از مردم بے اعتبار و اہل قفا۔

بہار برصفت سبز و پا چنارے باش — سلیم
سلیم میروی از باغ ہیچ آب کجا

(۸) سی و دو جماعت۔ — فارسی

کنایہ از تمام جماعت مذاہب۔

امام زادہ کہ کارش بغیر طاعت نیست — سیفی
پری رخت کہ درستی و دو جماعت نیست

(۹) سیاہی زدن۔ — فارسی
خود نمائی کردن۔

گل ز بوستان گلستاں لاف شاہی مے زند — سلیم
لالہ از داغ تو بر گلہا سیاہی مے زند

(۱۰) شکستن چشم و گوش۔ — فارسی
کنایہ از نابینا شدن۔

ترسم ز گریہ چشم گہر بار بشکند — صائب
این کاسۂ گدائی گہر بار بشکند

(۱۱) شکستن خواب — فارسی
بے وقت بیدار کرنا۔ اور وہ شور جو ایسی بیداری کے وقت اعیاناً خوابیدہ کرتا ہے۔

دل مرا اگر آن شوخ از خواب شکست — وحید
بہ چشم او دل من ہم ز ناله خواب شکست

(۱۲) طرح کش — فارسی
مظلوم بے کس و ناتواں بردار و محکوم۔

سالک ہمیشہ طرح کش عشق ظالم — سالک
این جان و دل کہ مے دہم امروز بانج نیست

(۱۳) کوچک ابدال۔ فارسی

باصطلاح قلندران مرید خورد سال سے مراد ہے۔

بہ خورشید تابان زروئے نکو وحید
بزرگی کند کوچک ابدال او

(۱) آب خجلت۔ اُردو

وہ پسینہ جو شرم سے آئے۔

میں سیہ رو اپنے خالق سے جو نعمت مانگتا بحر
اپنا مونہہ دھونے کو آبِ خجلت مانگتا

(۲) آب و دانہ اُٹھا لینا۔ اُردو

وطن یا مقام قیام کا چھوڑ دینا۔

خداوندا اُٹھالے آب و دانہ بحر
قفس سے پھر سوئے گلشن سفر ہو۔

(۳) آب والے کے اختیار ہے۔ اُردو

کہاں تو کہاں ہم یہ جو ساتھ میرحسن
یہ تھی بات سب آب والے کے ساتھ

(۴) آستین کا سانپ۔ اُردو

چھپا دشمن وہ شخص جو پردہ دوستی میں دشمنی کرے۔

عبث چھوا تیرے گیسوئے عنبریں کا سانپ وزیر
ہوا ہے ہاتھ میرا میری آستیں کا سانپ

(۵) آگ کا ہنسنا۔ اُردو

آگ کا تیز ہونا۔

غم سے کسی کے تند مزاجوں کو کام کیا — اسیر
ہنستی ہے گریۂ چشمِ کباب پر

(۶) آنکھ کا کاجل چورانا۔ اُردو

انتہا کی چالاکی اور عیاری

یہ فضلِ اشک ہیں، وہ بال باندھے چور مژگاں پر — نظر
کہ آنکھوں میں سے کاجل دیکھ تو پیہم چراتے ہیں

(۷) آنسوؤں سے مُنہ دھونا۔ اُردو

زار زار رونا۔

صبح کو روز اُٹھ کے روتے ہیں۔ — مصحفی
ہم تو مُنہ آنسوؤں سے دھوتے ہیں۔

(۸) آگ لینے آنا۔ اُردو

آتے ہی پلٹ جانا۔ کھڑی سواری یا کھڑے کھڑے آنا۔

لیتے ہی دل عاشق دل سوز کا چلے — ذوق
تم آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے

(۹) آشنائی کٹ کرنا۔ اُردو

محبت اور یارانہ قطع کرنا۔

پھر دانت تلے کھٹکے ناخن یہ کہا — انشاء
بس چل بے اب آشنائی تجھ سے کھٹ گئی

(۱۰) آج کدھر بھول پڑے۔ اُردو

شکایتاً اُس وقت بولتے ہیں جب کوئی شخص باوجود ہمسایہ ہونے کے مدت کے بعد آئے۔

روز گھر غیر کے جانا تیرا معمول پڑا ظفر
یاں جو آنکلا ہے تو آج کدھر بھول پڑا

(۱۱) آج کدھر سے چاند نکلا۔ اُردو

بشرح صدر۔

رُخ جو پردے سے میرے اشک قمر کا نکلا جرأت
نہیں معلوم کہ یہ چاند کدھر کا نکلا

(۱۲) آج کس کا مُنہ دیکھا ہے۔ اُردو

یہ محاورہ وہاں بولتے ہیں کہ کوئی مکروہ امر پیش آئے اور دن بھر بُری باتوں کا ہی سامنا رہے۔

جس جگہ بیٹھے ہیں با دیدۂ نم اُٹھے ہیں ذوق
آج کس شخص کا مُنہ دیکھ کے ہم اُٹھے ہیں

(۱۳) آنکھیں کیا چرنے گئی ہیں۔ اُردو

کیا سوجھتا نہیں ہے۔

آنکھ اُن آنکھوں سے چار کرتا ہے مضطر
آنکھیں چرنے گئی ہیں آہو کی۔

فارسی اور اُردو دونوں محاورات سے یہ اشلہ شعری ناظرین معلوم کر سکتے ہیں کہ محاورات سے

وہ معانی مراد ہوتے ہیں جو مرادی ہیں۔ جنہیں اہل زبان نے کثرت استعمال سے مان لیا ہے اور جو فصاحت کی حد میں شمار ہو کر اطلاق پاتے ہیں۔ محاورات میں محض مسلمہ یا اصطلاحی معانی لیئے جاتے ہیں۔ اور ضرب الامثال میں واقعات مسلمہ کی بحث ہوتی ہے۔ فتدبر۔

البتہ بعض محاورات کا رنگ بھی ضرب الامثال سے کچھ کچھ ملتا ہے۔ گو انہیں بطور ضرب المثلوں کے عموماً استعمال نہیں کیا جاتا۔ مگر اُن میں ضرب المثلوں کا سمان پایا ضرور جاتا ہے۔ جیسے۔

(۱) آبے لونڈے جابے لونڈے۔ اُردو

جب کوئی خادمہ وقت گزاری کرتی اور ہیلے حوالے میں دن تمام کرتی ہے۔ تو دلی کی عورتیں کہتی ہیں تو تو ہمیشہ آبے لونڈے جابے لونڈے کرکے دن گزار دیتی ہے۔

(۲) آپ نے اُڑائیں ہم نے بھونی ہوئی کھائیں۔ اُردو

(۳) آپ سے چار برساتیں میں نے زیادہ دیکھی ہیں۔ "

یہ جملے وہاں بولے جاتے ہیں جہاں یہ کہنا مقصود ہوتا ہے۔ کہ میں آپ سے زیادہ ان چالوں کو سمجھتا ہوں۔ آپ سے زیادہ تجربہ کار ہوں۔

(۴) آپ سے دو یا آپ کی جان سے دور۔ اُردو

اُس جگہ بولتے ہیں جہاں مخاطب کی طرف کسی بُری بات کی نسبت دینے کو برا سمجھتے ہیں۔ بہ قول حضرت داغ۔

داغ کہتے ہیں جنہیں دیکھ کے وہ بیٹھے ہیں
آپ کی جان سے دور آپ پہ مرنے والے اُردو

(۵) آپ کے لڑکے بھی کبھی گھٹنوں کے بل چلیں گے۔ "

یعنی آپ بھی کبھی راہ پر آئیں گے۔ آپ کو بھی کبھی عقل آئے گی۔

(۶) آپ گیلے میں سوئی مجھی سوکھے میں ملایا۔

عورتیں اپنے ساتھ اپنی ماں یا اور کسی عزیز کی کمال محبت اور دل سوزی ظاہر کرنے کے وقت بولتی ہیں کہ اس نے آپ تکلیف اٹھائی اور مجھی ہمیشہ راحت پہنچائی۔

(۷) آٹھوں گانٹھ کمیت۔

وہ کمیت گھوڑا جس کے آٹھ جوڑ مضبوط ہوں مجازاً شریر عیوب کا پتلا۔

(۸) آج سے کل نزدیک ہے۔

یعنی موجودہ دن سے آیندہ کا دن قریب ہے۔ اس کا استعمال وہاں کرتے ہیں جہاں کوئی آیندہ زمانہ کو دور سمجھ کر اچھے کاموں میں تساہل اور غفلت کرتا ہے۔

(۹) آج کے آج اور آج کے سو برس ہیں۔

یہ جملہ عورتیں وہاں بولتی ہیں جہاں یہ جتانا ہوتا ہے کہ جو بات ہونیوالی ہے وہ ہو کے رہیگی۔ آج نہ ہو سو برس میں ہو مگر ہوگی ضرور۔

(۱۰) آج نقیبوں سے ناتھ لگے ہو۔

اتفاق یا خوبیٔ قسمت سے ملاقات ہوئی ہے۔

(۱۱) آسماں پھاڑ کے تھگلی لگانا۔ اردو

دشوار یا محال کام کرنا۔

رند۔

کیا آسمان پھاڑ کے تھگلی لگائے گی
صاحب ابھر چلی ہے بہت گات آپ کی

(۱۳) آسمان دور ہے زمین سخت ہے۔

بے بسی کے مقام پر بولتے ہیں۔

نواب میرزا شوق۔

پر میں اب اُس کو کیا کروں کم بخت

آسماں دور ہے زمیں ہے سخت

امثال باعتبار مفہوم عامہ و مفہوم خاصہ

ضرب الامثال ادبی دنیا کی ایک صنف ہیں۔ جس طرح دیگر اصناف ادبی میں بعض مسلمات اور بعض بیانات و قیاسات درست اور صحیح ہوتے ہیں۔ اور بعض غلط اور نادرست۔ یا بعض بامو قعہ اور بعض بے موقعہ۔ اسی طرح ضرب الامثال کی بھی کیفیت ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر ضرب المثل ضرور ٹکسالی ہی ہو۔ اور اُس کا مفہوم درست ہی ہو۔ یا اُس کی بنیاد صحیح قیاسات پر رکھی گئی ہو۔

بہ قول حکیم ارسطو ضرب المثل کے واسطے ایک عامہ شہرت کی ضرورت ہے یہ ضرور نہیں کہ وہ عامہ صداقت بھی بکھتی ہو۔ ممکن ہے کہ ایک ضرب المثل ایسے حالات میں یا ایسے واقعات کی بنیاد پر موضوع ہو کہ وہ واقعات اب نہیں رہے ہیں۔ یا ایسے واقعات کی بنیاد ہی غلط ہو جیسے کہ ملتانیوں کی بابت یہ ایک پورانی ضرب المثل ہے۔

سفر ملتان تا بہ عید گاہ۔

شاید کسی وقت یا اپنی تدوین کے زمانہ میں یہ صادق ہو۔ مگر اب تو چونکہ اہل ملتان بھی دور دور کا سفر کرتے اور باہر جاتے ہیں۔ اس واسطے اس کا اطلاق سوائے اس کے نہیں ہو سکتا کہ

کوئی شخص پست ہمتی سے باوجود عزم کے تھوڑی سی کوشش کے بعد رہ جائے۔ اور اُس وقت مجازاً یہ کہا جائے کہ

" سفر ملتان تا بہ عیدگاہ۔

(۲) زن۔ زمین۔ زر۔ تینوں جھگڑے کا گھر۔

بے شک ان اسباب سے بھی اکثر جھگڑے اُٹھے۔ اور یہ اسباب بھی صدہا نہیں بلکہ ہزاروں بکھیڑوں کے موجب ہیں۔ مگر ان کے سوائے اور بھی باتیں مناقشت اور منافرت کی ہیں مذہبی باتوں کا ان اسباب ثلاثہ سے کوئی تعلق نہیں۔ مگر مذہبی جھگڑوں کی کثرت بعض وقت ان سے بھی کہیں بازی لے جاتی ہے۔ حالانکہ مذاہب میں نہ زن کا جھگڑا ہوتا ہے نہ زمین اور زر کا۔ روحانی باتوں کی نسبت ہی حد درجہ کی مخاصمت ہو جاتی ہے۔

(۳) چوری یاری چاکری باجہہ وسیلے ناں۔

اکثر معاملات میں یہ درست اترتی ہے۔ اور بعض اوقات اس کے خلاف بھی ہوتا ہے۔ کبھی کبھی چور۔ یار۔ نوکر بغیر وسیلے کے بھی کامیاب ہو جاتا ہے۔ ہاں عام حالات میں ایسا نہیں ہوتا۔ خاص حالات اگر مستثنات میں لیئے جائیں تو ہو سکتا ہے۔

(۴) رات چوردی دن ساہد دا۔

بے شک چور رات کو ہی زیادہ تر چوریاں کرتے ہیں۔ لیکن یہ کوئی کلیہ نہیں ہے۔ دن کے وقت بھی چوریاں ہوتی ہیں۔ بہ مفہوم اکثریت یہ قیاس درست اور صحیح اُترتا ہے۔ کلیہ قاعدہ نہیں قرار پا سکتا۔

(۵) ملک اٹلی کی ایک ضرب المثل ہے۔

" اچھا سوار کبھی نیزہ سے خالی نہیں ہوتا۔

گو سواروں یا سواری کا لازمہ یا ضروری نیزہ بھی ہے۔ لیکن ہمیشہ سوار نیزہ نہیں رکھتے۔ اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بے نیزہ کوئی سوار ہو ہی نہیں سکتا۔ صدہا سوار بے نیزہ ہیں اور پھر چابک دست سواروں میں شمار ہوتے ہیں۔ جس ملک میں نیزہ نہیں اُس میں بھی اچھے اچھے سوار ہوتے ہیں۔

اور بعض لوگ سوار تو غضب کے ہوتے ہیں لیکن نیزہ بازی میں مشق نہیں رکھتے اُنہیں تیر و تفنگ اور بندوق علی ہذا کی مشق ہوتی ہے۔

(۶) سپین۔

سب سے اچھا بیاہ اُس کا ہے کہ جس کی نہ ساس ہو نہ نند

شاید سپین میں یہ درست ہو ہندوستان میں منگنی کے وقت دونوں طرف سے دیکھتے ہیں کہ لڑکے لڑکی کے ماں باپ اور رشتہ دار بھی ہیں یا نہیں۔ لڑکی والے شوہر کی تلاش پیچھے کرتے ہیں پہلے اُس کا کنبہ دیکھتے ہیں۔ اور سپین کی ضرب المثل کے مطابق ہندوستان میں شادی کرنا بُرا منایا جاتا ہے۔

(۷) فرنچ۔

دزدیدہ شی معلوم ہو جاتی ہے۔

یہ کوئی کلیہ نہیں۔ بیسوں دزدیدہ شیئیں دزدیدہ نہیں معلوم ہوتیں۔ بیسوں آدمی چوری کی شیئیں رکھتے اور دن دہاڑے بازاروں میں فروخت کرتے ہیں۔ لیکن خریداروں کو اس کا کوئی علم نہیں ہوتا۔ بعض وقت جوڈیشل عدالتیں بھی چوری کی شیئیں چور ہی کو واپس دیتی ہیں۔ حالانکہ وہ شیئیں فی الحقیقت چوری کی ہوتی ہیں۔ ہاں کبھی کبھی اس جہت سے بعض دزدیدہ شیئیں معلوم ہو جاتی ہیں کہ شیئیں قیمتی یا عجائبات سے ہوتی ہیں اور چور کی حیثیت

اُن کے شایان شان نہیں ہوتی۔ لوگ اس واسطے قیاساً تاڑ جاتے ہیں۔

(۸) پرتگیز۔

چور کو تم دیانت دار بنانا چاہو تو اُس پر اعتبار کرو۔

اس کے مقابلہ میں بالفاظ دیگر سعدی بلبل شیراز نے کہا ہے۔

عاقبت گرگ زادہ گرگ شود

گرچہ با آدمی بزرگ شود ؛ ؛

سعدی کی ضرب المثل بمقابلہ پرتگیزی ضرب المثل کے صداقت آمیز اور عامہ ہے۔ چور پر اعتماد شاید کبھی ہی راس آئے۔ کیونکہ چور ہمیشہ اپنی عادت کی وجہ سے بددیانت ہی ثابت ہوتا ہے۔

(۹) فارسی۔

دزد باش و مرد باش۔

ان معنوں میں تو درست ہے کہ انسان جو کام کرے حوصلہ اور ہمت سے کرے۔ لیکن ان معانی میں درست نہیں کہ مرد بنو خواہ چوری ہی کرو۔

(۱۰) عرب۔

کانٹے دار درخت سے گوند پیدا ہوتا ہے۔

یہ کلیہ قیاسی ہے۔ گلاب کانٹے دار ہوتا ہے۔ اُس سے پھول پیدا ہوتا ہے اور وہ ایک خوشنما شگوفہ لاتا ہے۔ گوند نہیں رکھتا۔

بیری کانٹے دار ہے۔ اُسے بیر لگتے ہیں گوند نہیں نکلتا۔

رنگترہ بھی کانٹے دار ہوتا ہے۔ اُس سے بھی گوند نہیں نکلتا بلکہ ایک خوش نما پھل دیتا ہے۔

(۱۱) تامل۔

دوا کا اثر اعتقاد سے ہوتا ہے۔

یہ بالکل درست ہے کہ عقیدہ اور خیال بھی طبیعت پر بہت کچھ اثر کرتا ہے۔ لیکن اسے بطور ایک کلیہ کے ماننا تجربات کے خلاف ہے۔ ادویہ محض اعتقاد ہی کے تابع نہیں ہیں۔ اُن کی خاصیت بطور خود بھی باوجود خلاف یا موافق خیال کے موثر ہوتی ہے۔

(۱۲) ڈچ۔

اگر ایک نہ چاہے گا تو دوسرا چاہے گا۔

اس کے مقابلہ میں دوسرے الفاظ میں یہ ہے۔

" تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔

یہ کلیہ نہیں کہ اگر ایک نہ چاہے تو دوسرا چاہے۔ بلکہ بات یہ ہے کہ بمصداق

دل را بدل رہے ست درین گنبدِ سپہر

جب تک دونوں دل نہ چاہیں ایک دوسرے کو چاہ نہیں سکتے۔

(۱۳) ہندی:۔

سب چیزوں میں افراط منع ہے۔

بے شک اکثر اشیاء میں باعتبار حالات کے افراط منع ہے۔ لیکن کیا نفس سعادت میں بھی افراط منع ہے۔ لفظ سب سے اس کی جامعیت معرض خطر میں ڈال دی ہے۔

جیسی سب ضرب الامثال سے پتہ لگ جائے گا کہ ان کی جامعیت فرضاً قیاس کر لیگئی ہے۔ اُن کے ظرفی اطلاق میں تو کلام نہیں۔ لیکن کلی اطلاق میں کلام ہے۔

ہاں ایسی بھی ضرب المثلیں ہیں جو اپنے مفہوم میں جامع واقع ہوئی ہیں۔ جیسے

(۱) ڈنمارک

حُسن بغیر نیکی کے ایسا ہے جیسا پھول بغیر خوش بو کے۔

یہ ایک مسلمہ ہے۔ اس میں فرق ہی نہیں آ سکتا۔ ایک حسین عورت اگر باعصمت باعفت نہ ہو چاہے اُس میں حُسن کے علاوہ اور بھی انواع در انواع خوبیاں ہوں۔ اُس کی کوئی عزت اور کوئی احترام ہی نہیں۔ اُس کے مقابلہ میں ایک غریب باعصمت عورت ہمیشہ فخر کرتی ہے۔

(۲) ڈنمارک۔

اگر داڑھی پر سب باتوں کا مدار ہوتا تو بکراجیت میں رہتا۔

یہ ایک سچی فلسفی ہے۔ مدار اعمال پر اور انحصار نیات پر ہے۔ نکہ داڑھی اور مونچھوں پر۔

(۳) فارسی

نہ ہر زن زن ست و نہ ہر مرد مرد۔

یہ بالکل درست ہر موقعہ اور ہر زمانہ میں چسپاں صادق۔

(۴) روسی۔

مٹی کا برتن پیتل کے برتن سے نہیں لڑ سکتا۔

یہ بالکل درست اور سچا قیاس ہے۔

(۵) ملتانی۔

کاں بٹھایا پنجرے پڑھیا چارے دید ؛
عقل نہ مولے آئی ہے رہیا ڈیڈ کا ڈیڈ ؛

یہ بالکل درست ہے اور ہر زمانہ میں اور ہر کوئے پر چسپاں ہے۔ چاہے کوا کتنا ہی عرصہ قفس میں رہ کر تعلیم پائے پھر بھی اُس کے اطوار حالات میں فرق نہیں آ سکتا۔

ڈیڈ ملتانی زبان میں محض لایعقل حیوان کو کہتے ہیں۔

(۶) افغانی

ایک ہاتھ سے تالی نہیں بجتی۔

یہ بالکل درست ہے۔ ایک ہاتھ سے تالی بجانا ناممکنات سے ہے۔

(۷) ڈچ۔

ہاتھ میں ایک پرند ہوا کے دس پرندوں سے بہتر ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں۔

(۸) عرب۔

بڑھاپے کی متانت جوانی کی نزاکت سے اچھی ہوتی ہے۔

یہ بالکل درست اور مطابق واقعہ ہے۔

(۹) جاپان۔

دن جو ساٹھ برس کی عمر میں ہوتا ہے وہی تین برس میں۔

اس میں کیا شک ہو سکتا ہے۔

(۱۰) انگلستان۔

سیاہ مرغی سفید انڈا دیتی ہے۔

(شک فیہ۔

(۱۱) ترک۔

توبہ کے آنسو ٹھنڈے ہوتے ہیں۔

یہ بالکل درست ہے۔ ندامت اور خجالت کی حالت میں گرم جوشی محض کافور ہوتی ہے۔ سچے دل سے ٹھنڈے آنسو چشم تپاں کی راہ سے نکلتے گرتے اور آتش عصیان بجھاتے ہیں۔

(۱۲) بال بودھ۔

جھوٹ کے پانوں نہیں۔

یہ بالکل سچ ہے۔ جھوٹ آخر جھوٹ ہے۔ یہ جدا بات ہے کہ جھوٹ بعض دفعہ کام لے نکلتا ہے مگر اخیر پر اُس کی کسادبازاری ہوکر راز کھل جاتا ہے۔

(۱۳) سنسکرت۔

قطرے قطرے پانی سے مٹکا بھر جاتا ہے۔

یہ ایک سچی بات ہے۔ لگاتار کوشش سے آخر کامیابی ہوتی ہے۔ ان امثلہ یا ان اقوال سے آشکارا و عیاں ہے کہ ان میں جو جو باتیں کہی گئی ہیں۔ وہ بالکل درست اور ہر وقت وقوع میں آنے والی ہیں۔ اُن کے سب اجزا اور سب استدلالات صحیح پیمانہ پر کسے گئے ہیں۔ اِن میں کبھی بھی تخلّف اور تشتّت واقعہ ہونے کا احتمال نہیں ہو سکتا۔ اِن میں باعتبار مسلّمہ واقعات اور عامہ صداقتوں کے صداقت اور راستی بھری گئی ہے اِن میں وہ عملی طاقت مودعہ ہے کہ جو کبھی اور کسی حالت میں ضائع ہو ہی نہیں سکتی۔ ایسی ہی ضرب امثالیں صداقت عامہ کے پیرایہ میں جواہرات کے ریزے اور یواقیت کے دانے شمار ہوتی ہیں۔ ایسی ہی کہاوتیں ہیں۔ جنہیں باعتبار مفہوم عامہ کے مسلّمہ کہاوتیں کہا جاتا ہے۔ یہ تنوع اور یہ صنفیت کچھ کہاوتوں سے ہی مخصوص نہیں۔ اشعار اور اقوال میں بھی یہی کیفیت پائی جاتی ہے۔ صدہا بیتیں ہزاروں اشعار اور اقوال بھی من وجہ اطلاق پذیر ہیں۔ اور صدہا بطور ایک صداقت عامہ کے اطلاق پاتے ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ شاعری میں بذریعۂ انتخابات کثیرہ ایسے اشعار اور اقوال مہرہ پر انتخاب کے نمبر لگا دیئے گئے ہیں۔ اور علمی دنیا میں اُن کی شہرت ہو چکی ہے۔ خلاف اُس کے

ضرب الامثال ابھی اس احترام یا اعزاز اور انتخابی شرف سے محروم ہیں۔
ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ۔

شہرت امثال

اکثر لوگ کہتے ہیں کہ جب تک کوئی شے کوئی مضمون کوئی فقرہ کوئی مقولہ کوئی شعر۔ کوئی کہاوت یاد نہ کی جائے کیونکر یاد آ سکتی ہے۔ اُن کے خیال میں قوت حافظہ بذاتہ سوائے تحریک خارجی کے کچھ بھی نہیں کر سکتی۔ یہ تھیوری غلط ہے۔ قوت حافظہ تحریک میں ہی آکر کام دیتی ہے۔ اور خود بخود بھی کام میں لگی رہتی ہے۔ ہم اپنی زندگی میں ہمیشہ ساری شنیدیں ساری حکایتیں سارے اقوال سارے اشعار سارے فقرات دماغ کو تکلیف دے کر ہی یاد نہیں کرتے۔ اُن میں سے اکثر مضامین کی یاد دماغ اور حافظہ خود بہ خود بھی کرتا ہے۔

اکثر لوگ ایسے ہی ہیں۔ جنہیں مختلف اشعار۔ مختلف ابیات۔ مختلف فقرات اور مختلف کہاوتیں یاد ہیں۔ لیکن وہ یہ کبھی نہیں کہہ سکیں گے کہ اُن میں سے اُنہوں نے کتنے مضامین ارادتاً یاد کئے تھے۔ یہ تفصیل تو عموماً طالب علم ہی دے سکیں گے۔ اور لوگ سوائے چند کے مکمل تفصیل کبھی نہیں دے سکتے۔ دراصل قدرت نے دماغ اور حافظہ میں ایک ایسی جاذبہ طاقت ودیعت کر رکھی ہے جو بااذن بھی واقعہ ہوئی ہے۔ انسان جب کوئی اچھا مضمون سنتا۔ اچھا شعر پڑھتا اور اچھا سامان دیکھتا ہے۔ اُس کا حافظہ اُس کی قوت جاذبہ بہ خود اُس کا عکس لے لیتی ہے۔ یا ایسے سے کا عکس از خود پلیٹ دماغ پر آجاتا ہے۔ ہمیں خبر بھی نہیں ہوتی اور دماغ اُسے جذب کر لیتا ہے۔ ہم اگر مخلے بالطبع ہو کر سوچیں

ہمارے دماغ میں کس قدر خیالات اور کس قدر مضامین معکوس ہیں۔ تو شاید بہت کم مواد ملے گا۔ لیکن ہم روز دیکھتے ہیں کہ جب وقت یا کوئی موقعہ اور محل آتا ہے تو خود بخود دماغ کے خزینہ میں سے اندوختہ یا معکوسہ منظر روشن ہوتا آتا ہے۔ ہم جب کوئی مضمون لکھتے ہیں تو قلم اُٹھاتے ہی جوف دماغ میں سے مضامین کی آمد آمد شروع ہوتی ہے لیکن اس سے اول ہم نہیں کہہ سکتے تھے کہ جوف دماغ میں کیا کچھ بھرا ہے۔

جس قدر ہمیں مقولے۔ اشعار اور کہاوتیں یاد ہوتی ہیں اُن کا اکثر حصہ اسی رنگ سے محفوظ ہوتا ہے۔ ہم عموماً ارادتاً ایسے مضامین ازبر کرنے کے عادی نہیں ہیں۔ اسی اصول پر ازخود ہمارے دماغوں میں کہاوتیں بھی منتقل ہوتی گئیں۔ اور دماغ اُنہیں قبول کرتا گیا۔ موقعہ بہ موقعہ و وقت بہ وقت اُن کا اطلاق مختلف لوگوں کی جانب سے ہوتا رہا۔ جس طرح ہم نے کسی اور کے ذریعہ سے اُن کا خبر مقدم کیا تھا۔ اور ہمارے دماغوں نے خوشی سے اُنہیں قبول تھا۔ اسی طرح اوروں نے بھی پیش قدمی کی۔ اور رفتہ رفتہ اُن کی شہرت عالم گیر ہوتی گئی۔ کوئی اصل ہی لے گیا۔ اور کسی نے ترجمہ کیا۔

یہاں تک کہ ساری دنیا میں اُن کی شہرت ہوتی گئی۔ یہ کچھ امثال پر ہی موقوف نہیں ہر ایک قسم کے مضمون کی شہرت کا یہی ذریعہ رہا ہے۔ اشعار۔ راگ۔ کہاوتیں۔ اور مقولات بالخصوص اسی طریق عمل سے ملکوں اور قوموں میں رفتہ رفتہ شہرت یاب ہوئے ہیں۔ اگر ارادتاً انہیں یا کسی بھاری تو شاید اس کا عشر عشیر بھی ذخیرہ جمع نہ ہو سکتا سبحان اللہ قدرت کیسی فیاضی سے کام دے رہی ہے۔ اگر ہمارے دماغوں میں یہ فوٹو گرافی طاقت نہ رکھی جاتی تو ہمیں مختلف مضامین کی یاد کے واسطے بمقابلہ موجودہ حالت کے صدگنا محنت اور تکلیف اُٹھانی پڑتی اور کبھی یاد بھی نہ ہوتی۔

(واقف)

از اشک پرسید کہ در دل چہ خروش ست
این قطرہ ز دریا چہ خبر داشتہ باشد

استعمال امثال

استعمال امثال کی فلسفی اُس وقت تک سمجھ میں نہیں آتی۔ جب تک یہ نہ سمجھ لیا جائے۔ کہ

ضرب المثلیں۔

" ترکیب کیوں پاتی۔

" یاد کی جاتی ہیں۔

" اور ان کی ضرورت کیا ہے۔

میری رائے میں تمام ضرب المثلیں محض ارادتاً ہی ترتیب نہیں دیگئی ہیں۔ اور نہ ان کی ترتیب کسی خاص تعلیم یا تربیت کی محتاج ہے۔ جس طرح راگ اور راگنیاں فرط یاس یا فرط محبت اور لے میں تربیت پاتی رہتی ہیں۔ اور یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ کس وقت ان کی ترتیب عمل میں آئی۔ اُسی طرح یہ بھی مشکل ہے پتہ لگتا ہے کہ

امثال کی تدوین اور ترتیب کن کن وجوہ سے ہوئی یا ہوتی ہے۔ جیسے راگ اور راگنیاں بے ساختہ ترتیب پاتی ہیں۔ ایسے ہی ضرب المثلیں بھی عموماً بے ساختہ تدوین پاتی ہیں جب ایک واقعہ یا انوکھا تجربہ معرض ظہور یا معرض بحث میں آیا۔ اُسی وقت کسی شخص نے خاص الفاظ میں اُس کا خلاصہ کر دیا۔ اور رفتہ رفتہ وہی خلاصہ ضرب المثل یا کہاوت کے نام سے شہرت پاتا گیا۔

جس ضرب المثل یا جس کہاوت کی تدوینی وجہ کی جستجو کرو۔ اخیر پر یہی نتیجہ نکلے گا کہ ایک ناگہانی واقعہ یا ناگہانی قول یا فعل کے وقوع پر ایک ضرب المثل کا وجود پیدا ہوگیا۔ اور اُس کی رفتہ رفتہ شہرت ہوتی گئی۔ فی صدی شاید پانچ ضرب المثلیں بھی ایسی نہیں پائی جاتی ہوں گی۔ جن کی تدوین اور ترکیب میں کسی کا خاص ارادہ شامل ہو۔

ضرب المثلوں یا کہاوتوں کی ترتیب اور مفہوم ہی شاہد ہیں کہ وہ بالبدیہہ کہی گئی ہیں۔ اُن کی ترتیب اور اُن کی تدوین نہ تو کسی خاص فن کے تابع ہے۔ اور نہ کسی خاص اصول کے۔ ہم اپنے اثبات میں اُردو۔ فارسی۔ پنجابی کی چند ضرب المثلیں پیش کرتے ہیں۔

(۱) موئے باپے دے وڈے دند۔ پنجابی

ترجمہ۔ متوفی باپ کے بڑے بڑے دانت

مطلب اس کا یہ ہے کہ

زندگی یا موجودگی میں تو ایک شخص یا ایک شے یا ایک واقعہ کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہوتی محض کس مپرسی میں ہوتا ہے۔ لیکن جب وہ شخص یا شے یا وقت گزر جاتا ہے تو اُسے ایک عظیم الشان واقعہ بیان کرکے ظاہر کیا جاتا ہے۔

یہ اُس موقعہ پر اطلاق پاتی ہے۔ جب ایک واقعہ کے انقضاء کے بعد اُس کی تعریف یا عظمت کا اظہار کیا جائے۔

(۲) گھروں آواں میں تے سنیہے دے ایہ۔ پنجابی

ترجمہ۔ گھر سے تو میں آؤں اور پیغام یہ دے۔

یہ اُس موقعہ پر بولتے ہیں۔ جب ایک شخص باوجود ایک واقعہ یا ایک کیفیت کی ناواقفی کے واقف شخص کے سامنے خواہ مخواہ دخل در معقولات دے۔

(۳) آ ڑائی میرے ویڑھے وچوں جا۔ پنجابی

ترجمہ۔ آ ڑائی میرے گھر میں سے ہو کر جا۔

یہ اُس وقت بولتے ہیں جب کوئی شخص خواہ مخواہ دوسرے سے چھیڑ چھاڑ کرے۔

(۴) جدہی کوٹھی وچہ اوندے کملے بھی سیانے۔ پنجابی

ترجمہ۔ جس گھر میں دانے ہوں اُس کے بے عقل آدمی بھی دانا سمجھے جاتے ہیں۔

یہ اُس موقعہ پر بولتے ہیں۔ جب کسی دولت مند یا اقبال شخص کی بات باوجود خلاف عقل یا عام بات ہونے کے تسلیم کیجاتی یا عزت دی جاتی ہے۔

(۵) گنڈھ نہ پلّے آکڑ آکڑ چلے۔ پنجابی

ترجمہ۔ پاس نہ پیسہ نہ روپیہ یوں ہی اکڑ اکڑ چلتا ہے۔

یہ اُس موقعہ پر بولتے ہیں جب کوئی شخص باوجود کوئی وصف نہ ہونے کے خواہ مخواہ اترائے اور شیخی بگھارے۔

(۶) آجکل تمارے نام کمان چڑھتی ہے۔ اُردو

کسی کی ترقی دولت اور منصب کے دور میں بولتے ہیں۔

(۷) آج کے بنیئے کل کے سیٹھ۔ "

یہ مثل اُس جگہ بولتے ہیں جہاں یہ کہنا مقصود ہوتا ہے کہ زمانہ کا انقلاب ہوتا ہی رہتا ہے جو کل امیر تھا آج فقیر ہے۔ اور جو آج فقیر ہے ممکن ہے کہ وہ کل امیر ہو جائے۔

(۸) آج کے تیتیے آج ہی نہیں جلتے۔ اُردو

یہ مثل اُس جگہ بولتے ہیں جہاں یہ کہنا مقصود ہوتا ہے کہ جس کام میں تدریج ضروری ہے وہ فوراً نہیں ہو سکتا۔ آہستہ آہستہ ہی ہوگا۔

(۹) آدمی کا شیطان آدمی ہے۔ اُردو

آدمی کا بہکانے والا آدمی ہے۔ نیک آدمی کو بد آدمی کی صحبت خراب کر دیتی ہے۔

(۱۰) آدمی کچھ کھو کے سیکھتا ہے۔ اُردو

کچھ نقصان اُٹھانے کے بعد تجربہ حاصل ہوتا ہے۔

(۱۱) کے آمدی و کے پیر شدی۔ فارسی

حسب نمبر ۸۔

(۱۲) کہ کرد نہ یافت "

کس نے کیا اور نہ پایا۔

جب کوئی بُرا کرتا اور پھر اُس کا نتیجہ اُٹھاتا ہے۔ تو اُس وقت یہ کہتے ہیں۔

(۱۳) شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ فارسی

یہ اُس وقت بولتے ہیں۔ جب بغیر تجربہ بغیر دیکھے بغیر واقفیت اس طرح رائے دی جاتی ہے کہ گویا چشم دیدہ یا متجرب ہے۔

(۱۴) حلوا خوردن را روئے باید۔ فارسی

جب کوئی آدمی ایسی آرزو رکھے جو اُس کے درجہ ہستی سے بالا ہو تو اُس حالت میں یہ بولتے ہیں۔

(۱۵) داشتہ آید بکار گرچہ بود زہر مار۔ فارسی

یہ کفایت شعاری۔ اور حفظ ماتقدم اور ماقبل حزم احتیاط کے موقعہ پر بولتے ہیں۔

اوپر کی سب ضرب المثلوں سے ظاہر ہے کہ ان میں کوئی تکلف اور کوئی آورد نہیں ہے۔ ان کے مفہوم اُن کی ترتیب سے بے ساختہ پن پایا جاتا ہے۔ سر مو تکلف نہیں۔ ان کی ترکیب ہی زبان حال کہہ رہی ہے کہ جس طرح کسی واقعہ کے وقوع پر یا کسی ناگہانی مشاہدہ کے وقت فی البدیہہ

کچھ کہا سنا جاتا ہے۔ وہی کیفیت ان میں بھی موجود ہے۔

پہلے دو سوالوں کا جواب آگیا۔

اب تیسرا سوال رہا یہ کہ

ان کی ضرورت کیا ہے۔

سب سے پہلے یہ کلیہ ذہن نشین کرلینا چاہئے کہ۔

الضرورت ام الایجاد۔

کوئی ایجاد اُس وقت تک نہیں ہوتی جب تک ضرورت محسوس نہ ہو۔ بہ اقتضائے کلیہ ہذا یہ ماننا پڑے گا کہ ضرورتاً ان کی تدوین عمل میں آئی۔ رہی یہ بات کہ کیسی ضرورت۔ اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ ایسی ضرورتیں حسب ذیل ہو سکتی ہیں۔

(الف) تجربی ضرورت۔

(ب) اصلاحی ضرورت۔

(ج) علمی ضرورت۔

(د) ادبی ضرورت۔

ضرب المثل ان ہر چہار ضرورتوں کا مجموعہ ہے۔ اس سے تجربہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اصلاح بھی ہوتی ہے۔ علم بھی بڑھتا ہے۔ اور ذخائر ادبیہ میں بھی افزونی ہوتی ہے۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ

ضرب الامثال کا استعمال کن اصول کے تابع ہے۔

ضرب الامثال کے الفاظ اور ظاہری ترکیب گو ایک یا کسی خاص معاملہ سے نسبت رکھتی ہو۔ لیکن دراصل اس کا اطلاق ہمچو قسم پر ایک وسعت سے ہو سکتا ہے۔ مثلاً۔

(۱) موئے بابے دے وڈے وند۔ پنجابی

الفاظ سے تو صرف موت کے واقعہ پر ہی اطلاق ہوگا۔ لیکن صرف یہی نہیں، بلکہ ہر واقعہ اور ہر بات پر جو ازیں قبیل ہوگی۔ اس مثل کا اطلاق کیا جاسکتا ہے۔

مثلاً ایک شخص جوانی یا شباب کے واقعات کا اس طرح ذکر یا اعادہ کرے کہ دراصل عہدِ شباب میں اُس کا عشر عشیر بھی نہیں تھا۔ تو اُس موقعہ پر بھی اس کا اطلاق کیا جائے گا۔

(۲) آغا میر کی دائی سب سیکھی سکھائی۔ اُردو

جو عورت سب گنوں پوری نہایت عیار چالاک ہو۔ اُس کی نسبت ایسا کہتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی مرد بھی ایسے گنوں کا ہو تو اُس کی نسبت بھی بجا، اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔

(۳) آدمی کو ڈھائی گز زمین کافی ہے۔ اُردو۔

جب کوئی عمارت وسیع بنانے کا ارادہ کرتا ہے اور یہ مزید ہوس ہوتی ہے کہ جہاں تک زمین ملے گھیرتے چلے جائیں۔ تو نصیحتاً یہ جملہ کہتے ہیں۔ کہ جہاں قیامت تک رہنا ہے۔ وہ صرف ڈھائی گز زمین ہے۔ یعنی قبر کی زمین اس سے زیادہ نہیں ہوتی۔ پھر اس حرص و ہوا سے کیا حاصل۔

گو یہ محض عمارت کے واسطے ہے مگر جہاں حرص و ہوس انتہا کی ہوگی۔ وہاں بھی اس کا اطلاق کیا جاسکے گا۔

(۴) ہلو نہ ہلاؤ مجھے بیٹھے ہی کھلاؤ۔ اُردو

جہاں سستی اور کاہلی کسی میں پائی جائے گی وہاں اس کا اطلاق ہوگا۔

(۵) کہاں راجہ بھوج اور کہاں گانگی تیلن۔ اُردو

یہ ہر ایسے موقعہ پر بولی جاسکتی ہے۔ جہاں دو انسانوں، دو اشیاء۔ دو واقعات میں

مساوات نہ ہو اور یہ ثابت کرنا ہو کہ ان میں کوئی نسبت نہیں

(۶) یہ ناؤ کس لے ڈبوئی - خواجہ خضر نے اُردو

یہ اُس موقعہ پر بولتے ہیں جب کوئی مربی - کفیل - ضامن اور ذمہ دار ہو کر خود ہی ایک شی کی تخریب اور تذلیل کا باعث ہو -

(۷) واہ واہ رے اسّی برس کی عمر اور بیاں معصوم نام - اُردو

یہ ہر ایک ایسے موقعہ پر اطلاق پا سکتی ہے - جہاں کوئی شخص ایک خلاف واقعہ ادعا کرے -

(۸) مانگتے تانگتے کام چلے تو بیاہ کرے مُلّا - اُردو

یہ اُس موقعہ پر اطلاق پاتی ہے جب کوئی شخص سوائے محنت اور جائز صورت کے اِدھر اُدھر پھر پھرا کام چلاتا اور زندگی بسر کرتا ہے -

(۹) برسویں سخی شوم برابر ہوتا ہے اُردو

مطلب تو اس کا یہ ہے کہ سالانہ تہواروں یا عید شب برات - ہولی - دسہرہ - بڑے دن وغیرہ پر جن لوگوں نے کبھی کچھ خرچ نہیں کیا ہوتا - وہ بھی کرتے ہیں - لیکن اس کے سوائی اور مواقعہ میں بھی اس کا اطلاق ہو سکتا ہے -

(۱۰) ماں ایلی باپ تیلی بیٹا سید علی - اُردو

جہاں حسب نسب کا اختلاط - یا واقعات میں نامناسب التباس ہو وہاں اطلاق پاتی ہے

(۱۱) نئی فوجداری اور مرغی پر نقارہ اُردو

یہ اُس موقعہ پر بولتے ہیں جہاں کوئی شخص چھچھورپن سے خواہ مخواہ ناک بھوں چڑھاتا اور شیخی بھگارتا اور فوں فوں کرتا ہوا ہر ایک شخص سے اونچ کی لیتا پھرے -

(۱۲) باہر کے کھا جائیں اور گھر کے گیت گائیں - اُردو -

یہ اُس موقعہ پر بولتے ہیں جہاں حقدار تو رہ جائیں اور ایرے غیرے نتھو کھیرے فائدہ اُٹھا جائیں۔

(۱۳) آنکھیں ہوئیں چار دل میں آیا پیار۔ اُردو۔

یہ اُس موقعہ پر بولتے ہیں کہ جب بالمقابل آثار کا اظہار مقصود ہو۔

ان امثال سے یہ واضح ہو جائے گا کہ

ضرب الامثال کا استعمال ہر ایک موقعہ مناسب اور متعلقہ پر مفہوم کے اعتبار سے ہر وقت کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ اُن کی اصل کیسا ہی رنگ رکھتی ہو۔

امثال اور توارد

اگرچہ کل انسانوں یا کل آدمیوں کی فطرت ایک ہی حقیقت اور ایک ہی کیفیت نہیں رکھتی تاہم اُن میں کچھ نہ کچھ مناسبت ضرور ہے۔ جیسے انسانوں میں فرق اور امتیاز ہے ایسے ہی فطرتوں میں بھی باعتبار جذبات و تصرفات و رجحانات کے گونہ فرق ہے۔ اور گونہ مناسبت بھی۔ نفس انسانیت اور نفس فطرت میں اگرچہ سب انسان یکساں ہیں لیکن مقادیر اور تصرفات انسانیت اور فطرت میں ایک نہیں ہیں۔ اس سے یہ سوال نہیں پیدا ہوتا۔ کہ بعض انسان یا بعض آدمی ودیعت فطرت سے خالی ہوتے ہیں۔ کوئی آدمی یا کوئی انسان نعمت فطرت سے خالی نہیں۔ ہر انسان ایک فطرت رکھتا ہے۔ اور وہی اُس میں کام کر رہی ہے۔ لیکن ہر فطرت کے کام اور تصرفات جداگانہ ہیں۔ جذبات کا واسطہ زیادہ تر فطرت سے ہی ہوتا ہے۔ یہ پوشیدہ نہیں کہ ایک انسان کے جذبات دوسرے انسان کے جذبات سے کچھ نہ کچھ فرق رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے دنیا میں مختلف جذبات کے مختلف اثر پائے

جاتے ہیں۔ کوئی انسان کسی طرف جاتا ہے اور کوئی کسی طرف۔ کسی کی کوئی خواہش ہوتی ہے اور کسی کی کوئی۔ کوئی کسی پر مرتا ہے اور کوئی کسی پر۔ اعتباری طور پر دنیا میں سب چیزیں اچھی نہیں اور سب بُری نہیں۔ اپنے اپنے جذبات کے ماتحت لوگ اس بڑے مجموعہ میں سے انتخاب کرنے کے عادی ہیں۔ نہ تو سب لوگ اچھی چیز کے گرویدہ ہوتے ہیں اور نہ بُری سے نفرت کرتے ہیں۔ بعض دفعہ ایک شخص ایک بُرا انتخاب کرتا ہے۔ اور اُسی پر صابر اور خوش رہتا ہے۔ اگرچہ دوسرے لوگ اُس کے بھدے انتخابات پر گو نہ معترض ہوتے ہیں لیکن اُس کی نظر میں وہی انتخاب ایک قیمت رکھتا ہے۔ بعض دفعہ ایک شخص ایک اچھا انتخاب کرتا ہے۔ لیکن اور لوگ اُسے پسند نہیں کرتے۔ ایک شخص ایک حسین پر دل سے فدا اور عاشق ہوتا ہے۔ اور اُس کے جذبات اُسے اُس کی طرف کشاں کشاں لئے جاتے ہیں۔ اور اُس سے موجودہ حالات میں انفراق اُس کے واسطے ایک مُہلک سزا ہوتی ہے دوسروں میں سے بھی اکثر اُسی حسین کو دیکھتے ہیں۔ مگر اُن میں سے ایک بھی مفتون اور گرویدہ نہیں ہوتا۔ حسین کے حُسن اور جوبن میں تو کوئی فرق نہیں ہوتا۔ مگر مصداق اپنا اپنا مذاق اور اپنی اپنی پسند اپنے اپنے جذبات کے ماتحت اور لوگ اُس حُسن کے گرویدہ نہیں ہوتے۔ اُن کے دلوں پر اُس جوبن اور اُس کشش کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ایک شخص دل کی تڑپ اور دل کی جلن سے نالاں و تپاں ہے۔ اور ایک شخص خبرے ندارد۔

گو ایسے لوگ بھی جن پر حُسن کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ حُسن کی زد اور اثر سے محفوظ نہیں رہتے اُن کے دل و دماغ پر بھی حُسن حملہ کرتا ہے مگر وہ اُس سے حُسین کے ایسے فدائی نہیں ہوتے کہ بالکل اُسی کے ہو رہیں۔ اور دل و دماغ اُس کی نذر کر بیٹھیں۔ فطرتی تماشا گر کے

دو تماشے ہیں۔

،، اقتضائے اصولی۔

،، اقتضائے فروعی۔

چونکہ سب کی فطرت من جہت الفطرت یا باعتبار نفس فطرت ایک ہی مرحلہ پر واقعہ ہوئی ہے۔ اس واسطے اقتضائے اصولی ہیں۔ تو سب پر یکساں ہی اثر ہوتا ہے۔ اور سب اقبال تاثیر اصولی میں برابر ہیں۔ ہر ایک انسان اشتہا رکھتا ہے۔ نفس اشتہا میں کوئی تفریق نہیں۔ لیکن مقدار وقت نوع اشتہا میں فرق ہے۔ یہی حال فطرت کا بھی ہے۔ فروعی اقتضا میں فرق ہے۔

اصولی اقتضا کی وجہ سے ہر ملک اور ہر قوم میں کہاوتوں کی پیدائش یکساں حقیقت رکھتی ہے۔ جیسے نفس اشتہا سے کوئی ملک اور کوئی قوم خالی نہیں۔ ایسے ہی نفس مثل سے کوئی قوم اور کوئی ملک پیچھے نہیں رہا۔ فروعی اقتضا کی وجہ سے ترکیب۔ تالف۔ تاویل اجتہاد تفرض کہاوت میں فرق ہے۔

باقتضائے شق اولےٰ۔

مختلف قوموں اور مختلف ملکوں کی کہاوتیں اس قدر مرادف یا ہم شکل اور ہم معنے واقعہ ہوئی ہیں کہ بعض وقت اُن کے متحد المضمون ہونے سے یہ شبہ گذرتا ہے کہ وہ یا تو ایک ہی زمانہ میں ایک ہی موقعہ پر وضع کی گئی اور کہی گئی ہیں۔ اور یا اُن کا کسی وقت نہایت خوبی اور متانت سے دوسرے زبانوں میں ترجمہ کیا گیا ہے۔

ہندوستان میں جو کتابیں کہاوتوں کی اس وقت تک معرض تدوین میں آچکی ہیں اُن میں سے کتاب فلسفہ امثال میں خان بہادر شمس العلماء مولانا مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب

مرحوم دہلوی نے اس بحث پر بالبسط بحث کی ہے۔

یہ ایک حیرت ڈالنے والی بات ہے کہ اس قدر توارد یا ترادف بالخصوص کہاوتوں میں کیوں پایا جاتا ہے۔ گو اشعار میں بھی اکثر توارد ہوتا ہے۔ لیکن نہ اس خوبی اور اس وسعت سے جو ضرب الامثال میں دیکھتے ہیں۔ ایک دو مختلف ممالک اور مختلف اقوام کی چند مترادف اور متحد المضمون مثلیں فیصلہ کے لئے پیش کی جائیں تو مشکل سے کہا جائے گا کہ کس طرح اس قدر توارد ہوگیا۔

رسم و رواج عموماً منتقل ہوتے رہتے ہیں اور ان کی نسبت تاریخیں کچھ کچھ پتہ دیتی ہیں کہ فلاں زمانہ میں تجارت یا سیاحت یا جنگ و جدل کی وجہ اور آمد و رفت سے ان کا تبادلہ ہوتا رہا ہے۔ لیکن وثوق کے ساتھ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ایک ملک کی ضرب المثلیں بھی ساتھ ہی لگی گئیں اور اگر مان بھی لیں کہ یہ بھی ساتھ ہی منتقل ہوتی رہیں تو جن ملکوں اور جن قوموں میں کبھی ایک قوم آئی گئی ہی نہیں اُن کا تبادلہ کیونکر ہوگیا۔

اور اگر اُن کا ترجمہ بھی کیا گیا تو اس قدر خوبصورتی سے ترجمہ کرنے والا کون اور کس زمانہ میں تھا۔

خان بہادر شمس العلماء مولانا مولوی ذکاء اللہ صاحب مرحوم دہلوی نے اپنی کتاب فلسفہ امثال میں مختصر بحث کرکے یہ مان لیا ہے کہ اس بات کا بالاستیعاب پتہ لگانا بہت مشکل ہے۔ مولوی صاحب مرحوم کی یہ رائے واقعی موجہہ اور درست ہے۔ موجودہ مواد جس پر بحث مکمل کی جا سکتی ہے اس قدر نامکمل ہے۔ کہ اس کے بھروسہ اور زور پر کبھی بھی یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ کسی زمانہ میں یہ تحقیقات بھی کسی محقق کے زور معلومات اور زور قلم سے مکمل ہو کر رہے گی۔

من وجہ اقتضائے شق دوم یعنے فروعی اجتہادات اور تصرفات سے بھی جو ضرب المثلیں متعرض بحث میں آتی ہیں اُن میں بھی بعض وجوہ اس قدر توارد ہوا ہے کہ بالخصوص کسی حقیقت کا انکشاف مشکل ہے۔ ہم امثال متواردہ کی نسبت بعد میں بحث کریں گے۔ اور بعد میں ہی یہ جتلائے گی

کوشش کریں گے کہ توارد ہوتا کیونکر ہے۔ پہلے یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ
فقرات جمل اور معانی میں الحاق یا اتحاد کیونکر اور کن اسباب کے ماتحت ہوا کرتا ہے۔ مندرجہ
ذیل صورتوں میں۔

" لفظی۔

" معنوی میں

بعض وقت ایک زبان اور ایک قوم کے لفظ ہی دوسرے ملک، دوسری قوم۔ دوسری زبان میں
منتقل ہو جاتے ہیں۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔

" بہ جنسہٖ۔

" بادنیٰ تغیر۔

پہلی صورت میں کوئی ادنیٰ پھیر یا عضب یا تصرف نہیں کیا جاتا۔ جیسے اُردو میں فقرات کے فقرات
اور بہت سے الفاظ اور جملے عربی۔ فارسی اور ہندی کے منتقل ہو چکے ہیں۔ اور انگریزی۔ یونانی
اور اٹالی فقرات اور جملے و الفاظ اب منتقل ہو رہے ہیں۔
دوسری صورت میں الفاظ اور جملے یا فقرات تو قریباً اپنی ہی وضع اور شکل پر قائم رہتے ہیں
لیکن اُن میں کسی قدر باعتبار وقت یا سہولت طلاقت کے تصرف کر کے کسی حد تک اُن کی
ترکیب میں فرق کر دیا جاتا ہے۔ جس زبان میں ایسا انتقال ہوتا ہے۔ اُس کے لحاظ سے اُسی
تعریب یا تفریس سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ عمل زبانوں کی دست برد اور تصرفی طاقت کے مطابق ہوتا ہے
انگریزی زبان میں یہ عمل بہت کچھ ہے۔ انگریزی زبان میں غیر زبان کے فقرات۔ جملے اور
الفاظ ایسے توڑے مروڑے جاتے ہیں کہ اُن کی وہ ہیئت کذائی اور ترکیب یا تلفظ ہی
باقی نہیں رہتا۔ معنی ہی معنی رہتے ہیں۔ ہیئت۔ شکل سب بگڑ جاتی ہے۔ ایسی زبانیں

غاصب زبانیں کہلاتی ہیں۔ ان میں ذاتی طاقت اور ذاتی وسعت باعتبار تلفظ اور طلاقت کی اس قدر نہیں ہوتی کہ

وہ غیر زبانوں کے جملوں۔ فقرات اور الفاظ کا بغیر کسی کمی بیشی اور تصرف کے خیر مقدم کرسکیں۔ یہ شرف اُردو زبان ہی کو حاصل ہے کہ بغیر توڑ مروڑ کے اس میں دوسری زبانوں کے الفاظ فقرات اور جملوں کے جملے کھپ جاتے ہیں۔

ایک زبان کا کوئی فقرہ یا کوئی ضرب المثل مندرجہ ذیل طریقوں سے دوسری زبان کے فقرات یا ضرب الامثال سے متحد المضمون یا منتقل ہوتی یا ہوسکتی ہے۔

(الف) اصلاً۔

(ب) ترجمتاً۔

(ج) تزادفاً

(د) تواردًا

یا تو ایک زبان کا کوئی فقرہ۔ جملہ یا کوئی ضرب المثل: جنسہٖ دوسری زبان میں لیجاتی ہے۔ جیسے کہ فارسی میں عربی کے فقرات اور ضرب الامثال۔ اور اسی طرح اُردو میں ہندی اور فارسی عربی کے جملے۔ الفاظ اور ضرب الامثال اس صورت میں بعینہٖ ایک زبان کے الفاظ ہی لئے جاتے ہیں۔

دوسرا طریقہ ایک زبان کے فقرات جملوں۔ اقوال اور ضرب الامثال کے انتقال کا ترجمہ ہے اس طریق سے صرف معانی اور مفہوم یا مطلب کا انتقال ہوتا ہے۔ الفاظ سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ گو ترجمہ کے ذریعہ سے وہ لطف اور وہ دل چسپی اور فصاحت اور بلاغت و خوبی و اسلوب کا انتقال نہیں ہوتا۔ جو اصل زبان کے حصہ میں آچکا ہوتا ہے۔ لیکن بہ جہت معانی

اصلی مفہوم کا انتقال ہو جاتا ہے۔ صرف اس قدر فرق ہوتا ہے کہ اصلی زبان کے الفاظ اور جملوں کی بندش خوش اسلوبی کا فوری اثر باقی نہیں رہتا۔ لیکن مطالب میں کوئی کسر نہیں رہتی۔

ایک زبان کے معلومات اور ذخائر علمی کا جس قدر تراجم کے ذریعہ سے انتقال اور تبادلہ ہوا ہے۔ اس قدر کسی اور صورت سے نہیں ہوا۔ ایک زبان نے بشرطیکہ اس میں علمی مذاق کا احساس موجود ہو۔ دوسری زبان سے بے شمار ذخیرے لئے ہیں۔ اصلی زبانیں ایسے انتقالات سے مفلس نہیں ہوئیں۔ لیکن دوسری زبانیں مالا مال ہو گئی ہیں۔

تیسری صورت ترادف کی ہے۔

ترادف کے لفظی معنی کسی کے پیچھے جانے یا بیٹھنے کے ہیں۔ اور اصطلاح میں ایک لفظ کا دوسرے لفظ سے باعتبار معانی کے اشتراک رکھنا۔

ہر ایک زبان میں چند کیا بہت سے مرادف الفاظ ہوتے ہیں۔ جن کے حروف یا ترکیب تو جداگانہ ہوتی ہے۔ لیکن باعتبار مفہوم اور معانی کے ایک ہی ہوتے ہیں۔ اس تمام سلسلہ کو مرادفات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ صرف لفظ ہی مرادف نہیں ہوتے۔ جملے اور فقرات بھی مرادف ہوتے ہیں۔

بعض کے خیال میں ترادف ہوتا ہی نہیں۔ اس دلیل سے کہ واضع نے ہر ایک لفظ کی وضع اور ترکیب خاص صورت میں رکھی ہے۔ اس خصوصیت سے ایک لفظ دوسرے لفظ سے مرادف نہیں ہو سکتا۔ ہاں دوسری زبان کے الفاظ میں باعتبار معانی ترادف ہو سکتا ہے۔ مثلاً۔ آب دو میں لفظیں۔ فارسی میں آب۔ عربی میں ماء۔ اور انگریزی میں آئی (واٹر) معنوی مرادفات سے ہیں۔ ان کے مرادف ہونے میں کوئی شک ہی نہیں۔

لیکن ایک ہی زبان میں مرادفات کا سلسلہ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر ہے بھی تو شاذ و نادر کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوتا ہے۔ تحقیق۔ تفتیش۔ تقسیم۔ تفریق۔ تفرید۔ صیانت مناقشت حقیقت۔ اصلیت۔ ماہیت۔ نبض۔ عناد۔ برہان۔ دلیل۔ حجت۔ یقین۔ اور اعتماد وغیرہ وغیرہ الفاظ بعض دفعہ مرادفات میں شمار کئے جاتے ہیں۔ مگر یہ درست نہیں۔ ان سب الفاظ میں کچھ نہ کچھ فرق ہے۔ تحقیق اور تفتیش میں یہ فرق ہے۔ کہ تحقیق درجہ اخیر کی باضابطہ دریافت کا نام ہے۔ اور تفتیش ابتدائی صورت پر حاوی ہے۔ چنانچہ قانون انگریزی میں بھی تحقیق تو وہ حالت ہے جو ایک بااختیار جج یا مجسٹریٹ کرتا ہے اور تفتیش وہ ہے جو پولیس کی جانب سے بمراحل ابتدائیہ وقوع میں آتی ہے۔

اسی طرح تقسیم۔ تفریق اور تفرید میں بھی فرق ہے۔

تقسیم کے معنی ہیں بخشنا۔ پراگندہ کرنا۔ حصص رسدی کا جدا کرنا۔ تفریق کے معنی ہیں دو شیئوں و دو ہندسوں میں سے ایک نفی کا دفع کرنا یا فرق کر دینا۔ تفرید کے معنی ہیں فرد فرد کر دینا۔ ان ہر سہ معانی میں فرق ہے۔ برہان اور دلیل و حجت کے معانی میں بھی اختلاف ہے۔ معمولی ہی نہیں بلکہ علمی رنگ میں برہان کچھ اور ہے۔ اور دلیل و حجت کچھ اور اسی طرح اور ایسے الفاظ میں بھی کچھ نہ کچھ اختلاف ہوتا ہے۔ عرف عام میں جنہیں مرادف کہا جاتا ہے۔

توارد کے لغوی معنے یکجا فرود آمدن کے ہیں۔ اور اصطلاح میں دو شاعروں کے شعر یا فرد کا بغیر ایک دوسری کی اطلاع کے ایک ہی رنگ اور ایک ہی مفہوم میں واقعہ ہونا۔

اصطلاحی توارد دو قسم کا ہوتا ہے۔

" لفظی و معنوی۔

معنوی۔

لفظی توارد بالالفاظ والمعانی ہوتا ہے۔ اور معنوی صرف معانی کے اعتبار سے توارد کیوں ہوتا ہے۔ اور اس کے اسباب کیا ہیں۔ اس کی بابت مختلف رائیں ہیں۔

بعض کے خیال میں چونکہ فطرت ایک ہی مصالحے رکھتی ہے۔ اور فطرتوں میں اصولی توحد ہے اس واسطے کبھی کبھی اس توحد عامہ کی وجہ سے ایسا توارد ہو جاتا ہے۔

بعض کے خیال میں متحدہ واقعات کے خیال یا کاوش کی وجہ سے توارد ہو جاتا ہے۔

بعض کے خیال میں دو شاعروں یا دو شخصوں کی بعض اوقات طبائع ایک ہی قسم کے اسباب اور مواد کی بحث پر جمی ہوتی ہیں۔ اس واسطے مضامین متوارد ہ دل و دماغ میں پیدا ہوتے ہیں۔ بعض وقت خاص فیضان قدرت سے دو اشخاص کے دل میں ایک ہی قسم کے مضامین اور الفاظ کا القاء ہوتا ہے۔ اس واسطے طرز بیان بھی ایک ہی نمط کا ہوتا ہے۔ لوگ خیال نہیں کرتے ورنہ دنیا میں ہزاروں مضامین اور ہزاروں اجتہادات کا توارد ہوتا اور ہو رہا ہے۔ بہت سے علوم اور فنون اس قسم کے ہیں کہ جن کی تکوین اکثر کر کے توارد ی اعتبارات پر ہی ہوئی ہے۔ موسیقی۔ شاعری وغیرہ فنون توارد ہی ایک دوسرے کے مشابہ معرض تکوین میں آئے ہیں۔ بعض نے اس بحث میں یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ چونکہ ضروریات کا سلسلہ باعتبار معاشرت کے بہت کچھ ملتا جلتا ہے۔ اور قدرت نے تقریباً ایک ہی قانون کے ماتحت یہ سلسلہ رکھا ہے۔ اس واسطے بعض علوم اور بعض فنون میں توارد ہوتا رہا ہے۔ ایک حکیم کے خیال میں ہندسہ میں بھی توارد ہوا ہے۔ اکائی کا علم ہر ایک خطہ اور ہر ایک قوم میں متوارد ہ ہے۔ صانع کا خیال بھی متوارد ہ ہے۔ اس کی ضد دہریت کا خیال متوارد ہ نہیں ہے۔ اس واسطے کہ وہ خاصہ فطرت کے خلاف ہے۔

توارد مندرجہ ذیل صورتوں میں ہو سکتا ہے۔

(۱) طبعی اصولی۔

(۲) واقعاتی۔

(۳) کیفیتی۔

(۴) عنصری۔

(۵) اجتہادی

جو جو امور فطرت کے اعتبار سے متحد واقعہ ہوئے ہیں وہ ہمیشہ متحد المضامین کے ذریعہ سے معرض اشاعت میں آتے ہیں۔ مغرب میں بھی وہی خیال مرکوز خاطر ہو کر اشاعت پاتا ہے۔ اور مشرق میں بھی اُسی کی نشو و نما ہوتی ہے۔ اصولی امور میں طبیعتیں اور فطرتیں وہی اجتہادات کرتی ہیں جو ایک ہی استدلال کے تابع ہوتے ہیں۔

راست بازی اور راستی ایک طبعی جذبہ ہے۔ اس کے متعلق جو جو اقوال اور ضرب الامثال ہوں گی وہ قریباً ایک ہی طرز رکھیں گی۔ الحق مُر۔ راستی تلخ ست۔ سچ مرچاں جھوٹ مٹھا۔ کہ کردنہ یافت۔

یہ ایک طبعی جذبہ کا اقتضا ہیں۔ ہر زبان میں ان کا توارد ہوگا۔ کیونکہ اس قسم کے اقوال اور اجتہادات کا تعلق ہر ایک فطرت سے براہ راست ہے۔ اور ہر ایک فطرت خواہ کسی آب و ہوا کی نشو و نما یافتہ ہو ایسے استدلالات میں انہیں مرحلوں پر پہنچے گی۔

ہم ذیل میں چند زبانوں کی مختصراً چند ضرب المثلیں نمونہ کے طور پر درج کرتے ہیں۔ جن سے توارد طبعی کا مزید ثبوت ملے گا۔

نمبر	پنجابی	اردو	فارسی	عربی
۱	ہاسا وناسا	لڑائی کا گھر ہنسی	ظرافت آتش افروز عداوت است	المزاح اولہ فرح وآخرہ ترح
۲	سپ دا دودھیا رسی توں پیا ڈردا ہے۔	دودھ کا جلا چھاچھ کو پھونک پھونک پیتا ہے	مارگزیدہ از ریسمان میترسد۔	
۳	نیت صاف تے کیہ ڈر	بے لاگ بے باک	آن راکہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک۔	من لا ذنبہ لا یخاف علیہ۔
۴	تھوڑی تے تھوک کرنا بڑی امیری آہے	قناعت بڑی دولت ہے۔	قناعت توانگر کند مردرا	القناعت مفتاح الراحت
۵	جہی ماں تہی ماسی کندہ ایرے اوتے جاسی	بانکی لکڑی کا بانکا ہتھ	تیغ کج را نیام کج باید	نخل الاعوج اعوج
۶	مورکھ ڈھونڈے لکھشمی ودھیا بدھی ان	مرد مرے نام کو نامرد مرے نان کو	احمق ریش راست کند و عاول مجالس	الجاہل یطلب المال والعامل یطلب المآل
۷	چور دی اکھڑی وچ تنکا	پاک رہو بے باک رہو	آن راکہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک۔	الامین آمن - والمخلف خائف۔

ناظرین ان تمام محولہ بالا ضرب الامثال سے معلوم کرسکتے ہیں کہ گو ان کے الفاظ جداگانہ ہیں۔ اور گو ان کی ترکیب جدی جدی ہے۔ لیکن مطلب عموماً ایک ہی ہے۔ اور یہ ضرب المثلیں اُن امور اور اُن واقعات کے متعلق ہیں جو فطرتاً ہر ایک شخص کے پیش آتے یا آسکتے ہیں۔ کسی ملک اور کسی قوم کی خاص پابندی اور قید نہیں۔

واقعاتی توارد سے وہ توارد مراد ہے جو باعتبار واقعات کے ہوتا ہے۔ یہ پوشیدہ نہیں کہ

اکثر واقعات میں بھی بلا تمیز ملک اور قوم کے عموماً اتحاد ہوتا ہے۔ جو واقعات مغرب میں واقعہ ہوتے ہیں۔ اُسی قسم کے عموماً مشرق میں بھی باعتبار ضروریات انسانیت اور تقاضائے بشریت وقوع میں آتے ہیں۔ قدرتی واقعات میں بھی اتحاد ہوتا ہے۔ اور کسبی میں بھی۔

گرمی۔ سردی۔ دن رات۔ مینہ بارش۔ خشک سالی۔ محبت دوستی۔ بغض وحسد غیظ وغضب۔ یاس وامید۔ راحت ورنج۔ لطف وکرم۔ عدل وظلم وغیرہ وغیرہ واقعات کا حدوث اوظہور ہر ایک ملک اور ہر ایک قوم میں ہوتا ہے۔ ان کے اعتبار سے جو اقوال جو ضرب المثلیں ترکیب پاتی ہیں۔ اُن میں بھی کسی نہ کسی رنگ میں ایک قسم کا توارد ہوتا ہے مثلاً۔

نمبر	پنجابی	اردو	فارسی	عربی
۱	رکاباں موبجہ دیاں تے کھڑکھڑ بہتی	اونچی دکان پھیکا پکوان	نامش کلان ودہل ویران	.
۲	تاوڑی دچوں اکو دانا ٹوہیدا ہے۔	ہانڈی میں سے ایک ہی چاول دیکھتی ہیں	مشت نمونہ از خروارے	القلیل یدل علی الکثیر
۳	جو بکھا سو رکھا	بھوکا سو روکھا	تہیدست روسیاہ	الفقر سواد الوجہ
۴	جھوٹ دے پیر نہیں	جھوٹ کے پاؤں نہیں	دروغ را فروغ نیست	لا اصل للباطل
۵	لوہے نوں لوہا وڈھدے	آگ کو آگ مارتی ہے	سنگ را سنگ بشکند	الحدید یصلح بالحدید
۶	ہتھ ٹھوٹھا تے دیں موکلا۔	ہاتھ میں کانسا تو پیٹ کا کیا سانسا	ملک خدا تنگ نیست پائے گدا لنگ نیست	. .
۷	من حرامی تے مجتاں ڈھیر	نہ کرنے کے سو بہانے	جوئے بدر بہانہ بسیار	.

اوپر کی ضرب المثلوں سے ثابت ہوگا کہ باعتبار واقعات کے اُن کے مضامین اور استخراج نتائج میں ایک ایسی لاینفک اتحاد اور اتصال ہے کہ وہ کسی ملک اور قوم کی آب وہوا کا بالخصوص پابند نہیں ہے۔ چونکہ ہر آب وہوا میں ایسے واقعات کا وقوع ہوتا رہتا ہے۔ اس واسطے ایسی واقعات کی نسبت جب فطرتیں نتائج کا استدلال کرتی ہیں تو اُن کی صورت اور وسعت معانی ہمیشہ ایک ہی پیمانہ پر اور یکساں ہوتی ہے۔ اور ایسا ہونا لازمی ہے۔ کیونکہ واقعات کے وقوع کے اسباب گو جداگانہ ہوں۔ لیکن نتیجہ اُن کا ہمیشہ ایک ہی قسم کا نکلنا لازمی ہے۔ جب کبھی یہ بحث ہوگی کہ ایک شخص باوجود بہت سی تعلیمات اور فخر و مباہات کے کام کی ایک بات بھی نہیں کرتا تو اُس کی بابت ہر ایک طبیعت اور ہر ایک فطرت، خواہ کسی آب وہوا کی نشوونما یافتہ ہو ایک ہی قسم کا نتیجہ نکالے گی۔ اور خلاصۃً تمثیلاً طرز بیان بھی ایک ہی قسم سے ہوگا۔ اور استدلال بھی ایک ہی۔

کیفیتی وہ تواردہے۔

جبکہ ایک ہی قسم کی طبیعتیں یا فطرتیں ایک ہی قسم کی کیفیت کا ادراک اور احساس کرتی ہیں اور اُس سے استدلال کرکے ایک کلیہ قائم کرتی۔ اور دوسرے لوگ باعتبار اصول عامہ اُس سے کام لیتے ہیں۔

واقعات اور کیفیات میں فرق ہے۔ واقعات دراصل کیفیات کا مقدمہ ہیں۔ کیفیت اُس وقت پیدا ہوتی ہے جب کہ ایک واقعہ ہوچکتا ہے۔ کیفیت سے مطلب چلگونگی اشیاء اور وضع اشیاء ہے۔ نزول صاعقہ ایک واقعہ ہے۔ اور وضع نزول یا چلگونگی نزول ایک کیفیت ہے۔ بعض وقت واقعہ اور کیفیت واقعہ میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا۔ کیفیت ہی عین واقعہ سمجھی جاتی ہے یوں سمجھ لینا چاہئے کہ دراصل صاعقہ بہ حالت نزول و بلا نزول دونوں صورتوں میں بجائے خود

ایک واقعہ ہے - کیونکہ اُس کا وقوع درحقیقت ہو چکا ہوتا ہے - اُس کا نزول اور دیگر افعال جو اُس سے مختلف صورتوں میں سرزد ہوتے ہیں - اُس کی کیفیت ہیں - دراصل ان دونوں میں ایک باریک فرق ہے - جسے بہت کم لوگ محسوس کرتے ہیں - اس کی مثالیں حسب ذیل ہو سکتی ہیں -

۱	بھٹ پیا اوہ سونا جیڑھا تروڑے کن -	آنکھ پھوٹی پڑ گئی	دندانے کہ درد کند باید شش کند -
۲	قرض قیامت تے بکھ نعمت	اُدھار کھائے سے بھوکا رہنا اچھا	بہ تمنائے گوشت مُردن بہ
۳	دین گودیا دنی سے دنی نہ چلی ساتھ	دو بدھا ہیں دونوں گئے مایا ملی نہ رام	از یار شد و بد دست نرسید
۴	ڈاڈھے داستیں وہیں	جس کی لاٹھی اُسی کی بھینس	دست زور بالا
۵	کھنب دی ڈار ہوندی اے	آگ بن دھواں کہاں	تا نباشد چیزے کے مردم نگویند چیزہا
۶	کوٹھا اُسریا درکھان ویریا	نہ کہہ بھاگا رام بسریا	چون مصیبت رسد حق آیند
۷	آدر تیری چادروں -	اک نور ہزار کپڑا -	الناس باللباس -

ان سب مثلوں سے بادنی غور ظاہر ہو گا کہ ان سب میں ہر ایک واقعہ کی کیفیت یعنی اُس کی چگونگی اور وضع کا اظہار کیا گیا ہے - اس قسم کے واقعات اور اس قسم کی کیفیتیں خواہ کسی ملک اور کسی قوم میں وقوع پذیر ہوں اُن کا اظہار ہمیشہ صورتِ مذکورہ میں ہی ہو گا - اور وہ ہمیشہ متحد المضمون ہی ہوں گی -

عنصری وہ ضرب المثلیں ہیں جو موسموں اور عناصر کے متعلق ہوتی ہیں - چونکہ موسموں اور عنصری

کیفیات کا سمان ہر ایک ملک اور ہر ایک خطہ میں قریباً اور اصولاً ایک ہی نمط پر ہوتا ہے۔ اس واسطے اس کے متعلق جس قدر ضرب الامثال ہوتی ہیں۔ اُن میں لزوماً توارد ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ

نمبر	پنجابی	اُردو	فارسی
۱	دن ساہد وا رات چوردی	رات اندھی ہوتی ہے۔	ہر شبے را روز دریے ست
۲	بھیے وی بچھوں مول نہ بھجیں کلر بیج نہ ناریں۔	بیج کا بونا ضرور ہے۔	کہ تا دانہ نہ افشانی نہ روید۔
۳	جوانی جھگڑیاں دی نانی	الشباب جنونٌ (عربی)	جوان جواری بوڑھا فقیر (انگریزی)
۴	مینگلا وسے پھگن چیت۔ اَن نہ ماوے کھیت		
۵	عشق مشک کتائیں نہیں چھپدا	عشق و مشک پوشیدہ نماند	
۶	اکھ من مامن بھاویں لگے کالے مول نہ تھیون بگے۔		
۷	زور تھوڑا تے شور ڈھیر		

اس قسم کی ضرب المثلوں میں باعتبار موسم۔ عادات اور کیفیات عنصری کے مضامین کی بھرتی ہوتی ہے۔ چونکہ یہ ہر ایک فطرت اور طبیعت سے کچھ نہ کچھ باعتبار ضروریات تعلق رکھتی ہیں۔ اس واسطے ان میں توارد ہو جاتا ہے۔

اجتہادی۔

اجتہادی وہ ضرب المثلیں ہیں کہ جو ہر ایک ملک اور قوم میں خاص خاص اجتہادات سے کہی جاتی ہیں۔ چونکہ اکثر اجتہادات کی بنیاد چند واقعات پر ہی ہوتی ہے۔ اس واسطے بعض دفعہ ان میں بھی ایک قسم کا توارد ہو جاتا ہے۔

اجتہادی توارد صرف ضرب الامثال میں ہی نہیں ہوتا۔ اکثر دیگر علوم اور فنون میں بھی ایسا توارد ہوتا رہتا ہے ہر ایک مُلک و قوم میں اکثر واقعات کی اُفتاد ایک ہی قسم سے ہوتی ہے اور اُن کے اسباب بھی متحدہ ہوتے ہیں۔ ان حالات میں توارد کا ہونا مشکل نہیں۔ مثلاً۔

نمبر	پنجابی	اُردو	فارسی
۱	کویاں دی دلالی وچوں مُنہ کالا	کوّلوں کی دلالی سے مونہہ کالا۔	عوان عود بوزد دکندہ دوزخ شود۔
۲	اوتر کھٹن تے ہیجڑے کھاون	پاپی کا مال اکارب جائے۔	مال مفت دل بے رحم
۳	جانے چوردی لنگوٹی ہی سہی۔	آگ لگتی جھونپڑی جو نکسے سو لابھ۔	از خرس موئے بس ست
۴	آپ بھلے تے جگ بھلا	آپ بھلے تو جگ بھلا۔	من زندم جہان زندہ
۵	کھلی اگے ٹوئے	جلدی کام شیطانی	کہ تعبیل کار شیاطین بود
۶	انت بھلے کا بھلا	بھلے کا بھلا	راستی موجب رضائے خدا ست
۷	ایہ مونہہ تے مسراں دی دال	یہ مونہہ اور گاجریں۔	حلوا خوردن را روئے باید

ان ضرب الامثال میں چند واقعات کے پیش آنے سے بذریعہ اجتہادات کے نتائج نکالے گئے ہیں۔ تینوں زبانوں کی ضرب المثلوں سے پتہ لگ سکتا ہے کہ ہر ایک زبان کے اجتہاد کی بنیاد ایک ہی مفہوم پر رکھی گئی ہے۔ صرف الفاظ یا طریق استدلال میں فرق ہے۔

ممکن ہے کہ ان پانچ اقسام کے توارد کے سوائے کسی اور قسم کا توارد بھی ہو لیکن یہ خمسہ توارد تقریباً جامع ہے۔ توارد صرف اشعار۔ اقوال۔ امثال میں ہی نہیں ہوتا۔ دنیا کی اور صدہا باتوں کو

رسم و رواج میں بھی پایا جاتا ہے۔ اور ان پانچوں صورتوں میں سے کوئی نہ کوئی صورت ہوتی ہے۔ قوانین سیاسی اور قوانین اخلاقی اور مذاہب میں بھی اکثر توارد ہوا ہے۔ قوانین اخلاق اور مذاہب کے اعلیٰ اجزا اور اعلیٰ مواد میں سے ہمیشہ جو اتحادی صورتیں نکلتی ہیں درحقیقت وہ توارد ہی ہے۔ اسی سے بعض روشن ضمیر۔ روشن دماغ فلاسفروں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مذاہب میں اعلیٰ مسائل کے اندر یک سوئی کا پایا جانا ایک مسلّمہ توارد ہے۔ اور یہ توارد قدرت کی جانب سے ہے۔ جو ایک الٰہی فیضان ہے۔ کیونکہ مبدا کل یک سوئی کا خدائے لایزال ہے اس دلیل سے۔

" مذہب کی ضرورت فطرتی ہے۔

" اور فطرتاً اُس کی ہر خطہ اور ہر شعبہ میں تعلیم ہوتی ہے۔

" اور ہر قوم کے برگزیدہ اشخاص اور ممتاز روحوں نے اُسے ایک ہی رنگ میں محسوس کیا اور ایک ہی رنگ میں اُنہیں اُس کا انفاد ہوا۔

اثبات ضرورت مذہب کے لئے واقعی یہ ایک بڑی مضبوط دلیل ہے۔ اگر یہ فطرتی جذبہ نہ ہوتا تو تمام مذاہب اعلیٰ اصولوں میں کبھی متحد نہ ہوتے۔

دہریت بھی ایک مذہب ہے۔ چونکہ وہ فطرتی جذبات کے تابع نہیں ہے۔ اس واسطے عالم گیر یک سوئی اُس میں نہیں پائی جاتی۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ چند ملکوں یا چند قوموں کے چند دہریوں کا دہریہ ہونا بجائے خود ایک یک سوئی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُن کا میلان بھی فطرتی ہے۔

تو یہ استدلال درست نہیں کیونکہ

" دہریوں کے دہریہ پن کے اجتہادات ہمیشہ ایک دوسرے سے مختلف فیہ ہوتے ہیں۔ اور

" اُن کے اعلیٰ مقاصد میں بھی اتفاق اور اتحاد نہیں ہوتا - یہ دلیل اس بات کی ہے کہ اُن کے اجتہادات فطرتی نہیں ہوتے بلکہ نفوس امارہ کے ماتحت

مسٹر رالف والڈو ٹرائینی

اپنی کتاب

انٹیون دووی انفنٹ مین

کہتے ہیں کہ

" تمام مذہبوں کے بڑے بڑے بنیادی اصول ایک ہی ہیں مختلف لوگوں پر مختلف صورتوں میں ظاہر ہونے کے باعث اُن کی جزویات میں فرق آگیا ہے - مذہب صرف ایک ہے - مذاہب کی تفریق مختلف لوگوں کی جداگانہ تعبیر اور تفسیر کا نتیجہ ہے -

ایسے ہی اور فلاسفروں کے اقوال اس بارہ میں ہیں - اعلیٰ اصولوں یا کلیات اور اولیات میں جو تمام مذاہب کے اندر اتفاق اور یک سوئی پائی جاتی ہے - اُس کی صرف یہ وجہ ہوسکتی ہے کہ ایک ہی اعلیٰ اور مقدس فیضان سب قلوب پر بغیر اختلاف کسی ملک اور قوم کے ہوتا رہا ہے -

" وہ فیضان کیا ہے -

" وہ القا کیا ہے -

" وہ اشارہ کیا ہے -

" یہ کس طرح ہوتا ہے -

صرف توارد سے -

اس سے دوسرے درجہ پر علمی اور اخلاقی صورتوں میں توارد ہوتا ہے - فہو المقصود -

امثال کا اضافی نتیجہ

ضرب الامثال سے جو اثر اخلاق - چال چلن - عادات - معاملات - رفتار زندگی اور معاشرتی امور پر پڑتا ہے - اس کے علاوہ تاریخی نکتہ یہ بھی پتہ لگتا ہے - کہ

" جس قوم کی ضرب المثلیں یا کہاوتیں ہیں اُس قوم میں اخلاقی بنیادیں معاشرتی و تمدنی ماخذ کس رنگ اور کس قسم و کس پایہ کے تھے - اور اُن کا استدلالی یا تنبیہی طریقہ اُن میں کیا کچھ تھا - جس طرح کسی ملک اور قوم کی پرانی عمارتوں - آثار - صنادید اور کھنڈرات سے اُس ملک کے تاریخی حالات اور حادثات یا واقعات پر روشنی پڑتی ہے - اسی طرح ایک ملک یا قوم کے قصے کہانیوں - نظم و نثر - ضرب الامثال اور کہاوتوں سے سوئیٹی اور معاشرتی یا معادی وسعت کا پتہ لگتا ہے - جیسے نقادان زمن صنادید - کہنہ نقوش اور تصاویر - اصنام اور کتبوں سے گزشتہ قوموں کے معادی اور معاشرتی تمدنی - امور کا استناد اور استدلال کرتے ہیں -

ایسے ہی ضرب الامثال سے بھی حقیقی یا عملی رنگ میں استدلال ہوتا ہے -

ہر قوم اور ہر ملک میں معاشرتی قوانین اور معادی ضوابط پائے جاتے ہیں - اور لوگ اُن پر کسی نہ کسی رنگ میں عمل کرتے ہیں - صرف طرز عمل اور طرز استدلال یا بعض وقت اسباب کا فرق ہوتا ہے - اور اُن کا مستند یا معقول ہونا انہیں مختلف اسباب کے ماتحت سمجھا جاتا ہے -

اگر ساری دنیا کی کلیہ اخلاقی اور معادی نصیحتیں اور اصول جمع کئے جائیں تو اُن میں اصول کے اعتبار سے بہت تھوڑا فرق نکلے گا - ہمیشہ فرق اُن باتوں میں ہوتا ہے جو فروعی طور عقائد زائد اور رسومات مقامی سے متعلق ہوتی ہیں - یا کسی قدر طریق عمل میں فرق پایا جاتا ہے - ورنہ ہر ملک کے کلیات میں بمقابلہ دوسرے ملک کے کلیات کے ایک نسبت وحدت موجود ہوتی ہے

جہاں اور باتوں اور دیگر آثار سے اس مجموعی نسبت وحدت کا کسی حد تک صراحت سے پتہ لگتا ہے ضرب الامثال سے بھی یہ پتہ ملتا ہے۔ کیونکہ جب چند قوموں اور چند ملکوں کی ضرب المثلیں بالمقابل جمع کرکے دیکھی جاتی ہیں تو باعتبار استدلال طریق عمل اور مضامین کے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سب انسانی جماعتوں میں کہاں تک اور کس جامعیت سے کلیات میں اتحاد اور یک سوئی واقعہ ہوئی ہے۔ جو بحثیں علمی رنگ میں کی جاتی اور جن رموز کی حقیقت عالمانہ ثابت کی جاتی ہے وہ باتیں ایک عام پیرایہ اور عام رنگ میں واضح کر دیگئی ہیں۔ جیسے اُنہیں علمی رنگ میں ایک عالم اور ماہر اصول اخلاق سمجھ سکتا ہے۔ ایسے ہی ایک جاہل ہی اپنے رنگ میں سمجھتا ہے۔

مندرجہ ذیل کہاوتوں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ان میں کس قسم کی گہری فلاسفی مرعی رکھی گئی ہے۔ اور کیسی شستہ تعلیم اُن استدلالی نتیجوں اور روزمرہ کے مسلّمہ تجربوں سے دیجاتی ہے کہ جو اُن لوگوں کا حصہ ہیں جو علمی رنگ میں استدلال کرنے کے عادی ہیں۔

(۱) تھکّے دا کوئی نہ سکّا۔

تشریح۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ جو شخص مفلوک زمانہ اور مقہور دہر اور ادبار زدہ ہو اُس کے ساتھ نہ تو سکّے ہمدردی رکھتے ہیں۔ اور نہ احباب و مخلصی وہ نظروں سے اُتر جاتا اور پایۂ عزت سے گر جاتا ہے درماندگی میں وہ اپنا آپ ہی مددگار ہوتا ہے۔ یا خدا پر سہارا رکھتا ہے۔

(۲) خربوزے دے چورکوں لت مکّی کافی۔

تشریح۔

اس ضرب المثل میں قانون سیاسی کے ایک ضروری مسئلہ پر بحث کی گئی ہے۔ تشخیص جرائم اور سزائے جرائم اور مقدار سزا یا قسم سزا میں مقننوں نے لمبی لمبی بحثیں کی ہیں۔ ہر ملک

اور ہر قوم کے قوانین سیاسیہ میں باعتبار جرائم ۔ تعاریف جرائم اور سزاؤں کے ایک قسم کا مقامی یا اجتہادی اختلاف پایا جاتا ہے ۔ اس زمانہ میں بھی ہمیشہ جرائم اور سزاہائے جرائم زیر بحث رہتی ہیں ۔ کبھی سزا باعتبار ضروریات مقامی کے تجویز ہوتی ہے ۔ اور کبھی اُس میں سیاسی اغراض بھی بہ جہت اصول نظم و نسق ۔ لحاظ و اشتمال ہوتا ہے ۔ اور کبھی انسداد جرائم کی خاطر تجویز ہوتی ہے ۔ کبھی ثقالت جرم اور کبھی خفت جرم کے اعتبار سے سزائیں دیجاتی ہیں ۔ اس ضرب المثل میں یہ جتلایا گیا ہے کہ خربوزے کے چور کو صرف ہفت ہشت ہی کافی سزا ہے ۔ عدالتوں میں ایسے مقدمات کا لے جانا موجب تکلیف مزید ہے ۔ اس سے مُلک کی اُس رائے سیاسی یا انتظامی کا پتہ لگتا ہے جو رواج اور ضرورت کے اعتبار سے اُس مُلک میں مُروج ہے ۔

(۳) چوراں پت نہ کائی توڑے ہوون سکے بھائی ۔

تشریح ۔

چوٹوں کی کوئی عزت اور کوئی اعتبار نہیں ۔ اگرچہ وہ کسی کے سگے بھائی ہی ہوں ۔ اس ضرب المثل سے یہ استدلالی نتیجہ نکالا گیا ہے کہ چوری کرنے والا کسی حالت میں بھی قابل عزت نہیں ۔ یہاں تک کہ بھائی ہونے کی حالت میں بھی برادری میں اُس کی کوئی وقعت کوئی عزت نہیں ہوتی ۔ اس سے یہ پتہ لگ سکتا ہے کہ جس ملک یا جس قوم کی یہ کہاوت ہے اُس میں چوری اور چور کو کن نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے ۔

(۴) جو بیجے سو ہی کٹے ۔

تشریح ۔

اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ جو بوئے گا وہی کاٹے گا یعنے جو محنت اور تردد کرے گا وہی پھل بھی پائے گا ۔ اس ضرب المثل میں اقتصادی اصول اور افراد کا سبیہ کا وہ عملی رنگ دکھایا گیا ہے جس پر

انسان کی معاشرت اور زندگی کا انحصار ہے۔ اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ بغیر عمل کرنے کے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔

(۵) گھروں جائیے کھاکے اگوں ملن پکاکے۔

تشریح۔

اس ضرب المثل میں یہ جتلایا گیا ہے کہ

"کسی پرائے گھر میں صرف اس نیت سے جانا کہ وہاں کوئی شے مل رہے گی ہمت اور غیرت سے بعید ہے۔

"جب تک طبیعت میں سیری اور استغنا نہ ہو تب تک دوسرے بھی قدر نہیں کرتے۔

"لالچی کی کوئی عزت نہیں۔

"جب تک اپنی مدد آپ نہ کی جائے تب تک دوسرے بھی مدد نہیں کرتے۔

"پہلے خود کوشش کرو پھر دوسروں سے کوئی امید رکھو۔

یہ ضرب المثل ایک صحیح ماخذ اور صحیح مذاق کا پتہ دیتی ہے۔

(۶) دھن صدقہ سر دا سر صدقہ عزت دا۔

تشریح۔

جب سر پر اپنے اور مصیبت سُنہ دکھائے تو خرچ اور دولت سے کام لینا چاہئے۔ اُس وقت کی کنجوسی اور کفایت شعاری غیرت اور ضرورت کے خلاف ہے۔ اور جب عزت پر آنے تو اُس حالت میں سر بھی دیدینا لازمی ہے۔

اس سے پتہ لگتا ہے کہ جن قوموں میں یہ ضرب المثل مروج ہے۔ اُن کے اصلی خیالات رفع تکالیف اور ثبات عزت اور غیرت کے بارہ میں کہاں تک اور کیسے وسیع اور عالی پایہ ہیں۔

(۷) نیت صاف کیسہ پُر۔

تشریح۔

جس کی نیت صاف ، وہ محتاج نہیں۔ ہمیشہ خوش رہتا ہے۔ اس ضرب المثل میں وہ فلسفی اور وہ حقیقت ظاہر کی گئی ہے۔ جس پر بڑے بڑے فلاسفروں نے ایک وسعت کے ساتھ جامع قلم فرسائی کی ہے۔ اور جس پر علمی رنگوں میں بڑی بڑی دل چسپ بحثیں ہو چکی ہیں۔ مسٹر کانٹ ایک فرنچ فلاسفر نے نیت پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ اور جس کا خلاصہ مختصر الفاظ میں صرف یہی ہے۔

" نیت صاف کیسہ پُر۔

اس سے یہ بات نکل سکتی ہے کہ اصول اخلاق کا ہر ایک ملک اور ہر ایک قوم میں کہاں تک اتحاد ہے اور کلیات میں لوگوں کے خیالات اور استدلالات کس قدر متحد الاغراض واقعہ ہوئے ہیں۔

(۸) جو کرے گھیو نہ کرے ماں نہ کرے پیو۔

تشریح۔

لفظی مطلب تو اس کا یہ ہے۔

جو گھی سے قوت پیدا ہوتی ہے وہ ماں باپ کی مہربانی اور لطف سے بھی نہیں ہو سکتی۔ دراصل مطلب اس کا یہ ہے۔ جو اصلی قوت کام دیتی ہے وہ بات عارضی قوتوں سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ ہر کامیابی اور ہر فتح کے واسطے اصلی قوت اور اصلی محنت کا ہونا ضروری ہے۔ کوئی انسان صرف ماں کے دودھ پر ساری زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ اپنی قوتیں بھی کام میں لانی چاہئیں۔ اپنی مدد آپ بھی کرنی چاہئے۔

(۹) گھر میں گھی نہیں چھلکے ترپکا۔

تشریح -

اس ضرب المثل میں یہ بحث کی گئی ہے کہ -

" اُسی قدر خرچ کرنا زیبا ہے جس قدر توفیق ہو -

" آمدن سے زیادہ خرچ کرنا بے وقوفی ہے -

" آمدن سے زیادہ ارادہ کرنا ایک شیخی ہے -

" آمدن سے زیادہ قدم مارنا جگ ہنسائی ہے -

" جو گھر کا اثاثہ دیکھ کر کام نہیں کرتا وہ اپنی ذلت آپ کرتا اور خود کو ایک ہلاکت میں ڈالتا ہے،

(۱۰) اک لے منگناں دو جا سیرا لینا -

تشریح -

اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ حاجت اور زیردستی کی حالت میں رعونت اور تکبر کرنا اور اپنی ہٹ پر ہی قائم رہنا ایک سخت درجہ کی حماقت اور کمینہ پن ہے - جیسے کہ ایک شخص گداگری بھی کرے اور پھر اس پر بھی مصر ہو کہ اُسے حلوا ہی دیا جائے -

(۱۱) بٹھ پیا بے شرمی دا سیرا - چوساگ شرما چنگا -

تشریح -

مطلب اس کا یہ ہے کہ شرم اور تنگی سے گزارا قات بہ نسبت بے شرمی کی نصیحتوں اور خوش حالی کے ہزار درجہ بہتر ہے - جو شخص بے شرمی سے حلوا مانگ کر یا چرا کر یا جھگڑ کر لیتا ہے وہ اُس ساگ سے کہیں اچھا ہے - جو حیا اور شرم سے اپنے گھر میں قناعت اور اطمینان کے ساتھ کھایا جاتا ہے -

(۱۲) ہت وچہ ٹکر تے نا مکر -

تشریح۔

فارغ البالی کی حالت میں لجاجت کرنا اور امر حق سے احتراز ایک شرم ناک عمل ہے۔ اس میں یہ جتلایا گیا ہے کہ انسان بعض دفعہ ادبار اور فلاکت کی حالت میں کمینہ خصلت ہو جاتا ہے۔ اور ضرورتیں اُسے بعض نامناسب حرکات پر آمادہ کرتی ہیں۔ اگرچہ اُس حالت میں بھی صداقت یا صداقت پسندی لازمی ہے۔ لیکن اس سے وہ شخص زیادہ تر قابل نفرت ہے جو باوجود استطاعت اور فراغت کے بھی کمینہ حرکات کا عادی اور کمینہ اشغال کا مرتکب ہوتا اور اظہار حق سے باز رہتا ہے۔

(۱۳) گھلی وا سارے جہان نوں نگے۔

تشریح۔

جب ہوا چلتی ہے تو سب لوگ کو لگتی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ زمانہ کے بدلنے کے ساتھ ہی سب چیزیں اور سب رنگ بدل جاتے ہیں۔ تبدیل زمانہ کے اثر سے کوئی ملک اور کوئی قوم اپنی پہلی حالت پر قائم نہیں رہتی۔

(۱۴) گھیو کھاوے شکر سے دنیا پچھاوے مگر سے۔

تشریح۔

شکر میں گھی کا استعمال ثقالت معدہ نہیں کرتا۔ اور دنیا کا حکمت عملی سے کام نا موجب رسوائی نہیں ہوتا۔ اس میں حکمت عملی اور پالیسی پر بحث کی گئی ہے۔ یہ اُن تمام بحثوں کا خلاصہ ہے جو امور دنیا داری میں کی جاتی ہیں۔ اور جن کی طرف آج تمام دنیا کا رُخ ہے۔ جو شخص اس زمانہ میں بڑی حکمت عملیاں کرتا ہے۔ وہی دنیا میں مشہور اور نام پاتا ہے۔ یہ وہ اصول بتایا گیا ہے۔ جس پر یورپ میں صدہا مبسوط کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اور جس پر چلنے والے بڑے

بڑے ریفارمر ہیں۔

(۱۵) نک نہ ناساں پلنگ چڑھ باہساں۔

تشریح۔

نہ صورت اور نہ شکل نہ مُونہہ نہ ناک۔ اور ادعا یہ کہ پلنگ کے سوائے بیٹھ ہی نہیں سکتا۔ اسمیں "ایازحد خود بشناس" کا مسئلہ بتایا گیا ہے۔ اور اخلاقی جہت سے یہ بحث کی گئی ہے کہ ہمیشہ اپنی حد اور درجہ میں رہ کر کام اور کام کی خواہش کرنا زیبا ہے۔

(۱۶) تھوم کھاسی تاں بوآسی۔

تشریح۔

اس میں عملیات اور خیالات کے نتائج پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جب کوئی بُرا کام کرے گا۔ تو اُس کا نتیجہ بُرا ہی ہوگا۔ اور اُسے اُس کا خمیازہ بھگتنا ہی پڑے گا۔

(۱۷) لگھیں بھاہ غلاماں دوستی۔

تشریح۔

خشک سرکنڈہ یا تنکوں میں آگ بہت جلد لگتی ہے۔ اور غلاموں یعنی کمینوں کی دوستی اور محبت بھی بہت جلد خرابی لاتی ہے۔ جس سے احتراز لازم ہے۔

(۱۸) ڈھگی نہ ڈھور کیا کرسی چور۔

تشریح۔

جس گھر میں اسباب مال مویشی نہ ہو۔ اُس میں چور آکر کیا کرے گا۔

مطلب یہ کہ آزادی اور بے تعلقی میں جبکہ عمل اور نیت صاف ہو کسی کے مواخذہ کا کیا خوف ہے۔

آن را کہ حساب پاک از محاسبہ چہ باک۔

(۱۹) لگی نہ دیائی کیا جانے پیڑ پرائی۔

تشریح۔

نہ حاملہ ہوئی اور نہ جنی۔ اس حالت میں بانجھ عورت زچہ کی تکلیف اور درد کیا محسوس کر سکتی ہے۔ مطلب یہ کہ جب تک کوئی کسی مصیبت اور تکلیف میں خود نہیں مبتلا ہوتا۔ دوسرے کی مصیبت اور تکلیف سے متالم نہیں ہو سکتا۔ واقعی رحم اُسی شخص کے دل میں ہوگا۔ اور وہی شخص ایک مصیبت زدہ کی مصیبت سے دل سوزی ظاہر کر سکتا ہے۔ جو خود بھی کسی مصیبت میں گرفتار رہ چکا ہو۔

(۲۰) لکھ مرے لکھ پال نہ مرے۔

تشریح۔

لاکھ آدمی مر جائے تو افسوس نہیں لیکن فیاض جو صدہا لوگوں کی پرورش کرتا ہے اور جس سے غریب مستفیض ہوتے ہیں۔ اُس کے مرنے کا افسوس ہے۔ بعض یوں تاویل کرتے ہیں کہ لاکھ روپیہ کے نقصان سے کوئی ہرج نہیں لیکن اُس فیاض کی مصیبت ایک سخت حرج ہے۔ جو لاکھوں کی پرورش کرتا ہے۔ اس سے اُس خیال کا پتہ لگتا ہے۔ جس سے جود وسخا اور عام ہمدردی اور دل سوزی کی قدر و منزلت کی جاتی ہے۔ اور جو اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ لوگوں میں ایسے لوگوں کو کس احترام کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔

(۲۱) ماں ماسی کندہ ایرے تے آسی۔

تشریح۔

اس میں اُس بحث پر روشنی ڈالی گئی ہے جو ہر ایک مُلک و قوم کے بڑے بڑے حکیموں اور فلاسفروں کا تختہ مشق رہی ہے۔ یہ بحث ایک پرانی بحث ہے کہ

" طبعی یا خلقی جذبات کا کہاں تک اثر مسلسل چلا جاتا ہے۔

" نسلی جذبات یا خواص کہاں تک سارے رہتے ہیں۔

" پورانی تعلیمات جو بمنزلہ ایک عادت کے ہو جاتی ہیں۔ اُن کا کہاں تک اثر باقی رہتا ہے۔

" موروثی خواص کہاں تک نسلاً بعد نسلاً چلے جاتے ہیں۔

" موروثی صفات اور جذبات کی اُفتاد کیسے ہوتی ہے۔ اس ضرب المثل میں یہ کہا گیا ہے کہ ماں اور ماسی ہمیشہ قریباً ایک ہی طبیعت کی ہوتی ہیں۔ جیسے کہ دیوار ہمیشہ نیو کے اوپر ہی رکھی جاتی اور آتی ہے۔

(۲۲) مونہہ وچ گڑ اندر وچ اُڑ۔

تشریح۔

یہ ضرب المثل اُس موقعہ پر بولتے ہیں۔ جب زبانی کچھ ہو اور دل میں کچھ ہو۔ زبان سے تو میٹھا ہو اور دل سے کُردا۔ یعنی فریب دِہ۔

(۲۳) مُنج نال لُنج۔

تشریح۔

ہمیشہ جھگڑے سے جھگڑا ہوتا ہے۔ جب کوئی دوسرا محبت بازی کرتا ہے تو اور لوگ بھی محبت کرتے ہیں صفائی ہمیشہ صفائی کا موجب ہوتی ہے۔ اس میں معاشرت اور معاشرت کے بے غل وغش آزادانہ گزارنے کا طریق مامون بتلایا گیا ہے۔

اوپر کی تمام ضرب المثلوں سے یہ ظاہر ہو سکتا ہے کہ

جس مُلک اور جس قوم کی یہ ضرب المثلیں ہیں اور جن میں ان کا چرچا ہے۔ اُس میں قطع نظر اس کے کہ اُس کی موجودہ حالت کیسی ہی ہو۔ اور اُس کے موجودہ اعمال کیسی ہی شہادت دیتے ہوں لیکن

اُس کی وہ تعلیم جو تجربہ سے حاصل کیگئی ہے۔ کیسی صاف اور کیسی بے لاگ ہے۔
جس سے ہم یہ استدلال کرنے کے مجاز ہیں کہ ہر ملک اور ہر قوم کی تعلیمات میں صداقت اور عام پسندیدگی کے جواہر پائے جاتے ہیں۔ اور کوئی قوم اخلاقی حدود سے خالی نہیں۔ تہذیب خاص قوموں کا ہی حق نہیں رہا ہے۔ بلکہ عام قومیں بھی اپنے قومی خزانوں میں تہذیب کے بے بہا اصول اور قیمتی ریزے رکھتی ہیں۔ اگرچہ ایسے اصول اور ایسے ریزے پراگندہ اور بے سلک ہیں۔ لیکن اگر اُنہیں احتیاط سے جمع کیا جائے تو اُنکی کیفیت اور قیمت کا پتہ لگ سکتا ہے۔ اور اس سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ قدرتی فیضان کسی قوم کے ساتھ کنجوسی نہیں کی ہر قومی دائرہ میں قدرتی فیضان کا آفتاب طلوع ہوتا رہا۔ یا کسی وقت میں ہو چکا ہے۔ اور اُس کی کرنیں اب تک ذرات کی صورت میں کہیں کہیں درخشاں ہیں۔

تنقیدِ امثال

جس طرح دنیا میں بُرے بھلے کامل۔ ناکامل پورے ادھورے سینکڑوں اقوال۔ تماثیل۔ نظائر اشعار پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح ضرب الامثال کی بھی حالت ہے۔ ان میں بھی صدہا ضرب المثلیں ناکامل ہیں۔ اُن کی ترکیب غلط نتائج پر لے جاتی ہے۔ یا اُن کے مضامین پایۂ صداقت اور اخلاق سے گرے ہوئے ہیں۔ گو یہ کہا جائے گا کہ ایسی مثلیں اس ذخیرہ میں بہت کم ہیں۔ کہ جن کی بنیاد غلط ہو۔ لیکن یہ ضرور کہا جائے گا کہ اُن کا طرزِ استدلال یا ماخذ درست نہیں۔
بہت سی ایسی ضرب المثلیں ہیں کہ جن کا ماخذ اور نتیجہ تو درست اور واقعی ہوتا ہے۔ لیکن جن الفاظ سے اُنہیں ترکیب دیا گیا ہے۔ وہ بجائے خود متانت کے پایہ سے گرے ہوئے ہیں۔ جیسے۔
نہ داڑھی نہ موچھ بھڑوا لچہ دا لچہ۔

اس میں اُس شخص کی مذمت کی گئی ہے۔ جو داڑھی اور موچھ نہ رکھتا ہو یا تو یہ اُن اشخاص کے حق میں کہی گئی ہے۔ جو ابھی تک نوعمر اور ناتجربہ کار ہوں۔ اور یا اُن لوگوں کے حق میں جو داڑھی اور مونچھیں منڈاتے ہوں دونوں حالتوں میں اس کا جو یہ نتیجہ نکالا گیا ہے۔ کہ ایسے لوگ قابل اعتبار نہیں ہیں۔ درست نہیں۔ یا تو ملکی رسم و رواج کے اعتبار سے ایسا کہا گیا ہے اور یا فی الحقیقت ایسا ہی اصول قرار دیا گیا ہے۔ اس کے خلاف بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ بہت سے ڈاڑھی موچھ والے بھی ناقابل اعتبار ثابت ہوتے ہیں۔ اور بہت سے نوعمر بھی لائق ملتے ہیں۔ اور پورانی عمر والوں میں سے بعض ناقابل بھی ہوتے ہیں اس واسطے یہ کہا جائے گا کہ اس کا استدلالی نتیجہ درست نہیں۔ اور ثابت ہوتا ہے کہ جس شخص نے اس نتیجہ سے یہ مثل وضع کی ہے۔ وہ اپنے تجربہ میں خود ناکام تھا

تسبیح پھیرے تے جھگی ہیرے۔

بظاہر تسبیح خواں اور اندر سے لوگوں کے گھر تاڑتے پھرنا۔

یہ بھی کلیہ نہیں ایک دو تسبیح خوانوں کے بُرے افعال سے یہ قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ کل تسبیح خوان ہی ایسے ہوتے ہیں۔ جہاں ایسی صورت ہو وہاں تو اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ لیکن عام طور پر باعتبار ایک کلیہ کے اس کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ بایں حالات یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ ایک اصولی استدلال ہے۔

تنقید الامثال سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرب المثلیں باعتبار تنقیدی اصولوں کے مندرجہ ذیل مراتب رکھتی ہیں۔

" عامہ۔

" موقتہ۔

" تجربی۔

عامہ وہ ہیں جو ہر ایک موقعہ پر اطلاق پا سکتی ہیں۔ اور ہر جگہ پر چسپان ثابت ہوتی ہیں۔ جیسے۔

(۱) اب نہ لگدے ٹالیاں توت نہ لگن شرینہ۔

باز دانہ نہ چگدا ورب نہ چردا شیرنہ۔

تشریح۔

شیشم کو آم۔ اور پھر واہاں کو توت نہیں لگتے۔ باز دانے نہیں چگتا۔ اور شیروں کی غذا ورب نہیں ہوتی۔

(۲) بھیڑ دی پوچھ لگیاں نہ اُردار نہ پار۔

ترجمہ۔ دریا میں بھیڑی کی دُم پکڑ کر پار ہونا مشکل ہے۔

تشریح۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ بے اعتبار بے وفا۔ خود غرض بے وقعت اور بے وقر انسان کی نسبت سے کامیابی کی امید رکھنا فضول اور ایک حمق ہے۔ ایسے ہی جیسے کوئی شخص بھیڑی کی دُم پکڑ کر دریا سے گذرنا چاہے نہ واپس آسکے گا اور نہ پرلے کنارہ جاسکے گا۔

نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔

(۳) بھیڑ دا بھڈورا سوکھوا و سوٹکہ پورے دا پورا۔

تشریح۔

مفہوم اس کا یہ ہے کہ ہر چیز اور ہر شے اپنی طاقت کے موافق بڑھتی اور نشو و نما پاتی ہے۔ گھوڑے اور گدھے یا بھیڑی اور بکڑی کی کیسی ہی پرورش کی جائے۔ ممکن نہیں کہ وہ اونٹ یا ہاتھی کے قدو قامت کی ہو سکیں۔

(۴) انباں دی بکھ انباکھیں نہیں جاندی۔

تشریح۔

آموں کی خواہش آموں کی گٹھلیوں اور چھلکوں سے پوری نہیں ہوتی۔ مطلب یہ کہ جو شے جس خواہش کے مناسب واقعہ ہوئی ہے۔ وہی اُس کے لیئے موزون شے ہے۔ دوسری شے ہر حالت میں نامناسب ہے۔

(۵) اُٹھ جے کنکے چھوڑیئے وت جواناں کھا۔
کُتا راج بٹھایئے چکی چپٹن جا۔

تشریح۔

اگر کنک اونٹ چھوڑا جائے تو باوجود اس کے کہ کنک ایک لطیف چارہ ہے۔ لیکن اونٹ اپنے طبعی اقتضا سے کنک چھوڑ جواناں ہی کھائے گا۔ کُتا اگرچہ کیسے ہی مخملی گدیلوں پر بٹھایا جائے پھر بھی چکی چاٹے گا۔ اور اِدھر اُدھر مُنہ مارے گا۔ اس میں اصلی میلان طبائع پر بحث کی گئی ہے۔ اور ایک لطیف پیرایہ میں استدلال تمثیلی کیا گیا ہے۔

(۶) بکھ نہ لاون پچھیا۔ عشق نہ پچھی ذات۔
نیند نہ پچھیا بسترا کتھ وہانی رات۔

تشریح۔

اس میں ضرورت اور میلان کامل کی بابت بحث کی گئی ہے۔ کامل اشتہا میں این و آں کا سوال ہی نہیں ہوتا۔ اور جہاں محبت ہو وہاں درجہ اور ذات سب خارج از بحث ہو جاتی ہے۔ فرط نیند میں بستر اور نرم گدیلوں کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ پڑتے ہی خواب گراں میں رات گذر جاتی ہے۔ اس میں کمال لطافت سے تمثیلی رنگ میں مجبوری کی ضروریات پر بحث

کی گئی ہے۔

(۷) کندھی تے وسناں خواجہ نال ویر۔

تشریح۔

دریا کے کنارے پر رہنا اور خواجہ سے بیر رکھنا عقل مندی کی دلیل نہیں ہے۔ چونکہ خواجہ خضر علیہ السلام کا مسکن لوگوں کی نظروں میں دریا ہے۔ اور اُنہیں دریائی دنیا کا مالک سمجھا جاتا ہے اس واسطے اُن کا نام لایا گیا ہے۔ اصل مراد یہ ہے کہ جب زندگی ایک طاقت کی حفاظت میں دیگئی ہو اور وہی مختار اور مددگار ہو تو ان حالات میں ایسے شخص سے عداوت رکھنا اور اُس پر اعتبار نہ کرنا اپنے تئیں خوار کرنا اور ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ اس میں ایک عمدہ پیرایہ میں معاشرت کا اصول بتایا گیا ہے۔ اس طرز سے کسی اور اچھے پیرایہ میں اصول معاشرت نہیں تبلایا جاسکتا۔

(۸) وسواسی دی دال کچی۔

تشریح۔

اس ضرب المثل میں یہ کہا گیا ہے کہ جو شخص ہمیشہ اپنے کام کاج میں استقلال نہیں دکھلاتا اور ہمیشہ رائیں تبدیل کرنے کا عادی ہے۔ اُس کا کام کبھی مکمل نہیں ہوتا۔ اور نہ اُسے کسی عمدہ نتیجہ پر پہنچنا نصیب ہوتا ہے۔ جیسے ایک وسواسی۔ باورچی یا پکانے والی کی دال ہمیشہ کچی رہتی ہے۔

(۹) ہولے ہولے پگے۔ سُنج کرنیدے جھگے۔

تشریح۔

تھوڑی تھوڑی فضول خرچی سے بھی گھرانے لُٹ جاتے اور بے مال و زر ہو جاتے ہیں۔ اس میں یہ اصول ظاہر کیا گیا ہے کہ فضول خرچی اور اسراف رفتہ رفتہ وبال لاتا ہے۔

(۱۰) لکھ سن صابن بھاویں لگے موں نہ ہوندے کالے بگے۔

تشریح۔

اس میں قلب ماہیت اور قلب نیچر پر بحث کی گئی ہے۔ یہ نظیر لائی گئی ہے کہ اگرچہ لاکھوں من صابون خرچ کیا جائے۔ لیکن پھر بھی یہ ممکن نہیں کہ کوئی قدرتی سیاہی سفیدی سے تبدیل ہو سکے۔ یہ تمثیل اس پر روشنی ڈالتی ہے کہ جو کام غیر ممکن ہو۔ اُس میں سعی کرنا خود کو ہلاکت میں ڈالنا اور شرمندہ کرنا ہے۔

(۱۱) تپ سے راج راج سے نرک۔

تشریح۔

محنت۔ حکمت عملی۔ لیاقت۔ تردد عزم اور احتیاط سے راج یا بادشاہی ملتی ہے۔ اور کبھی راج سے نرک یعنے دوزخ بھی مل جاتا ہے۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ جب ایک راجہ۔ نواب۔ بادشاہ رعایا پر ظلم وستم کرتا اور انصاف کی نعمت سے محروم رکھتا ہے۔ تو پھر وہ اپنے واسطے گویا دوزخ مول لیتا ہے۔ اس میں انصاف اور رحم دلی کی ضرورت پر بحث کی گئی ہے۔ اور یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ حاکم جب ظلم وستم کرتے ہیں تو اُس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔

(۱۲) جیون جُتیاں چکیاں موت جُتا جندراہ۔

تشریح

یہ ضرب المثل دنیا کی بے ثباتی حیات مستعارہ کا اظہار کرتی اور زندگی کی حقیقت وادی گریہ کے پُر درد سماں میں دکھاتی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ زندگی تو صرف چکی ہی چلاتی ہے اور موت نے اُس کے مقابلہ میں جندراہ چلا رکھا ہے۔ ایک چکی جندراہ کا مقابلہ کیا کر سکتی ہے آخر وہ رہ جائے گی۔ اور جندراہ سب بایۂ زندگی پیس ڈالے گا۔

مراز تجربہ کاری شد این سخن معلوم
کہ ہیچ عشق بہ عالم بلائے دیگر نیست

(۱۳) اوٹھاں نال گڑیدے کھیلے کملی پاولی۔

تشریح۔

اونٹوں کے ساتھ دیوانی جولاہی کلکلی کھیلتی ہے۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ اونٹ اور انسان کی کھیل جیسے ناموزون ہے۔ ایسے ہی کم حیثیت اور کم طاقت انسان کا زور آور انسان سے مخاصمت یا با اقبال سے ہمسری کی دوستی گانٹھنا ایک ناموزون عمل اور نامناسب وتیرہ ہے۔ جو بات نبھ سکے وہ کرنی چاہئے۔ جو نبھ نہ سکے وہ درست نہیں۔

ان تمام امثلہ سے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ یہ سب اصول عامہ کے اعتبار سے کہی گئی ہیں۔ ہر زمانہ اور ہر وقت اور ہر ملک اور ہر قوم ان کا مصداق ہے۔ ان سے کوئی زمانہ اور کوئی وقت کوئی ملک اور کوئی قوم باہر نہیں جا سکتی۔ خلاف اس کے جو امثلہ خاص خاص وقت یا صورتوں سے متعلق ہیں وہ اُسی وقت اور اُسی صورت سے متعلق اور وابستہ ہوتی ہیں۔ جو اُن کے موزون ہیں جیسے۔

(۱) انجان وید یا ہڈاں دا کھو۔

تشریح۔

نیم حکیم خطرہ جان۔ یہ اُسی موقعہ پر اطلاق پائے گی جہاں کوئی ایسی صورت پیش ہو۔ ہر موقعہ پر اس کا اطلاق نہیں ہو سکے گا بے شک ہر ملک اور ہر قوم اور ہر زمانہ میں اس قسم کے لوگ پائے جا سکتے ہیں۔ کہ جن پر کسی نہ کسی رنگ میں یہ اطلاق پا سکے۔ مگر با این ہمہ یہ مؤنثہ فرب المثل کے احکام میں ہے۔

(۲) ایہو حال مہینوال دا اللہ بیلی مال دا

تشریح۔

اس میں ایک شخص کو بالخصوص مخاطب کرکے کہا جاتا ہے کہ اگر بھینسیں چرانے والے کا یہی حال اور یہی وتیرہ ہے تو پھر مویشی کا خدا حافظ۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ جو شخص اپنا کام اپنا فرض احتیاط اور محنت سے ادا نہیں کرتا۔ جو کام اُس کے تفویض کیا گیا ہے۔ وہ کسی حالت میں بالاطمینان پورا نہیں ہوسکتا۔

(۳) اندھی اندھا رلیا ہکو جُھگا گلیا۔

تشریح۔

جس گھر میں خاوند بھی اندھا اور بیوی بھی اندھی ہو اُس گھر کا خدا حافظ وہ گھر ضرور برباد ہوگا یہ بھی خاص مواقع میں اطلاق پاتی ہے۔ جہاں کہ ایسی صورت ہو کہ دونوں طرف ایک ہی صفت اور ایک ہی گن کے ہوں۔

وزیرے چنیں شہریارے چناں
جہاں چوں نگیرد قرارے چناں

(۴) اندر بیٹھی لکھ دی۔ باہر گئی لکھ دی۔

تشریح۔

یہ عورت کے واسطے ہے۔ اس میں یہ جتلایا گیا ہے کہ جو عورت تنگی۔ ترشی۔ خوشحالی میں اپنے ہی گھر میں رہ کر شکر و صبر اور قناعت سے گذارہ کرتی ہے۔ وہ ہر ایک کی نظر میں ایک وقعت اور ایک عزت رکھتی ہے۔ اور اُس کا وقار اور احترام لاکھوں سے بھی زیادہ کا ہے۔ جو عورت بے صبر ہو کر چکر لگاتی پھرتی اور ہر ایک سے بہ ذلت پیش آتی اور دو چار ہوتی ہے وہ خود اپنا وقار اور

اور احترام گنواتی ہے۔ اُس کی قیمت ایک تنکا یا ایک کوڑی بھی نہیں۔ اس ضرب المثل سے ایک ملک اور ایک قوم کے وہ رسم و رواج معلوم ہوتے ہیں جو عورتوں کی نسبت اُن میں مروج ہیں۔ اور اُس سے عورتوں کے واسطے ایک قسم کی پابندی کا سبق ملتا ہے۔ خواہ اُسے پردہ کہہ لو۔ اور خواہ ناجائز آزادی سے انحراف اور نفرت۔ جن ملکوں کی عورتیں آزادی سے باہر آتی جاتی ہیں۔ اُن میں یہ ضرب المثل اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھی جاسکتی۔ ہاں اگر اس کے یہ معانی لئے جائیں کہ بے قدر اور بے وقعت ہو کر کسی کے ہاں عورات کا جانا اور اپنی قیمت کم کرنا اس سے مراد ہے تو پھر یہ اور ممالک یا اقوام میں بھی لی جاسکتی ہے۔

(۵) ترے کم کو راہ مرد نوں چکی سنڈھی نوں گاہ رن نوں راہ۔

تشریح۔

تین کام بُرے ہیں مرد کا چکی پیسنا۔ جاموش کا غلہ نکالنے پر لگانا۔ عورت کو سفر۔

جس ملک میں چکی اور جاموش نہیں اور جہاں کی عورتیں ہمیشہ سفر کی عادی ہیں۔ وہاں یہ ضرب المثل صادق نہیں آسکتی۔ (رن نوں راہ) کا مطلب بعضوں نے یہ نکالا ہے کہ یہ پنجابی کا ایک محاورہ ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ جو عورت ہمیشہ گھر سے غیر حاضر رہ کر اِدھر اُدھر پھرا کرتی رہتی ہے۔ وہ گھر کے قابل نہیں رہتی۔ کیونکہ اُس کی عادت اوباشانہ ہو جاتی ہے۔ جس سے نظم و نسق گھر اور پرورش عیال الطفال میں نقص واقعہ ہوتا ہے۔

(۶) گلرنال الفت تے گٹے پلیت۔

تشریح۔

کُتے کے بچہ سے پیار کرنا اپنے تئیں پلید کرنا ہے۔ یا ٹخنے پلید کرنے ہیں۔ جہاں کتوں سے بالکل پرہیز نہیں کیا جاتا وہاں کی رسم و رواج کے مطابق ٹخنے کیا منہ بھی چوم لیں تو کوئی بُرائی نہیں

ایسے ملکوں اور ایسے قوموں میں بایں مفہوم یہ ضرب المثل چسپاں نہ ہوگی۔ اگر یہ معنی کئے جائیں کہ بُری شے کی محبت سے ہمیشہ بُرا ہی نتیجہ نکلتا ہے تو پھر ہر ایک حالت میں اس کا اطلاق ہو سکتا ہے

(۷) گُڑ کُٹھی گوانڈن روٹھی۔

تشریح۔

مرغی ذبح کی اور ہمسایہ عورت خفا ہوگئی۔ مطلب یہ کہ چونکہ مرغی کا گوشت یا شوربا کم تھا۔ ہمسایہ عورت نے بھی مانگا اُسے نہ ملا تو وہ خفا ہوگئی۔ اصل مطلب اس کا یہ ہے کہ تھوڑی شے یا کم سرمایہ کی حالت میں ہمیشہ لوگ ناراض رہتے ہیں اور ہر ایک کو خوش نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن یہ کوئی کلیہ نہیں بعض وقت کمی کی حالت میں بھی کوئی شکایت نہیں ہوتی۔

ان امثلہ بالا سے ثابت ہے کہ یہ ضرب الامثال موقتہ ہیں۔ گو بعض حالات میں عام مفہوم میں بھی انہیں لیا جا سکتا ہے۔ لیکن پھر بھی ان میں ایک خصوصیت پائی جاتی ہے۔ اسی طرح وہ امثلہ بھی ہیں جو تجربہ کی بنیاد پر کہی گئی ہیں۔ گو ان کا اطلاق عامہ بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن چونکہ ہمیشہ تجربے جداگانہ ہوتے ہیں۔ اس واسطے ممکن ہے کہ کبھی اُن کے خلاف بھی ہو جائے۔

جیسے۔

(۱) تر کھنی بدلی رن ملائی کھا ئے

اوہ وسّے اوہ اُوھلے اینہ بچن نہ رہنا جا

تشریح۔

رنگ برنگ کی بدلیاں ہمیشہ برستی ہیں۔ جو عورت بالائی کھاتی ہے وہ گھر سے نکل جاتی ہے۔ یہ قولہ ایک تجربہ کی بنیاد پر ہے۔ گو اکثر ایسی بدلیاں برستی ہی ہوں۔ لیکن یہ کلیہ نہیں کہ ہمیشہ ہی برسیں اسی طرح جو عورت بالائی کھاتی ہے۔ ضروری نہیں کہ وہ گھر سے نکل ہی جائے۔ بالائی کھانا پنجابی کا

ایک محاورہ ہے۔ جس کے معنی چسکے بازی اور آوارگی کے ہیں۔ بے شک اس مزاج کی عورتیں قابل اعتبار ثابت نہیں ہوتیں مگر یہ کوئی کلیہ نہیں ہے۔

(۲) دکھن ساہنیاں بدلیاں جے رنڈر دھو دے پیر
اوہ بھی دسنوں نامٹن اوہ پر نیسی پھیر

تشریح۔

وہ بدلیاں جو دکھن سے اُٹھیں ہمیشہ برستی ہیں جو بیوہ پیر صاف کرکے رکھے وہ جانو کہ پھر شادی کرے گی۔ یہ بھی ایک تجربہ پر کہی گئی ہے۔ ممکن ہے کہ ایسا نہ ہو۔ چونکہ بیوہ عورت اس ملک میں اپنے تئیں سہاگن عورتوں کے مقابلہ میں بعض قوموں میں ہمیشہ میلی کچیلی حالت میں رکھنے کی عادی ہوتی ہے اس واسطے اُس کی نسبت ایسا خیال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اکثر یہ درست نہیں اُترتا۔ بعضوں نے اس کے یہ معنے لئے ہیں کہ پاؤں دھونے سے مراد فواحش پرستی ہے۔ ان معنوں میں استدلال کلی اور عامہ ہو جائے گا۔

(۳) مار نہ کٹ تے آندر چا گھٹ۔

تشریح۔

زدوکوب نہ کر خاموش رہ۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ تنبیہہ کے لئے زدوکوب کی کوئی ضرورت نہیں صرف قطع تعلق ہی کافی ہے۔ مُنہ نہ لگانا بھی ایک تنبیہہ ہے۔ یہ سچ ہے لیکن ہر جگہ پر یہ اصول کام نہیں دے سکتا کبھی سزا کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ گو بے تعلقی اور مُنہ نہ لگانا بھی ایک سخت سزا ہے۔ لیکن کن کے لئے جو اسے محسوس کرتے ہیں اُن کے لئے نہیں۔ جو نرم سزاؤں کی حد سے گذر چکے ہیں۔ ہر جُرم دہر سزائے۔

(۴) شہری یار تے لئی دا انگار برابر۔

تشریح۔

شہری دوست کی دوستی اور لئی لکڑی کی آگ یکساں بے اعتبار اور نکمی ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ بعض کے تجربوں میں یہ استدلالی نتیجے درست ہوں۔ لیکن انہیں اصول عامہ قرار دینا خلاف عقل ہے۔ کیونکہ شہر کے تمام لوگ ہی دوستی میں نرم یا دوستی کے کچے نہیں ہوتے شہریوں میں سے بھی صدہا لوگ دوستی کے پورے اور وعدہ کے پکے نکلتے ہیں۔ بعض وقت لئی کی لکڑی کی آگ بھی کام دے ہی جاتی ہے۔

نہ ہر زن زن ست و نہ ہر مرد مرد
خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

(۵) جو کرے تمیسر نہ پیر کرے نہ پرمیسر۔

تشریح۔

تانبہ کے کشتہ میں جو طاقت ہے وہ نہ تو پیر میں ہے اور نہ (نعوذ باللہ) خدا میں۔ یہ ایک مبالغہ کے رنگ میں مثل کہی گئی ہے۔ شاید کسی کا یہ تجربہ ہو کہ ہر مرض پر تانبہ کا کشتہ اکسیر ثابت ہوتا ہے۔ ورنہ یہ کسی حالت میں نہیں کہا جا سکتا۔ کہ ہر مرض اور ہر عارضہ کے مقابلہ میں ہمیشہ تانبہ کا کشتہ اکسیر ہی ثابت ہوتا ہے۔ بعضوں نے خلاف اس کے یہ بھی کہا ہے کہ تانبہ کا کشتہ اکثر حالات میں سخت مضر پڑتا ہے۔

(۶) رن گئی سیاپے گھر آوے تاں جاپے۔

تشریح۔

عورت کسی دوسرے گھر میں ماتم پرسی یا سیاپا کرنے کے لئے گئی ہے۔ پھر مڑ کر واپس گھر میں آوے تو

کہیں۔

چونکہ ایسے مواقعہ میں خراب چلن کی عورتیں بھی جمع ہوتی ہیں۔ اس واسطے اگر عورت گھر میں واپس آجائے یا ٹھیک خیالات لیکر آئے تو ٹھیک ہے یہ بھی ایک مبالغہ کی صورت ہے۔ خاص خاص تجربوں کی بنیاد پر کہی گئی ہے۔ ضرور نہیں کہ کلی طور پر یہ ہمیشہ ہی صادق آتی رہے۔

(۷) جیڑھے گجے اوہ ورہے نہیں۔

تشریح۔

جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں۔

یہ بھی ایک عام تجربہ یا اغلب رائے پر کہی گئی ہے۔ ورنہ یہ ہر کوئی جانتا ہے کہ اکثر گرجتے بادل بھی برس گئے ہیں۔ گو اکثر ایسا نہ ہوتا ہو۔ لیکن پھر بھی اس استدلال کا نتیجہ اغلباً ہی ہوگا۔ نہ کہ حکماً۔

ان تمام امثلہ بالا سے یہ ثابت ہوگا کہ ان کی بنیاد اکثراً تجربوں اور مشاہدات پر موقوف ہے جن کی بابت کسی وقت تخلف کا بھی قیاس ہو سکتا ہے۔ اور بطور کلیہ کے انہیں قطعی نہیں تسلیم کیا جا سکتا۔ اسی طرح بعض وقت فرب المثلیں طنزیہ رنگ میں بھی کہی جاتی ہیں۔ مراد اُن سے صرف تنبیہ یا طنز ہوتی ہے۔ یا یہ کہ جس پر اُن کا اطلاق ہوتا ہے وہ ہوش میں آکر اپنے اعمال اور نیات کا ریویو کرے اور خفیف حرکات سے باز آئے۔

(۱) چڑھیا سوتے لتھا ہو

تشریح۔

یہ اُس موقعہ پر اطلاق پاتی ہے جبکہ کوئی شخص باوجود قرض دار ہونے کے بھی فضول خرچی سے باز نہیں رہتا۔

(۲) سوتا روڑی تے سُفنے شیش محلاں دے۔

تشریح۔

اپنی حیثیت سے زیادہ چاہنا گویا کوڑہ کرکٹ میں سونا اور خواب آئے شیش محلوں کے یہ مثلہ اُن لوگوں کے مقابل میں اطلاق پاتی ہیں جو اپنی حیثیت اپنے درجہ سے بڑھ کر خیالات رکھتی ہیں

(۳) ڈھڈھوں بُھکی دولت بی بی ناں۔

تشریح۔

روٹی کھانے کو نہیں ملتی اور نام دولت بی بی۔ یہ بھی طنزیہ رنگ میں اُن لوگوں پر اطلاق پاتی ہے۔ جو خواہ نخواہ اپنی حالت سے بڑھکر بزرگی جتلانے کے عادی ہیں۔

(۴) کاٹھ دی بلی تے کرے میاؤں۔

تشریح۔

کوئی سکت کوئی طاقت کوئی حوصلہ نہ ہو۔ اور پھر مُنہ سے ایسی باتیں کرنا۔ جن سے یہ معلوم کرایا جائے۔ کہ میں بھی کچھ ہوں۔ اس کا بھی طنزیہ یا تعجباً اطلاق ہوتا ہے۔

(۵) جم نہ مکی تے نک نانکیاں تے۔

تشریح۔

ابھی پیدا ہی نہیں ہوئی اور کہا جاتا ہے کہ اس کی ناک نانہال پر ہے۔ یہ بھی اُس حالت میں اطلاق پاتی ہے۔ جب کوئی تعلّی کی لیتا ہے۔

(۶) ٹنڈاں چھہ نہ جانے تے مکھیاں دا اُستاد۔

تشریح۔

ٹنڈ تو بنانا جانتا نہیں اور مٹکیاں بنانے کا اوعا کرتا ہے۔

یہ بھی اُس وقت اطلاق کرتے ہیں۔ جب کوئی شخص جانتا تو ایک عام چیز یا عام ہنر بھی نہ ہو اور لاف یہ مارے کہ وہ بڑے بڑے ہنر بھی جانتا ہے۔ اور بڑے بڑے کام کر سکتا ہے۔

(۷) ماں بٹھاری پتر فتح خاں۔

تشریح۔

یہ ضرب المثل بھی ایک طنزیہ رنگ میں کہی گئی ہے۔ ایسی موقعہ پر اس کا استعمال ہوتا ہے کہ جہاں ایک شخص اپنی اصلیت اور حیثیت سے بڑھکر دعوے کرتا ہے۔

ان تمام امثلہ سے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ ایسی ضرب المثلیں طنزیہ رنگ میں کہی گئی ہیں۔ گویا ایک قسم کی ہجو ہیں۔ لیکن اسے ہجو ملیح نہیں کہا جا سکتا۔ یہ پتہ کی باتیں ہیں۔

اسی طرح بعض ضرب المثلیں کبھی بطور عبرت کے بھی کہی جاتی ہیں۔

جیسے

(۱) اپنے کیتے کرتے آپے بیٹھ وچار۔

تشریح۔

خود کردہ را چہ چارہ

(۲) اُجڑ گیاں داگھر کیویں وُٹھا سیر پنجایا ترے پاکھٹا۔

تشریح۔

فلاکت زدگان کا گھر کس طرح برباد ہُوا۔ ایک سیر روئی پنجوائی۔ جس میں سے تین پاؤ گھٹ گئی اس کہاوت میں عبرت کے رنگ میں ایسے لوگوں اور ایسے خاندانوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو بے احتیاطی فضول خرچی اور عدم کفایت شعاری سے تباہ ہو چکے ہیں یا ہوتے ہیں۔

(۳) بٹھ پیا سونا جیڑھا کناں نوں توڑے۔

تشریح۔

حیف ہے اُس سونے کا پہنتا جس سے کان ٹوٹیں۔ یہ وہاں پر اطلاق پاتی ہے جہاں کوئی شخص نمائش کے لئے کوئی ایسا کام کرتا ہے۔ جو دراصل نقصان اور تکلیف کا باعث ہوتا ہے۔

(۴) پنج دینے دو لہنے۔ رن گھڑاوے گہنے۔

تشریح۔

آمدو کی ہو اور خرچ پانچ کا اور اِدھر بیوی زیورات بنوانا چاہے۔ یہ بھی عبرتی رنگ میں کہی گئی ہے۔ اور تعجباً کہا گیا ہے کہ ایسی صورت میں بیوی کو زیور کی سوجھی ہے۔

(۵) بکرے دی ماں کدوں تک خیر منادے۔

تشریح۔

بکرے کی ماں کب تک اُس کی خیر منائے گی۔ اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جو شخص افعال ذمیمہ اور اعمال کریہہ کا مرتکب ہو وہ دوسروں کی زد سے کب تک محفوظ رہ سکتا ہے۔ آخر قابو آئے گا۔ جیسے بکرا کبھی نہ کبھی ذبح کے لئے قابو آ ہی جاتا ہے۔

(۶) کُنڈا گھڑاون گئی تے گھنڈی بھنا آئی۔

تشریح۔

کُنڈا بنوانے کے لئے گئی اور شاہ رگ کٹوا آئی۔

یہ اُس موقعہ پر اطلاق پاتی ہے کہ جب کوئی شخص کم فہمی سے ایسے موقعہ پر اور ایسے حالات میں کسی خاص غرض سے اور کسی خاص کام کو جائے کہ بجائے فائدہ مرغومہ کے اُلٹے نقصان ہو۔

(۷) رو رو موئی تے سوہرے بھی نہ گئی۔

تشریح۔

روتی بھی رہی اور سسرال کے ہاں بھی نہ جا سکی۔

یہ اُس موقعہ پر کہا جاتا ہے کہ جب ایک شخص سخت تردد اور فکر کرکے بھی منزل مقصود نہ پائے اور محروم رہے۔

ناصحانہ بھی امثلہ ہوتی ہیں۔ جیسے۔

(۱) اندھے اگوں رونا اکھیاں دا زیان۔

تشریح۔

جو شخص دل سوزی۔ ہمدردی۔ دل جوئی ہی نہ رکھتا ہو اُس کے آگے حالات کا اظہار سوائے اپنی ہی کے اور کیا فائدہ رکھتا ہے۔

(۲) آپ ونجی تے ویڑھے ڈوہ۔

تشریح۔

آپ نکمی اور صحن خانہ پر یہ الزام کہ وہ خراب یا تنگ ہے۔ یعنی خود تو کچھ نہیں کر سکتی اور الزام دوسرے پر۔ یہ اُس موقعہ پر اطلاق پاتی ہے۔ جب کوئی شخص خود تو ناکارہ ہو اور عدم کامیابی کا الزام دوسروں کے سر تھوپے۔

(۳) اَٹے نال مطلب ناں خرخشے نال

تشریح۔

آٹا لینا مطلب ہے۔ جھگڑے اور دوبدو سے کیا غرض۔

یہ اُس وقت کہا جاتا ہے جبکہ بعض اشخاص کا مطلب تو کچھ اور ہوتا ہے اور خواہ نخواہ پرخاش کچھ اور کرتے ہیں۔

(۴) اندھے اگے رونا بورٹے اگے گل ۔ گونگے اگے سنہیوڑا تینوں لل بلل۔

تشریح۔

اندھے کے آگے رونا بہرہ سے بات کرنا۔ گونگے کو پیغام دینا۔ تینوں بے حاصل اور فضول حکایات ہیں۔ اس میں یہ جتلایا گیا ہے کہ جو کام کسی سے نہ ہو سکتا ہو اور جو کسی کے قابل ہو وہی موزون ہوتا ہے۔ بیجا کوشش کوئی فائدہ نہیں رکھتی۔

(۵) بیڑی ڈوبی دم بہاول حق۔

تشریح۔

بیڑی ڈوبنے پر دم بہاول حق کہنا کوئی اثر نہیں رکھتا ملتان کے ضلع میں مثل کے موقعہ پر دم بہاول حق کہنے کا رواج ہے۔ حضرت شاہ بہاول حقؒ کو ایسی حالت میں یاد کرتے ہیں جو ایک بزرگ رسیدہ گذر چکے ہیں۔ اس مثل میں یہ دکھایا گیا ہے کہ جب بیڑی ہی ڈوب گئی تو دم بہاول حق کہنے سے کیا فائدہ ہے کام ہو چکنے یا کام کے بگڑ جانے پر استمداد فضول فعل ہے۔

(۶) پیسہ پلے نہیں سودا چھیتی دے۔

تشریح۔

دام تو ہے نہیں اور جلد بازی یہ کہ جلدی سودا دو یہ اُس موقعہ پر کہا جاتا ہے کہ جب کوئی شخص استطاعت تو رکھتا نہیں اور خواہ مخواہ ہی ایک نتیجہ کا امیدوار رہتا ہے۔

(۷) گھر آٹا نہیں چھلکے شوخ پکاوے۔

تشریح۔

گھر میں تو آٹا نہیں اور کہا جاتا ہے کہ روٹیاں اچھی پکانا۔ یہ بھی ایسے موقعہ پر بولتے ہیں جبکہ کوئی شخص باوجود اپنی حالت اور وسعت جاننے کے بھی نمائشی طور پر وہ فعل اور وہ عمل کرتا ہے۔ جس کا سامان خود اُس کے پاس موجود نہیں ہوتا۔

(۸) چنگی کر بلھا ئی تے پیڑے چوراون آئی۔

تشریح۔

معتبر کر کے گھر میں جگہ دی اور لٹے آٹے کے پیڑے چورانے لگی۔ یہ اُس موقعہ پر بولتے ہیں کہ جب کسی دوسرے شخص پر اعتبار کیا جاے اور وہ بجائے اس کے کہ اعتبار قائم رکھے۔ اپنا ذاتی فائدہ اُٹھانے کی ناجائز طور پر کوشش کرے۔

(۹) آیاں ہرک نہ گیاں سوگ۔

تشریح۔

نہ آنے سے فایدہ اور نہ جانے سے نقصان۔

اس ضرب المثل میں اُن لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کا عدم وجود برابر ہے۔ جن کی زندگی اپنے ابنائے جنس کے حق میں کسی رنگ اور کسی صورت میں بھی سود مند ثابت نہیں ہوتی۔ اس میں یہ تحریک کی گئی ہے کہ انسان اُسی صورت میں مفید ہو سکتا ہے۔ جب اُسکی ذات سے کسی کو کوئی فائدہ ہو۔

(۱۰) گلاں مفت دیاں تے ٹکے دے موٹھ۔

تشریح۔

باتیں مفت کی اور دو پیسے کے موٹھ خریدے۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ فائدہ تو کم پہنچانا اور کہنا سننا بہت یا یہ کہ حرج تو بہت کرنا اور کام کی باتیں بہت تھوڑی کرنا۔ یا کوشش بہت اور فائدہ کم۔

(۱۱) دھوبی دے گھر نوں لگے چوراوہ نہ مٹھے مٹھے ہور

تشریح۔

دھوبیوں کے گھر میں چوری ہوئی۔ اُن کا کیا گیا نقصان تو اوروں کا ہُوا۔ اس میں یہ جتلایا گیا ہے کہ جو لوگ صرف عارضی طور پر کسی کام کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اُن کی کاہلی سستی اُن کے لئے چنداں نقصان رساں نہیں ہوتی۔ نقصان تو اُن لوگوں کا ہوتا ہے جو اُس کے بانی اور مالک ہیں۔

(۱۲) مونہہ کھاوے تاں اکھ لجاوے۔

تشریح۔

مونہہ سے کھایا جاتا ہے اور شرماتی آنکھ ہے۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ بعض اشخاص بعض وقت معمولی طمع سے غلطی تو کر بیٹھتے ہیں لیکن اخیر پر اُنہیں رسوائی اور شرمندگی اُٹھانی پڑتی ہے۔

(۱۳) کندھی نال لے دے۔ تے بڈھا نال لے دے۔

تشریح۔

دیوار کی جب تک لپائی نہ ہوتی رہے تب تک وہ قائم نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح بڈھا بغیر عصا اور چھڑی کے چل نہیں سکتا۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ کم زور آدمی بغیر سہارے کے خوبی سے زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ فارغ البال لوگوں کا فرض ہے کہ اُنہیں مدد دیں اور اُن کی کم زور زندگی کے ہمدردانہ کفیل ہوں۔

ان سب ضرب المثلوں میں ناصحانہ رنگ میں واقعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور یہ جتلایا گیا ہے کہ ان حالات میں ان امور اور اس پیش بندی کی ضرورت ہے۔

تعجب اور حیرت کے رنگ میں بھی کہاوتیں کہی گئی ہیں۔

جیسے۔

(۱) اِن من مینوں بھی وچ گن۔

تشریح۔

اِن من کلمہ زائد ہے یعنی نہ واسطہ نہ غرض مجھے بھی شریک حال سمجھو۔

یہ اُس موقعہ پر اطلاق پاتی ہے کہ جب کوئی شخص خواہ مخواہ بغیر کسی دعوے کے شرکت ظاہر کرے۔

(۲) اگ نوں آئی گھر والی بن بیٹھی۔

تشریح۔

عارضی تعلقات میں محکم تعلقات کا اظہار تعجب خیز اور سخت بے وقوفی ہے۔

(۳) اُٹھیں پُچ نہ آوے تے بوریں لتاں مارے۔

تشریح۔

شتروں کو تو قابو نہ کر سکے اور بوروں کو لاتیں مارے۔ یہ اُس موقعہ پر کہا جاتا ہے۔ جب زور آور سے تو بس نہ چلے اور کم زور کو دبائے۔

(۴) اوہ نال نہ کھڑے تے اوہ آکھے میں ٹلی والے تے چڑھساں۔

تشریح۔

وہ ساتھ نہیں لے جاتا اور وہ کہتی ہے کہ میں اُس اونٹ یا بیل پر چڑھوں گی جس کے گلے میں گھنٹی ہے۔

یہ اُس موقعہ پر کہا جاتا ہے۔ جب باوجود کس مپرسی کے کوئی شخص خواہ مخواہ دخل در معقولات دے۔

(۵) اُلٹا چور کوتوال نوں مارے۔

تشریح۔ اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔

یہ اُس موقعہ پر اطلاق پاتی ہے۔ جب کوئی شخص باوجود نقص کے اتراتا اور فوں فاں کرتا ہو۔

(۶) چور کو لوں نپڈ کاہلی۔

تشریح۔ چور اُٹھانا اور چلتا نہیں اور مسروقہ بقچی زور دیتی ہے کہ جلدی لے چلو۔ مطلب یہ کہ جس کا مطلب ہے اور جسے ضرورت ہے وہ تو خاموش ہے اور جس کا کوئی مطلب نہیں وہ زور دے رہا ہے۔

(۷) مدعی سست گواہ چست۔

تشریح بشرح صدر۔

(۸) نہ تین وچہ نہ تیراں وچہ۔

تشریح نہ تینوں میں نہ تیروں میں۔

خواہ مخواہ دخل در معقولات۔

(۹) دھی نا بہن کھاگئی بھکی ڈین۔

تشریح۔ نہ لڑکی نہ بہن خود ہی سب کچھ صفا چٹ کر گئی۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ نہ کوئی کنبہ نہ کوئی شادی کی نہ بیاہ کیا۔ جسکوں میں ہی گھر اُجاڑ دیا۔

(۱۰) بڈھی گھوڑی تے لال لگام۔

تشریح۔ عمر رسیدہ گھوڑی اور سرخ لگام۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ ہر چیز اور ہر عمل وقت پر ہی سجتا ہے۔ بے وقت ایسی ہی مثال ہے کہ جیسے عمر رسیدہ از کار رفتہ گھوڑی سنگاری جائے۔

(۱۱) کھادے گلہ مریجے کلہ۔

تشریح۔ سب خاندان کھائے اور کمائے ایک۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ کمائی تو خاندان میں سے ایک ہی کرے اور دیگر سب لوگ اپاہجوں کی طرح اُس کی کمائی کھائیں۔ اس سے اُس مشکل پر استدلال کیا گیا ہے جو ہندوستان میں مشترکہ خاندان کی حالت میں عائد ہوتی ہے۔ مشترکہ خاندانوں میں ہمیشہ ایک یا دو کماتے ہیں اور باقی سب اُنہیں کے سر پر گزر اوقات کرتے ہیں۔

(۱۲) اندھا کتا تے ہرناں دا شکار۔

تشریح۔ اندھا کتا اور شکار ہرنوں کا۔

جب ایک خاص وصف ذات میں نہ ہو تو اُس کام کی آرزو کرنا اور اُس میں ساعی ہونا حیرت خیز ہے۔

(۱۳) آپ نہ بوگی تے گوانڈو لا دے۔

تشریح۔

خود اپنی ذات کے واسطے بھی کچھ نہیں اور ہمسایوں کی ضامن ہوتی ہے۔ یا اُن کی کفیل بنتی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ بعض اشخاص نہ تو کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ لیکن دوسروں کے سامنے اس قدر بڑھا نکتے ہیں کہ جس سے ایک حیرت اور تعجب ہوتا ہے۔

اس قسم کی اور بھی چند تنقیدی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ اگر کسی مجموعہ امثال میں واقعی ترتیب کے اعتبار سے ضرب المثلوں کی ترتیب دیجائے تو جس طرح اقوال۔ اشعار کی جداگانہ یا مضمون وار ترتیبیں ادبی رنگ میں مفید ثابت ہوئی ہیں۔ اسی طرح یہ بھی ہو سکتی ہیں۔

خان بہادر شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ صاحب مرحوم کا پبلک پر شکریہ واجب ہے کہ انہوں نے فلسفہ امثال میں اس ترتیب کا لحاظ کیا ہے۔ اور ایک متلاشی کے لئے اُس میں سے مد دار ضرب المثلیں پانا ایک سہولت رکھتا ہے۔ اگر اپنے ملک کی ضرب الامثال کی ترتیب جداگانہ میں بلاشمول دوسری زبانوں یا دوسری قوموں کی ضرب المثلوں کے ایسا التزام کیا جائے تو بالخصوص

سود مند ہے۔ کیونکہ اب وقت آگیا ہے کہ صرف اپنے ملک ہی کی ضرب الامثال کا مکمل طور پر خوش اسلوبی سے ایک جداگانہ ذخیرہ جمع کیا جائے۔ اور دیکھا جائے کہ دوسری قوموں اور دوسرے ممالک کے مقابلہ میں ہماری اپنی ضرب المثلوں کی شان اور علو اخلاقی کیسا اور کس حد تک ہے۔

اس طریق عمل سے ہم اپنی زبان میں اپنی ضرب المثلوں اور دوسرے ملکوں کی ضرب الامثال کا بالمقابل سرمایہ بڑھانے میں ادبی دنیا کے واسطے ایک لازوال اور قیمتی علمی بنیاد رکھنے کے قابل ہوں گے۔

ضرب المثلیں علمی رنگ میں

یہ ایک بڑا نقص ہے کہ علمی رنگ میں ضرب المثلوں کی قیمت بہت کم پڑتی ہے۔ اگرچہ وہ جواہرات کے رنگ ہیں اور سونے کے تول انہیں لیا جا سکتا ہے۔ لیکن چونکہ علمی مجلسوں اور علمی تذکروں میں انہیں چنداں بار اور دسترس نہیں ہے۔ اس واسطے ہمیشہ اُن کی قیمت کم لگائی جاتی ہے۔

لازمی ہے کہ اب کہاوتیں علمی سٹیج پر لائی جائیں اور اُن سے کوئی علمی کام لیا جائے۔ اگر قصہ کہاوتوں کی اُن کے مضامین کے مطابق تشریح اور تفسیر کی جائے اور انہیں چھوٹے چھوٹے رسالوں کی صورت میں شائع کیا جائے اور اُن میں سے کچھ حصہ نصاب تعلیم میں بھی داخل کیا جائے تو ایک بلیغ فائدہ کی امید کی جا سکتی ہے۔ کہاوتوں میں سے اکثر کہاوتیں اس قسم کی نکلتی ہیں کہ جن پر علمی رنگ میں بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ اور چونکہ وہ ایک تجربہ کی بنیاد پر تدوین پاتی ہیں۔ اس واسطے اُن کا اثر اور نتیجہ ناظرین کے لئے اخلاقی اور سوشل رنگ میں بہت ہی اعلیٰ نکل سکتا ہے جیسے مثلاً ذیل کی علمی رنگ میں تفسیر کی جائے۔ کہ

(۱) سچ مرچاں تے جھوٹ گڑ۔

(۲) آلڑائی میرے ویڑھے وچوں جا۔

(۳) نہ بلائی نہ چلائی سوکن بن آئی۔

(۴) چوردی ماں کوٹھی دچہ موہنہ۔

(۵) بغل میں چھری ناؤں ہر بھج۔

(۶) اکھلی دچہ سر موہلیاں دا کی ڈر۔

(۷) موری دی اٹ چوبارے لگی۔

(۸) نو کوہ دریا کپڑے اگوں لاہ۔

(۹) کد جمی کد سرگ نوں گئی

یہ عام کہاوتیں خیال کی جاتی ہیں۔ لیکن سوئشل۔ اور اخلاقی رنگ میں ان پر بھی بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ اگرچہ یہ ان کی موجودہ شکل ایک کھردرا اور سیاہ لوہا یا ناہموار تانبہ نظر آتا ہے۔ لیکن جب انہیں علمی رنگ میں تبدیل اور تفسیر کیا جائے گا۔ تو یہی کندن ہو جائیں گی اور لوگ ان کی تفسیر دیکھ دیکھ وارفتہ اُن کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔

جیسے بعض اشعار میں اُس قدر لطف نہیں ہوتا جیسے اُن کی تشریح اور تفسیر میں ہوتا ہے۔ ایسے ہی کہاوتوں کی بھی حقیقت ہے۔ اگر ایک صوبہ یا ایک مُلک کی کل کہاوتوں پر قسم وار حاشیہ چڑھایا جائے تو اُس صوبہ یا اُس قوم کے ذخائر علمی میں ایک قیمتی اضافہ ہو سکتا ہے۔

رہی یہ بحث کہ انہیں سلسلہ وار جمع کون کرے اور پھر قسم وار کیونکر ہوں یہ کوئی مشکل نہیں۔ بہت کچھ مصالحہ تو جمع شدہ ہی مل سکتا ہے۔ اور باقی کا تھوڑی سی توجہ پر مہیا ہو سکتا ہے۔ جب یہ ذخیرہ جمع ہو جائے تو اُس وقت علم دوست اصحاب اُنہیں قسم وار کر کے اُن کی مناسب

رنگ میں تصویریں کریں۔ اور اخیر پر اُن کا ایک مجموعہ تیار کیا جائے۔
لڑکوں اور لڑکیوں کے نصاب تعلیم میں انہیں داخل کیا جائے۔ خصوص شروع شروع کی جماعتوں میں انہیں رواج دیا جائے۔ اس اضافہ سے اپنے ہی مُلک کے ذخیرہ سے لڑکوں اور لڑکیوں کے اخلاق میں بہت کچھ اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ اضافہ ایک ایسا جامع اضافہ ہوگا کہ اسے کسی وقت بنیادی ستون کہا جائے گا۔

کچھ ضرب المثلیں

اگر کل پنجاب کی کہاوتیں اکٹھی کی جائیں تو میری اپنی رائے کے مطابق ۱۵ عدد ہزار سے کم نہ ہوں گی۔ پنجاب کے جن جن ضلعوں میں گورنمنٹ بندوبست کرتی ہے وہاں خاتمہ بندوبست پر صاحبان بندوبست ضرب المثلیں جمع کرایا کرتے ہیں۔ اگرچہ ہر ایک بندوبست میں ایک اچھا ذخیرہ کہاوتوں کا جمع ہو جاتا ہے۔ لیکن اُن میں سے بہت تھوڑی کہاوتیں گزیٹر میں لی جاتی ہیں عموماً جو زیادہ عمدہ ہوتی ہیں۔

پنجاب میں جس قدر اضلاع مختلف حدود میں سرکاری اغراض کے واسطے اس وقت پائے جاتے ہیں اُن سب ضلعوں کی کہاوتیں بہت کچھ آپس میں اگرچہ باعتبار مضامین۔ نتائج اور بندش کے مناسبت رکھتی ہیں۔ مگر پھر بھی اُن میں کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہے۔ میں اپنے تجربہ اور تحقیق کے مطابق مندرجہ ذیل جلع بندی کے اعتبار سے ضرب المثلوں کی درجہ بندی ایک موزوں درجہ بندی خیال کرتا ہوں۔

(الف) ملتان۔ مظفر گڑھ۔ ڈیرہ جات۔ میانوالی۔ منٹگمری۔ بہاول پور۔

(ب) پشاور۔ ہزارہ۔ ایبٹ آباد۔ کیمبل پور۔

(ج) راولپنڈی۔ شاہ پور۔ جہلم۔

(د) گجرات - گوجرانوالہ - سیالکوٹ -

(ھ) گورداسپور - امرتسر - لاہور - فیروزپور - ممدوٹ -

(و) ہوشیارپور - جالندھر - لودیانہ - کپورتھلہ - مالیرکوٹلہ - پٹیالہ -

(ز) انبالہ - رہتک - حصار - گرگانوں -

(ح) دہلی - کرنال -

(ط) شملہ - کانگڑہ - معہ پہاڑی ریاستوں کے -

(ی) لائل پور -

لائل پور اور شاہ پور کی جدید آبادی ایک ایسا حصہ ہے کہ جہاں تقریباً پنجاب کے ہر ایک حصہ کی ضرب المثلیں مخلوط صورت میں پائی جاتی ہیں - چونکہ ان جدید آبادیوں میں مختلف علاقوں اور ضلعوں کے باشندے آکر آباد ہوئے ہیں اس واسطے ہر ایک علاقہ کی ضرب المثلوں کا مجموعہ ان آبادیوں میں پایا جاتا ہے -

اگر کل ضلعوں کی ضرب المثلیں ضلع وار جمع کی جائیں - تو بآسانی یہ پتہ لگ جائے گا کہ پنجاب میں بولیوں کا کہاں تک فرق ہے - اور ہر ایک علاقہ کے لوگوں کی زبان میں الفاظ اور طرز بیان میں کہاں تک اختلاف ہے - ملتان اور ڈیرہ جات یا بہاول پور اور پشاور وغیرہ سرحدی علاقوں کی ضرب المثلیں لاہور امرتسر - گورداسپور اور سیالکوٹ سے زبان کے اعتبار سے اس قدر فرق رکھتی ہیں کہ ایک علاقہ کا آدمی دوسرے علاقہ کی ضرب المثل آسانی سے سمجھ نہیں سکتا ہے -

مجھے ملتان اور جالندھر و میاں والی کی ضرب المثلیں خصوصیت سے جمع کرنے کا موقعہ ملا ہے جنہیں میں یہاں درج کرتا ہوں - ناظرین ان امثلہ کے مقابلہ سے یہ سمجھ جائیں گے کہ پنجاب کی زبانیں کہاں تک

مختلف فیہ ہیں اور اُن کے ایک کرنے میں کس قدر مدت اور کس قدر دماغ سوزی کی ضرورت ہو سکتی ہے۔
میں نے کوشش کی ہے کہ
جس قدر ضرب المثلیں اس کتاب کے اخیر پر درج کی گئی ہیں اُن کا اُردو میں ترجمہ کیا جائے ملتانی زبان کے بعض الفاظ کا ترجمہ میں شاید ٹھیک ٹھیک کرنے میں کامیاب نہ ہو سکوں۔ اگرچہ میں سات سال تک ملتان میں رہا ہوں لیکن چونکہ میں ایک عرصہ سے اُس ضلع میں نہیں گیا اس واسطے بعض الفاظ کی صحیح استعمال یا صحیح مفہوم کے بیان کرنے میں ممکن ہے کہ کوئی غلطی ہو جائے۔
بعض بعض ضرب المثلوں کے ترجمہ کرنے میں میں نے اسی دقت کی وجہ سے مطلب ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ مجھ پر یہ دقت اس نتیجہ پر لے گئی ہے کہ اگر پنجابی کی مکمل ڈکشنری کبھی تیار کی جائے تو مختلف زبانوں کے مختلف طریق استعمال اور معانی کے تطابق اور توافق میں ایسی دقت اور ایسی مشکل پڑنے کا اندیشہ ہے کہ جو ایک مکمل ڈکشنری کی تیاری کے واسطے ایک ایسی عملی مشکل ثابت ہوگی کہ جو ایک صدی تک بھی بہ سہولت رفع نہ ہو سکے گی۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ مختلف علاقوں کی ڈکشنریاں جداگانہ تیار کی جائیں اور پھر انہیں اُردو ترجموں کی امداد سے ایک کر دیا جائے۔
جس قدر ضرب المثلیں یہاں لکھی جاتی ہیں یہ اُس ذخیرہ منتشر کا ایک جزو قلیل ہیں جو اس وقت پنجاب کے ہر ایک علاقہ میں پایا جاتا ہے اور جن کا استعمال مختلف صورتوں میں ہو رہا ہے۔ شاید تعلیم عام ہونے پر کوئی ایسا وقت آجائے کہ مختلف علاقوں پنجاب کی خصوصیت سے مختلف السنہ پنجابی کی ضرب المثلیں جداگانہ جلدوں میں جمع اور تالیف ہو کر علمی ذخائر کی افزونی اور رونق کا باعث ہوں۔

ضرب الامثال بقید تہجی

(۱) بقید تہجی ضرب المثلیں معہ ترجمہ کے درج کی جاتی ہیں پہلے میرا یہ خیال تھا کہ ہر ضرب المثل کی مختصر سی تشریح بھی ساتھ کے ساتھ ہی کر دی جائے۔ لیکن چونکہ اس میں طوالت تھی اس واسطے جہاں جہاں ضرورت دیکھی گئی ہے وہاں مختصراً کچھ کچھ اشارہ کیا گیا ہے۔

(۲) بعض جگہ لفظی ترجمہ سے احتراز کیا گیا ہے۔ مطلب ہی لکھا گیا ہے۔ لفظی ترجمہ میں بھی بعض جگہ طوالت اور انحلاق تھا۔

(۳) بہت سی کہاوتیں کتاب کے پہلے حصوں یا فصلوں میں گو کہ آگئی ہیں۔ لیکن انہیں پھر بھی اس سلسلہ میں لایا گیا ہے تاکہ حروف ابجد کی قید سے بھی وہ اپنے اپنے نمبروں پر آجائیں۔

(۴) ان امثلہ کا نمبروار پڑھنا اور سمجھنا اہل پنجاب اور اہل ہندوستان کے واسطے تو کچھ مشکل نہیں البتہ یورپین صاحبان کے واسطے ایک خفیف سی تکلیف ہے۔ لیکن بہت آسانی سے وہ بھی حل کر سکتے ہیں۔

(۵) البتہ ان کہاوتوں کے پڑھنے اور سمجھنے میں کسی قدر احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔ کیونکہ پنجابی دراصل ایک زبان نہیں ہے۔ پہاڑی۔ ملتانی۔ جٹکی۔ لاہوری۔ دوآبی۔ باری وغیرہ وغیرہ الفاظ سے ترکیب پائی ہے۔

(۶) یہ پنجاب کی ساری ضرب المثلیں نہیں ہیں۔ ابھی بہت سا حصہ باقی ہے۔ مجھے جس قدر ملی ہیں۔ یا جس قدر میرے پاس سے نکلی ہیں وہ درج کیجاتی ہیں۔

(۷) بعض کہاوتیں مختلف الفاظ میں بیان کی گئی ہیں۔ ممکن ہے کہ جن الفاظ میں میں نے لکھی ہیں کسی صاحب کو اور الفاظ میں یاد ہوں یہ کوئی نقص نہیں ہے۔

(۸) اس مجموعہ میں وہ کہاوتیں نہیں لائی گئی ہیں۔ جو گندے الفاظ یا گندے معنوں میں اطلاق پاتی ہیں۔

(۹) ممکن ہے کہ بعض الفاظ بعض الفاظ سے معانی میں بھی متبائن ہوں۔ ان حالات میں گویا وہ مختلف فیہ اشلہ ہوں گی۔

۴۔ مارچ ۱۹۱۱ء۔ سلطان احمد۔

الف

نمبر شمار	امثال	ترجمہ اردو
۱	اللہ رکھے تے کون مارے۔	خدا محافظ ہو تو کون مارے۔
۲	اللہ دتیاں گاجراں تے وچے رنبا رکھ	خدا نے گاجریں دیں تو کھرپا درمیان میں ہی رکھ۔
۳	اللہ دے تے بندہ لیے۔	خدا سے کیا مقابلہ۔
۴	اُچی لمی پتلی کنڈھی کمر جیندی لک عورت ایہ صفتاں گھوڑی چوڑ چپٹ	اونچی۔ لمبی پتلی کنڈھی نازک کمر۔ عورت کیلئے یہ خوبیاں ہیں۔ اور گھوڑی کے لئے نقص۔
۵	اک چکڑ بیا بھیڈاں موتریا۔	ایک کیچڑ دوسرے بھیڑوں نے پیشاب کردیا۔
۶	اک نہ ملدا سنگھدی کرناں۔	اک تو ملتا نہیں کرنا[۵۱] سونگھتی ہے۔
۷	اندھے اگوں رونا اکھیاں دا زیان۔	اندھے کے سامنے رونا آنکھوں کا زیان ہے۔
۸	اندھی پھیندی گئی کُتّے لکیندے گئے۔	اندھی عورت پیستی گئی اور کتے چاٹتے گئے۔
۹	آپ گلیوں باہمناں ججمانا گالیوں نی نال	برہمن آپ تو مرا تھا ججمانوں کو بھی ساتھ ہی مارا۔

۵۱ کرنا ایک قسم کا پھول ہے۔

۱۰	اُٹھ نہ سگاں تے پھٹے مونہہ گوڈیاں دا۔	خود تو اُٹھ نہ سکے اور گھٹنوں پر لعنت۔
۱۱	اُٹھاں نال کبڈی کھیڈے کملی پولانی	بے وقوف جولاہی اونٹوں سے کبڈی کھیلتی ہے۔
۱۲	اوٹھ نہ رُتے تے بورے رُتے۔	اونٹ تو بوجھ تلے۔ دتے نہیں اُلٹے بوری روتے ہیں۔
۱۳	اک ڈسن بھکے دو جے ترک چڑھے۔	ایک تو بھوکی اور دوسرے ترک سوار۔
۱۴	اکھ جڑی نہیں ناں نین[۵۱] سکھ۔	آنکھ تو کام کی یا تندرست نہیں اور نام نین سکھ۔
۱۵	اکھ جڑی نہیں ناں چراغ شاہ۔	آنکھ کام کی نہیں نام چراغ شاہ۔
۱۶	آپ پنے تے گھوڑا گھنے۔	آپ گداگری کرے اور گھوڑا لینا چاہے۔
۱۷	آپ جولاہ سید نوکر۔	آپ جولاہ سید نوکر۔
۱۸	اُٹھاں نال گڑیڈے کھیلے کملی پاولیانی۔	اونٹوں کے ساتھ بے وقوف جولاہی کا کملی کھیلتی ہے
۱۹	اِن مِن میکوں وچ گن۔	این وآں مجھ ہیچ میں شمار کرو۔
۲۰	اک پڑپلی[۵۲] کھوٹی دو جا انگوٹھا وچہ	ایک تو وزنہ ہی کم اور دوسرے انگوٹھی کا زور۔
۲۱	اندھا کتا دا کو بھونکے سائیں دے لیکھے تازی ہے۔	اندھا کتا ہوا کو بھونکے اور مالک کے نزدیک تازی شکاری کتا ہے۔
۲۲	ایہ مونہہ تے مسراں دی دال۔	یہ مُنہ اور مسور کی دال۔
۲۳	انہاں کرے خیرات تے ول ول دے اپنیاں کوں۔	اندھا خیرات کرے اور مڑ مڑ کر اپنوں کو ہی دے۔
۲۴	آپ تکڑی کون لائے پھکڑی۔	عورت جب خود باغیرت ہو تو کون الزام لگائے۔

۵۱۔ نین۔ آنکھ یا چشمہ۔

۵۲۔ پڑپلی۔ ایک سِکّی کا وزن ہے۔ سوا سیر سے لیکر ڈھائی سیر کچّہ تک ہوتا ہے۔ پنجاب کے مختلف حصوں منٹگمری۔ میاں والی ملتان وغیرہ میں اس کا رواج ہے۔ ۱۲

۲۵	آپ دلّی تے ویڑھے ڈوہ	آپ نکمی اور صحن خانہ کی مذمت۔
۲۶	اندھی ماں کوڑھے دیاہ مونہہ ڈیکھے ڈاہاڈاہا	اندھی ماں نکمے بچے منہ دیکھے لٹا لٹا۔
۲۷	انہاں کُتا تے ہرناں دا شکار۔	اندھا کتا اور ہرنوں کا شکار۔
۲۸	اوہ نال نہ نیوے اوہ آکھے میں ٹلی والے تے چڑھساں۔	وہ ساتھ نہ لے جائے اور وہ کہے کہ میں گھنٹی والے اونٹ پر چڑھوں گی۔
۲۹	اوہ پھرے نتھ گھراوں کوں۔ اوہ پھرے نک وڈھاون نوں۔	وہ (عورت) اس فکر میں کہ نتھلی بنواؤں گی۔ اور وہ (خاوند) اس تردد میں کہ ناک کٹ جائے۔
۳۰	آپ نہ جوگی تے گوانڈو لاوے۔	اپنی خبر نہیں اور ہمسایوں کی فکر۔
۳۱	اُتوں مجھوں ننگی تے جہاں کولوں چنگی۔	اوپر نیچے سے ننگی اور سب سے اچھی۔
۳۲	اندھی بلّی چوہیاں دی محتاج۔	اندھی بلّی چوہوں کی محتاج۔
۳۳	اگ نوں آئی گھر والی ہو بیٹھی۔	آگ لینے آئی تھی گھر والی ہی بن گئی۔
۳۴	آپ مرے تے کتے دھرے۔	آپ مرے اور کتے پالے۔
۳۵	اونچا دُکان پھیکا پکوان۔	اونچی دُکان پھیکا پکوان۔
۳۶	اک پن کھانا دوجا علوے دا خیر۔	ایک تو بھیکھ مانگنا اور دوسرے علاوہ مانگنا۔
۳۷	انجان دویا ہڈاں دا کھو	ناقص تعلیم آزار جان۔
۳۸	ایہ کوئی سیرے دا خیر ہے۔	یہ کوئی علوے[1] کی خیرات ہے۔
۳۹	اُٹھ دے گل ٹلی۔	اونٹ کے گلے میں گھنٹی (جیسے اونٹ کے منہ میں زیرا)
۴۰	اک نال ماکھی[2]۔	آک (مدار) کے ساتھ مکھی کا چھتہ۔

[1] یہ کہاوت وہاں اطلاق پاتی ہے۔ جہاں یہ کہنا ہو کہ یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔

[2] مدار یعنی اک کے ساتھ شہد کا چھتہ نہیں لگتا۔ جب کوئی نامناسب جوڑ ہو تو اس کہاوت کو بولتے ہیں۔

۴۱	آڑائی میرے ویڑھے وچوں جا۔	آڑائی میرے صحن میں سے ہو کر جا۔
۴۲	اُٹھ دے مُنہ وچ زیرا۔	اونٹ کے مُنہ میں زیرا۔
۴۳	انھی ککڑی[۵۱] تے خشخش دا چوگا۔	اندھی مرغی اور خشخاش کی چوگ۔
۴۴	انھی مین[۵۲] تے نہیرنا وجنا وا۔	اندھی نائن اور نہیرنا بالنس کا۔
۴۵	اک پنتھ دو کاج۔	ایک منسوبہ اور دو کام۔ (یہ ایک تیر دو فاختہ)
۴۶	اک تیر دو نشانہ۔	ایک تیر دو نشانہ۔
۴۷	اک موہنج[۵۳] بگڑ دو جا دیوی دا درشن۔	ایک موہنج بگڑ دوسرے دیوی کا درشن۔
۴۸	انہاں تلاں وچ تیل نہیں۔	ان تلوں میں تیل نہیں۔
۴۹	انہاں دی بکھ انبا کھڑی نہیں جاندی۔	آموں کی خواہش آموں کے چھلکوں سے نہیں پوری ہو سکتی۔
۵۰	اندھی نوانی تے کاٹھ دا اُستترا۔	اندھی نائن اور لکڑی کا اُسترا۔
۵۱	انھی نوانی ٹنڈ دے رُکے[۵۴]۔	اندھی نائن اور لوٹے کی سنگینیاں۔
۵۲	اُٹھ جے کنکے چھوڑے وت جواناں[۵۵] کھا کنتا راج جٹھائے چکی چاٹن جا۔	اونٹ اگر فصل کٹنے میں چھوڑیں تو پھر بھی وہ جواناں چرے گا۔ اور اگر کتا تخت پر بھی بٹھاویں پھر بھی چکی چاٹنے گا۔
۵۳	اُٹھ تے[۵۶] چڑھی لکڑا نال منگدی۔	اونٹ پر چڑھکر بھی لکڑ مانگتی ہے۔

۵۱۔ یہ وہاں اطلاق پاتی ہے جہاں دو شیئوں یا دو طاقتوں میں کوئی نسبت نہ ہو۔
۵۲۔ جہاں فاعل اور فعل میں کوئی نسبت نہ ہو وہاں کہتے ہیں۔
۵۳۔ جہاں ایک ہی عمل سے دو مقصد حاصل ہوں وہاں یہ اطلاق کرتے ہیں۔
۵۴۔ پنجابی زبان میں (رُکاں) سے مراد مخروطی نما توپی ہے جو سنگی کی طرح لگائی جاتی ہے۔
۵۵۔ جواناں ایک گھاس ہے۔ جسے اونٹ خوشی سے کھاتے ہیں۔
۵۶۔ یہ اُس وقت اطلاق کرتے ہیں۔ جب کوئی شخص باوجود ایک کامیابی واقعی کے لالچ سے اور بھی ہاتھ پیر مارتا ہے۔

۵۴	اوٹھ دی لہائی چڑھائی ہر دو لعنت۔	اونٹ کا اُتار چڑھا ہر دو لعنت۔
۵۵	اُٹھ دا ناز[۵۱] کچا وہ توڑے۔	اونٹ کا شتر غمزہ کچا وہ توڑے۔
۵۶	انہاں تل نہ بیر توڑے ہوون ڈھیر۔	بیر اگرچہ بہت ہی ہوں پھر بھی آموں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔
۵۷	اب نہ لگدے ٹہلیاں توت نہ لگن شرینہ باز دانہ ناں چگدا در ب نہ چرواشینہ	شیشم کو آم نہیں لگتے اور پھر واں کو توت نہیں لگتے باز دانہ نہیں چگتا اور شیر در ب نہیں چرتا۔
۵۸	آیا زال دا سکا شٹک مانا پکا۔ آیا مرد دا سکا دیو سو دھرم[۵۲] دا وہکا۔	بیوی کا سگا آیا تو فوراً روٹی پکائی گئی۔ خاوند کا رشتہ دار آیا تو گھر سے نکال دیا گیا۔
۵۹	آٹے ناں مطلب[۵۳] ناخرخشے ناں۔	آٹے سے مطلب نہ کہ جھگڑے سے۔
۶۰	انھے دی[۵۴] رن اللہ دے حوالے۔	اندھے کی بیوی خدا کے حوالے۔
۶۱	انھے کوں توا تے آری برابر ہے۔	اندھے کو توا اور آری برابر ہے۔
۶۲	آیا ویلا سوتاتے کوجھی[۵۵] کُتا دھوتا۔	سونے کا وقت آیا اور بے عقل عورت نے ناڑی صاف کی۔
۶۳	ایہو حال مہینوال[۵۶] دا اے بیلی مال دا	اگر یہی حال مہینوال کا ہے تو مویشی کا خدا حافظ

[۵۱] - واں بولتے ہیں جہاں ایک غیر مناسب یا غیر موزوں عمل کی کیفیت کا اظہار مطلوب ہو۔
[۵۲] - دھرم کا دھکا پنجابی کا دورہ میں ایک بے محل عمل سے مراد ہے۔
[۵۳] - یہ واں بولتے ہیں جہاں یہ جتانا ہو کہ اپنے مطلب سے مطلب رکھو۔
[۵۴] - یہ واں اطلاق پاتی ہے۔ جہاں کوئی انتظام نہ ہو۔
[۵۵] - واں بولتے ہیں جہاں وقت کی پابندی کا اظہار مقصود ہو۔
[۵۶] - مہینوال سے مراد بھینسوں کے چرواہے سے ہے اور قصہ سوہنی ہیر کا نام بھی مہینوال رکھا گیا تھا۔ چونکہ مہینوال سوہنی کے عشق میں مگن رہتا تھا اس واسطے یہ کہا گیا کہ اس کا تو یہ حال ہے۔ بھینسوں کا خدا حافظ۔

۶۴	انھی[۵۱] اٹھاں ریلیا ہکو جھگا گلیا۔	اندھی اور اندھا ملے اور گھر تباہ ہوگیا۔
۶۵	اندر بیٹھی لکھ دی باہر گئی لکھ دی۔	گھر میں بیٹھی لاکھ کی اور باہر نکلی بے حقیقت۔
۶۶	آپ پاولائی تے نفر لنگاہ۔	آپ جولاہی اور نوکر لنگاہ۔
۶۷	اٹھیں[۵۲] پھر نہ آوے تے بوریں لتاں مارے۔	اونٹوں سے تو پورا نہ اُتر سکے۔ اور بوروں کو لاتیں مارے۔
۶۸	اوہ ناں بھلی[۵۳] جیڑھی بھل گھر آئی۔	وہ (عورت) نہ بھولی جو بھول کر پھر گھر میں آگئی۔
۶۹	اپنیاں کھا کر یسوں شادیاں۔ پھر کھاسوں بئے دیاں رادھیاں[۵۴]۔	اپنی پیداوار خوشی سے کھا کر دوسروں کی پیداوار کھاؤں گا۔
۷۰	احمق[۵۵] ناں ہوون تاتاں پنڈ کوئی نہ کھاوے۔	اگر احمق نہ ہوتے تو کوئی کھجور ہی نہیں کھاتا
۷۱	انھی[۵۶] پیکیں گئی ناں گئی برابر	اندھی (عورت) میکے گئی یا نہ گئی برابر ہے۔
۷۲	ار وار بھاڑہ تے پار جھیڑا۔	وار فضول۔ اور پار جھگڑا۔
۷۳	اوہ نال نہ[۵۷] نیوے میں سوڑ والے ڈاند تے چڑھساں۔	وہ ساتھ نہ لیجائے اور وہ کہے کہ میں اُس بیل پر چڑھوں گی جس پر لحاف ڈالا ہوا ہے۔

۵۱۔ یہ وہاں اطلاق پاتی ہے۔ جہاں طرفین ناقص ہوں۔

۵۲۔ پنجابی میں (پھرنا) سے مراد پورا اُترنا اور پورا آنا ہے۔

۵۳۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نغزش کھا کر پھر سنبھل جائے تو کہا جائے گا کہ اُس نے نغزش نہیں کھائی۔ بعینہٖ "صبح کا بھولا جو شام کو گھر آجائے۔ اُسے بھولا نہیں کہا جائے گا۔ بلکہ بھولا (سادہ) کہا جائے گا۔"

۵۴۔ رادھی سے ملتانی زبان میں کاشت مراد ہے۔

۵۵۔ مطلب اس کا یہ ہے۔ کہ کھجور کا اُتارنا جانا احمقوں پر ہی موقوف نہیں اور سیل سے بھی اُتاری جا سکتی ہیں۔

۵۶۔ اندھی کا میکوں میں جانا نہ جانا برابر ہے یعنی وہ صرف آواز ہی سن سکتی ہے۔ نہ کسی کو دیکھ سکتی اور نہ پہچان سکتی ہے۔

۵۷۔ (نیوے) ملتانی لہجہ میں لے جانے کو کہتے ہیں۔

۷۴	اولٹا چور کوتوال کوں مارے۔	اولٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔
۷۵	اُسدی اوہ جانے[۵۱] توں بیٹھی بُجن والے	اُس کی وہ جانے تو بیٹھی ہوئی دانے بھون۔
۷۶	انھی ماں نہ ویکھے تیراں دا منہ۔	اندھی بٹیوں کا منہ نہیں دیکھتی۔
۷۷	اوہ منگے پسوائی اوہ پتھر ڈالے۔	وہ پسوائی مانگے وہ پتھر مارے۔
۷۸	انہیاں حوراں[۵۲] کانے فرشتے۔	اندھی حوریں اور کانے فرشتے۔
۷۹	اندھی لشین[۵۳] کانا بازدار۔	اندھی لشین کانا بازدار۔
۸۰	اندھا راجہ تے بیداد نگری۔	اندھا راجہ اور ظالم شہر۔ ٹکے سیر پیاز
	ٹکے سیر وصل[۵۴] پیسے سیر مصری۔	اور پیسے سیر مصری۔
۸۱	اندھے اگے رونا بوڑے اگے گل۔	اندھے کے سامنے رونا۔ بہرے کے ساتھ
	گونگے اگے سنھیوڑا تینوں لل بل[۵۵]۔	بات کرنا۔ گونگے کو پیغام دینا تینوں امر نضول ہیں۔
۸۲	الا بلا برگردن ملاں۔	الا بلا برگردن مُلّا۔
۸۳	اول طعام لعد کلام۔	اول طعام لعد کلام۔
۸۴	اپنے کیتے کمڑے[۵۶] آپے بیٹھ وچار۔	اپنے کاموں پر آپ ہی غور کرو۔

۵۱۔ مطلب یہ کہ اپنے کام سے کام رکھو دخل در معقولات سے کیا مطلب۔

۵۲۔ بہ مصداق این نمانہ ہمہ آفتاب۔

۵۳۔ بشین (فکرے) کی مادہ کا نام ہے۔ مطلب یہ کہ اندھی لشین اور باز دار یعنی (شکاری) کانا ہے۔ شکار خوب ہوگا۔ اُس موقعہ پر اطلاق پاتی ہے۔ جب کسی کام کے وسائل اور آلات دونوں طرف سے خراب ہوں۔

۵۴۔ وصل (بصل) یعنی پیاز کا بگڑا ہوا ہے۔

۵۵۔ لل بل۔ سے معرف فضول سے مراد ہے۔

۵۶۔ اپنی غلطیوں پر آپ ہی ریویو کرنا چاہئے۔

۸۵	اُجڑ گیاں[۵۱] دا گھر کیوں وُٹھا۔ سیر پنجایا ترے پا کُھٹا۔	بربادشدگان کا گھر کس طرح آباد ہو۔ سیر روٹی پنوائی اور تین پاؤ کم ہوگئی۔
۸۶	این[۵۲] دی کُتی منڈیالے نوں بھونکے۔	چکی کی کُتیا گاؤں کو بھونکے۔
۸۷	اوتے ناں تیڑتے اوہ وچہ سونی ہاں۔	نہ اوپر نہ نیچے عین نصف میں سوؤں گی۔
۸۸	آوے تے ناں بھاوے تُھک ہے اُس آون کوں۔ کھاوے تے ناں ماوے تُھک ہے اُس کھاون کوں۔ گجے تے ناں وسے تُھک ہے اُس ساون کوں۔	تُف ہے اُس پر جو بغیر رضامندی کے کسی کے ہاں جائے۔ تُف ہے اُس کھانے پر جو مناسب اور مفہم نہ ہو۔ تُف ہے۔ اُس سان پر جو گرج کر بھی نہ برسے۔
۸۹	اک در اُٹے تے سو در پٹے۔	ایک در بند کرے اور سو در کھولے۔
۹۰	اک خویش نہ سو درویش۔	ایک خویش اور نہ سو درویش۔
۹۱	آپ کسے جہی ناگل کرنوں رہی نا۔	خود ناقابل اور دوسروں پر نکتہ چینی
۹۲	ان ڈھٹ کراڑی[۵۳] منکا لدھا ڈھڈ نے ٹکایا۔	نوسیر کراڑی (روڑہ ذات کی عورت) نے منکا پایا اور شکم پر باندھ لیا۔
۹۳	اوہ دھاڑا ڈوباجس دن گھوڑی چڑھیا گیا	وہ دن ڈوبا جس دن بُڑا گھوڑی چڑھا۔
۹۴	اناں اوہو پراہنے آئے جو عید نوں بھکے گئے۔	اناں وھی ہمان آئے جو عید کے روز بھوکے گئے تھے۔

۵۱۔ یہ وہاں اطلاق پاتی ہے جہاں فضول خرچی۔ بے احتیاطی کا اظہار مقصود ہو۔ (وُٹھا) بہ معنی آباد کے ہے۔ ر
۵۲۔ (این) سے مراد چکی ہے۔ یہ وہاں بولتے ہیں جہاں یہ جتلانا ہو کہ جس کے زیر سایہ ہم ہیں اُس کی مذمت کی بنی ٹھانی جائے۔ اور نہیں پر معاندانہ حملہ کیا جائے۔
۵۳۔ یہ اُس وقت بولتے ہیں جب کسی نوسیر کی حرکات عیبانہ دیکھی جاتی ہیں۔

۹۵	اونٹ چالیس توڈا[۵۱] پنتالیس	اونٹ چالیس (توڈا) اونٹ کا بچہ پنتالیس
۹۶	اونٹ بیگار پکڑے[۵۲] لونبڑی دوڑی	اونٹ کو بیگار پکڑا اور لونبڑی دوڑی۔
۹۷	او ہو گھڑی سلکھنی جیڑھی شوہ[۵۳] نال وہاوے۔	وہی گھڑی اچھی ہے جو شوہر کے ساتھ گذرے۔
۹۸	اک وار ہر تے ساون[۵۴] آوندا ہے۔	ایک مرتبہ ہر شخص پر (ساون) یعنی بہار آتی ہے۔
۹۹	اگھ[۵۵] اُس پایا جس رات نہیں کھایا۔	بھید اُس نے پایا جس نے رات کو نہ کھایا۔
۱۰۰	اول تاں مردہ[۵۶] بولے نہیں جے بولے تاں کفن پھاڑے۔	اول تو مردہ بولتا ہی نہیں اگر بولے تو کفن ہی پھاڑے۔
۱۰۱	اُٹھو مردیو[۵۷] کھیر کھاؤ۔	اُٹھو مردہ کھیر کھاؤ۔
۱۰۲	اَدھ پا کھچڑی چاڑے رسوئی۔	آدھ پاؤ کھچڑی اور چُبارے رسوئی۔
۱۰۳	اوٹھ نان سکے گڈے نوں رہنے	اُٹھ تو سکتا نہیں اور دعوے یہ کہ چھکڑے کو تیار کرے
۱۰۴	او ہو باہیاں[۵۸] جیڑھیاں پہن پہن لاہیاں	وہی چوڑیاں جو پہن پہن کے اُتاریں۔

۵۱۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اونٹ کی قیمت تو چالیس روپیہ اور اُس کے بچہ کی ۵ روپیہ۔ اور یہ تاویل بھی کرتے ہیں کہ اونٹ تو چالیس نمبر یا چالیس درجہ میں اور ایک توڈا جو اُس سے چھوٹا ہوتا ہے ۴۵ درجہ میں۔

۵۲۔ یہ وہاں بولتے ہیں جہاں کوئی شخص خواہ مخواہ اپنے تئیں تھکلیف میں ڈالے جیسے کہ اونٹوں کو تو بیگار پڑی اور لونبڑی دوڑ گئی کہ مجھے بھی کوئی نہ پکڑ لے۔

۵۳۔ (شوہ) یعنی شوہر۔ یہ ایک صوفیانہ کلام بھی ہے۔ صوفیوں کی اصطلاح میں شوہ سے مراد خدائے ذوالجلال ہے۔

۵۴۔ (ساون آنا) پنجابی کے محاورہ میں خوشحالی سے مراد ہے۔

۵۵۔ (اگھ) کے معنی راز اور رازجوئی کے ہیں۔ یہاں مراد عبادت اور نتیجہ عبادت سے ہے۔ کم خوری ذہن کی صفائی اور ضمیر کی ریاضت کے لئے صوفیانہ مذاق میں ایک فردی مرتبہ ہے۔

۵۶۔ یہ وہاں بولتے ہیں جہاں یہ جتلانا ہو کہ جہاں کوئی شخص یا تو کسی معاملہ میں دخل ہی نہ دے اور اگر دخل دے تو پھر ایسی بے سلیقگی سے کہ اونچ نیچ کا خیال ہی نہ رکھے۔

۵۷۔ مردے چونکہ کچھ کھا نہیں سکتے۔ اس واسطے جب کوئی شخص بے جوڑ نا ممکن فعل عمل اور تجویز کرتا ہے تو اُس وقت یہ اطلاق کرتے ہیں۔

۵۸۔ یہ اُس موقعہ پر بولتے ہیں جہاں یہ جتلانا ہو کہ ایسے سمے دیکھے دکھائے ہیں۔ چشم بالبسیار این خواب پریشاں دیدہ است۔

۱۰۵	ایہ جگ مٹھا[۵۱] اگلا کن ڈٹھا۔	یہ جہان میٹھا اگلا کس نے دیکھا۔
۱۰۶	اُکھلی وچ سر[۵۲] موہلیاں دا کی ڈر۔	اُکھلی میں سر موسلوں کا کیا خوف۔
۱۰۷	آپ نہ دسے سوہرے[۵۳] لوکاں متیں دے	آپ تو سسرال نہ بسے اور لوگوں کو نصیحتیں دے۔
۱۰۸	ان ہونی ناں[۵۴] ہووے ہونی ہووے۔	جو نہیں ہونا ہے وہ نہ ہو جو ہونا ہے وہ ہو۔
۱۰۹	اوپر چڑھی[۵۵] نوں دوہی نظر آوندے نے۔	اوپر چڑھی کو دو ہی دکھائی دیتے ہیں۔
۱۱۰	اوپروں نرم[۵۶] وچوں سخت چٹا ساہ بگلا بھگت۔	اوپر سے نرم درمیان سے سخت سفید سنت بگلا بھگت۔
۱۱۱	آپے میں رجی[۵۷] کجی آپے میرے بچے جیون	آپ ہی میں ایسی اور ایسی اور آپ ہی میرے لڑکے جیئیں۔
۱۱۲	آٹے دے دیوے[۵۸] باہر رکھاں کاں کھاون اندر چوہے۔	آٹے کے دیئے باہر رکھیں تو کوّے کھائیں اور اندر چوہے۔
۱۱۳	اک نوں روئی[۵۹] ایں اوت گیا آدا۔	ایک پر کیا موقوف کے تمام ہی گئے گزرے۔
۱۱۴	انت بھلے[۶۰] دا بھلا۔	اخیر بھلے کا بھلا۔

۵۱۔ یہ وہاں اطلاق کرتے ہیں جہاں لاعلمی کے زور پر کوئی عمل مطلوب ہو۔ اور یہ عموماً بطور طنز کے اطلاق پاتی ہے۔ مثلاً زید کچھ جیا نہیں کرتا۔ اس موقعہ پر اس کا اطلاق کریں گے۔ ان معنوں میں کہ زید کو انجام کا خیال نہیں

۵۲۔ مطلب یہ کہ جب ایک کام شروع کر دیا تو پھر تکالیف کا کیا خوف۔

۵۳۔ خود را نصیحت دیگراں را نصیحت کے موقعہ پر اطلاق پاتی ہے۔

۵۴۔ اس موقعہ پر بولتے ہیں جب کوئی ایسی بات ہو جائے جو بالکل وہم و گمان میں ہی نہ ہو۔

۵۵۔ جہاں خواہ مخواہ کی تعلی کا اظہار مطلوب ہو وہاں بولتے ہیں۔

۵۶۔ جہاں ظاہر اور باطن کا مقابلہ کرنا ہو وہاں اطلاق پاتی ہے۔

۵۷۔ خودستائی کی تذمیم میں بولی جاتی ہے۔

۵۸۔ آٹے کے دیوں سے دراصل بلاؤں کی ہے۔ یہ وہاں بولتے ہیں جہاں یہ جتلانا مطلوب ہو کہ اگر یوں کیا جائے تو یہ دقت ہے اور اگر یوں ہو تو یہ تکلیف۔ دو گونہ سوچ، عذاب ہست جان نجوں را۔

۵۹۔ جہاں این خانہ ہمہ آفتاب است کا مضمون بیان کرنا ہو وہاں بولتے ہیں۔ (آدا) یعنی پیادا۔

۱۱۵	ات نہ بہتا بولنا۔ ات نہ بہتی چُپ۔[۵۱]	زیادہ گفتگو زیادہ خاموشی اچھی نہیں۔
	ات نہ بہتا مینگلا ات نہ بہتی دُھپ۔	زیادہ بارش بھی اچھی نہیں اور نہ زیادہ دھوپ
۱۱۶	نہ اتنے مٹھو ہوئیے کہ اگلا کھا لوے[۵۲]	نہ اس قدر میٹھے ہوں کہ کوئی کھا جائے اور
	نہ اتنے کوڑے ہوئیے کہ اگلا تھک سٹے	نہ اتنے تلخ کہ کوئی تھوک دے۔
۱۱۷	اسو کتک تھوڑا کھاوے تے حکیم دے[۵۳]	اسوج کا تک کو تھوڑا کھائے تو حکیم کے
	پاس کدے نہ جاوے۔	پاس کبھی نہ جائے۔
۱۱۸	احمق دوست نالوں دانا دشمن اچھا ہے	احمق دوست سے دانا دشمن اچھا ہے۔
۱۱۹	اوجل بھگت اوھین گت اک چرن دو دھیان[۵۴]	ستھ اسنت کمینہ فصلت ایک۔ مقصد و خیال
	میں جاناں کوئی سنت ہی نری کپٹ کی کھان	میں نے جانا کہ کوئی فقیر ہے محض شرارت کی کان
۱۲۰	اُوٹھ نہ سکے بی بی تن بنجرے۔[۵۵]	بی بی اُٹھ نہ سکے اور حقے تین۔
۱۲۱	اٹھ چور اٹھ ٹھٹھیار اٹھ ٹھگ اٹھ سنیار[۵۶]	آٹھ چور۔ آٹھ ٹھٹھار۔ آٹھ ٹھگ آٹھ
	اٹھو چوکا بتری اک سودائی جیسا کھتری[۵۷]	سنیار۔ آٹھ چوکا بتری ایک سودائی جیسا کھتری
۱۲۲	اُوٹھ اراندے ہی لدی دے نے۔[۵۸]	اونٹ اڑاتے ہی یا چلاتے ہی لادتے ہیں۔

۵۱۔ یہ وہاں بولتے ہیں جہاں میانہ روی کا اظہار مقصود ہو (ات) پنجابی لفظ ہے بمعنی حد سے باہر۔ اتیر۔ زیادہ۔ بےانتہا

۵۲۔ اس میں بھی میانہ روی بہ مصداق درشتی و نرمی ہم دیہ سبت کا اظہار مقصود ہے۔

۵۳۔ اس میں کم خوری کی فضیلت اور میانہ روی کی عظمت اور فروت کا بیان کیا جاتا ہے۔

۵۴۔ یہ اُس موقعہ پر بولتے ہیں جہاں یہ جتلانا مقصود ہو کہ دل میں کچھ اور ہے اور ظاہر میں کچھ اور۔

۵۵۔ یہ وہاں بولتے ہیں جہاں دعوے زائد از حقوق کا ابطال مقصود ہو۔

۵۶۔ یہ کہاوت زمینداروں میں اکثر بولی جاتی ہے۔ چونکہ ان لوگوں کا زیادہ تر سابقہ دوکانداروں سے پڑتا ہے۔ اس واسطے اُن کے تجربہ کے مطابق مقابلہ کیا گیا ہے۔

۵۷۔ یہ وہاں بولتے ہیں جہاں یہ ظاہر کرنا مقصود ہو کہ فروری کام باوجود نفرت اور اکراہ کے کئے ہی جاتے ہیں۔

۱۲۳	اپنی ہیں[۱] دا دُودھ سو کوہ جا کے پیئیدا ہے	اپنی بھینس کا دودھ سو کوس پرجا کر پیتے ہیں
۱۲۴	انھی دیوی نکھٹے[۲] پوجاری۔	اندھی دیوی نکمے پوجاری۔
۱۲۵	آسوں پاسوں گئی ٹھنکاروں نہ گئی۔[۳]	اِدھر اُدھر سے تو گئی نخرے بازی سے نہ گئی۔
۱۲۶	انھے نوں کی چاہیدا دو اکھیاں۔	اندھے کو کیا چاہیئے دو آنکھیں۔
۱۲۷	اپنے مُنہ[۴] دل میاں مٹھو۔	اپنے مُنہ کی جانب میاں مٹھو۔
۱۲۸	اوٹھ دے گل ٹل	اونٹ کے گلے میں گھڑیال۔
۱۲۹	اک بنوں[۵] سو ہنی مگروں ستی اُٹھی	ایک دلہن خوبصورت دوسری سوئی اُٹھی۔
۱۳۰	اپنے نین[۶] مینوں دے توں ٹکاندی پھر	اپنی آنکھیں مجھ دے اور تو جھکاتی پھر۔
۱۳۱	انب کٹ[۷] اک نوں واڑ	آم کو کاٹ کر اک کو باڑ دینا۔
۱۳۲	اپنی گلی وچہ کتا وی شیر ہے۔	اپنے کوچہ میں کتا بھی شیر ہوتا ہے۔
۱۳۳	آبیل[۸] مجھے مار۔	آبیل مجھے مار
۱۳۴	اک چپ سو سوکھ	ایک خاموشی سو آرام۔

۱؎ - یہ اس امر کے اظہار کے واسطے اطلاق پاتی ہے کہ تھوڑی سے نیکی اور مروت سے بھی دور دراز زمانہ اور فاصلہ پر فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے۔

۲؎ - یہ وہاں اطلاق پاتی ہے۔ جہاں مخدوم اور خادم کی مذموم حالت کا اظہار مقصود ہو۔

۳؎ - پرسش اور قدر و منزلت سے تو کوئی حصہ نہ رہا مگر تعلیات کم نہ ہوئیں۔ وہاں بولتے ہیں جہاں باوجود کس مپرسی کے شیخی بھگاری جاتی ہو۔

۴؎ - خود پسندی خود نوازی خود ستائی خود طلبی کے اظہار کے وقت اطلاق پاتی ہے۔

۵؎ - وہاں بولتے ہیں جہاں بُرائی پر بُرائی کا اظہار مطلوب ہو۔

۶؎ - جہاں خود غرضی کا اظہار مقصود ہو وہاں بولتے ہیں۔

۷؎ - وہاں بولتے ہیں جہاں نیکی کے مقابلہ میں بُرائی کی حمایت کی جاتی ہے۔

۸؎ - جہاں خواہ مخواہ خرخشہ اور مناقشت کا اظہار مقصود ہو۔ وہاں اطلاق کی جاتی ہے۔

۱۳۵	ال[۱] لے گئی منڈاتے ارواح جٹھریاں دی	چیل رسّی لے گئی اور بزرگوں کی روح کو اُس کا ثواب۔
۱۳۶	آپ موئے[۲] تے جگ پرلو۔	آپ مرے تو جگ مرا
۱۳۷	انگریز دا راج[۳] ہے۔	انگریز کا راج ہے۔
۱۳۸	اوٹھاں[۴] والیاں نال دوستی۔	شتر بانوں کے ساتھ دوستی۔
۱۳۹	اک چپ[۵] سونوں ہراوندی ہے۔	ایک چپ سو کو ہراتی ہے۔
۱۴۰	اپنا پردہ[۶] چک تے آپے ننگا ہو	اپنا پردہ اٹھا اور خود ننگا ہو۔
۱۴۱	اٹھی گوٹا[۷] ٹیبی آلھناں۔	اندھی (ڈھیری) چوٹی پر آشیانہ۔
۱۴۲	اج موئے کل دوجا دن	آج مرے کل دوسرا دن۔
۱۴۳	اوہو رانی[۸] جیڑھی خصمے بھانی	وہی بیوی جو خاوند کے پسند خاطر ہو
۱۴۴	آٹے نال[۹] پلیتھن	آٹے کے ساتھ پلیتھن۔
۱۴۵	اپنیاں ماواں ٹھنڈیاں چھاواں۔	اپنی مائیں سرد چھائیں۔

۱؎۔ دیہاں بولتے ہیں جہاں یہ جتلانا ہو کہ بعض لوگ مجبوری سے جب کوئی نیک فعل کر بیٹھے ہیں تو اُس پر اترتے اور فخر کرتے ہیں۔

۲؎۔ خود ہی نہ رہے تو باقی دنیا یا کاروبار سے کیا سروکار۔

۳؎۔ یہ ایک جدید کہاوت ہے۔ یہ وہاں بولتے ہیں جہاں یہ اظہار مقصود ہو کہ کوئی ظلم اور ستم مخفی نہیں رہ سکتا کیونکہ یہ زمانہ روشنی کا ہے اور انگریزی گورنمنٹ ہے اس سے انگریزی حکومت کی بابت پبلک کی رائے کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ خدا جانے وے

۴؎۔ مناسبت نامناسبت کے اظہار کے واسطے اطلاق پاتی ہے۔

۵؎۔ خوشی معنی دارد کہ درگفتن نہ مے آید کا اظہار ہے۔

۶؎۔ خود فضیحتی کا اظہار کرتی ہے۔

۷؎۔ تعلی اور شیخی کے موقعہ پر بولتے ہیں۔

۸؎۔ چاہت اور جذبہ داری کی فضیلت اور ضرورت کا اظہار کرتی ہے۔

۹؎۔ جب کوئی دوسرے کے ساتھ خواہ مخواہ مبتلائے مصیبت ہوجاتا ہے تو اُس وقت یہ اطلاق کرتے ہیں۔

۱۴۶	آوے کُجھ[1] ناں ناؤں محمد فاضل	آتا تو کچھ بھی نہیں اور نام محمد فاضل۔
۱۴۷	اکھاتوں دسے ناں ناں دیدے خاں	آنکھوں سے نظر نہیں آتا اور نام دیدہ خاں۔
۱۴۸	اگ لگے[2] پنڈ کُتا روڑی تے۔	گاؤں کو آگ لگے اور کُتا روڑی پر۔
۱۴۹	انگ لگی[3] دی لاج۔	واقفیت کی لاج۔
۱۵۰	اک متر[4] سو بھرا۔	ایک دوست سو بھائی۔
۱۵۱	اک پاپ[5] سو فریب۔	ایک گناہ اور سو فریب۔
۱۵۲	آئیں نہ جائیں[6] منجے بیٹھا کھائیں۔	آؤ نہ جاؤ چارپائی پر بیٹھ کر کھاؤ۔
۱۵۳	ات خدانوں ویر۔	حد سے باہر نکل جانا خدا کو نہیں بھاتا۔
۱۵۴	آیاں ہر کہہ نہ گیاں سوگ۔	آنے کا افسوس نہیں اور جانے کا غم نہیں
۱۵۵	آوندے جاوندے نال لڑے تے ناں محبت شاہ۔	آتے جاتے کے ساتھ لڑائی اور نام محبت شاہ
۱۵۶	اندھاں راجہ تے بیداد نگری۔	اندھا راجہ اور بیداد نگری۔
۱۵۷	اُدھارے گھوڑے بھاڑے کیتے کیا کھٹسن گھیو دے بنجارے۔	گھوڑے اُدھار پر کیتے کرایہ پر گھی کے بوپاری کیا کچھ نفع اُٹھائیں گے۔

[1] ۔ جب کوئی شخص باوجود عدم قابلیت کے کوئی شیخی بگھارے تو اُس وقت بولتے ہیں۔

[2] ۔ یہ اُس وقت بولتے ہیں جب کوئی شخص ایک سوسائٹی میں رہ کر مصیبت کے وقت الگ ہو جائے۔ جب گاؤں کسی مصیبت میں آتا ہے تو کتے بھاگ جاتے ہیں۔

[3] ۔ (انگ) بمعنی جسم۔ انگ لگنے سے مراد رفاقت ہے۔

[4] ۔ ایک دوست پر جیسی کچھ امید ہو سکتی ہے۔ ویسی سو بھائی پر نہیں ہو سکتی۔

[5] ۔ ایک گناہ کے کرنے پر اکثر ایک گناہ کے لئے گنہگار کو سو فریب کرنا پڑتا ہے۔ گویا ایک گناہ اپنے ساتھ اور گناہ بھی لاتا ہے۔

[6] ۔ یہ اُس وقت اطلاق پاتی ہے۔ جب کوئی شخص بغیر کام کاج کئے زندگی بسر کرے۔

۱۵۸	اپنے مونہوں میاں مٹھو۔	اپنی تعریف آپ۔
۱۵۹	آ لڑائی گل لگ	آ لڑائی گلے لگ۔
۱۶۰	اک ہووے[۵۱] کملا تے سمجھاوے اونھوں ویہڑا۔ ویہڑا ہووے کملا تے سمجھاوے اونھوں کیہڑا۔	اگر ایک سودائی ہو تو اُس کو کنبہ سمجھائے جب کنبہ ہی سودائی ہو جائے تو اُس کو کون سمجھائے۔
۱۶۱	آپ کھڑے منگتے تے باہر کھڑے درویش	خود فقیر اور باہر درویش مانگتے ہیں۔
۱۶۲	انت سچ دا بیڑا پار۔	اخیر پر صادق کا بیڑا پار رہے۔
۱۶۳	اوکھی بنی دا کوئی نہیں سجن۔	مشکل بنی کا کوئی ساتھی نہیں۔
۱۶۴	اگے ہی کوڑی کملی پچھوں پے گئی مڑھیاں دے راہ۔	پہلے ہی سے لڑکی دیوانی اور اُس پر مسانوں کے راہ پڑ گئی۔
۱۶۵	اپنے گریبان وچہ مُنہ پا۔	اپنے گریبان میں مُنہ ڈال۔
۱۶۶	اگ کھاون تے انگیارے سٹن	آگ کھائیں اور انگیارے اگلیں۔
۱۶۷	اک دن پروہتا[۵۲] دو دن پروہتا۔ تیجے دن وادے بگونا۔	ایک دن پروہت۔ دوسرے دن پروہت تیسرے دن گالیاں۔
۱۶۸	اپنی عقل تے پرائی دولت بہتی نظر آوندی ہے۔	اپنی عقل اور پرائی دولت زیادہ نظر آتی ہے۔
۱۶۹	اک اکلی دوسری دو کھادی ماری۔	ایک اکیلی دوسری دو کھوں کی ماری۔

[۵۱] جب قوم کی قوم ہی بگڑ جائے تو اُسکو ایک آدمی کس طرح سمجھا سکتا ہے۔

[۵۲] یہ اُس وقت اطلاق پاتی ہے۔ جب کوئی شخص بے شرمی سے آتا جاتا ہے یا دق کرتا ہے (وادے بگونا) پنجابی میں ایک گندی گالی ہے۔

۱۷۰	اس مایہ[۱] دے تن نام پرسو۔ پرسا۔ پرسلم	اقبال کے نام تین ہیں پرسو۔ پرسا اور پرسرام۔
۱۷۱	اک مچھلی جل گندا کردی ہے۔	ایک مچھلی تمام پانی گندا کرتی ہے۔
۱۷۲	اگ اوتے تیل نہ پا۔	آگ پر تیل نہ ڈالو۔
۱۷۳	اکھیں دسے ناں تے ناں نور نشاں۔	آنکھوں سے نظر نہ آئے نام نور الٰہی۔
۱۷۴	آمیرے سجناں گھر بار تمارا۔ اندر جگہ تنگ ہے باہر کر و اُتارا۔ بھانڈے برتن نوں ہتھ نہ لاؤ۔ کھاؤ پیو اپنے گھر سے گیت گاؤ ہمارا۔	آؤ دوست گھر بار تمہارا۔ اندر جگہ نہیں باہر اُترو۔ برتنوں کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ اپنے گھر سے کھاؤ پیو اور ہماری گیت گاؤ۔
۱۷۵	اکھیوں دور[۲] تے دلوں دور۔	آنکھوں سے دور تو دل سے دور۔
۱۷۶	اِٹ چکدیاں[۳] نون پتھر۔	اینٹ اُٹھاتے کو پتھر۔
۱۷۷	اک اکلا دوسرا بھلا۔ تیسرا بھینیاں دا[۴] پھیڑ جو تھا رلیا نے جھگا گلیا۔	ایک اور دو بھلے تیسرا موجب فساد چوتھا ملا تو گھر ڈوبا۔
۱۷۸	ایڈا مہین[۵] مہین نہ کت۔	اس قدر باریک نہ کاتو۔
۱۷۹	آخر نکل آئی کر توت۔	آخر کر توت معلوم ہو گئی۔

[۱] اس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ جیوں جیوں انسان کا درجہ بڑھتا ہے دوں دوں اُس کا نام اُس کی عزت بڑھتی ہے۔

[۲] اس میں یہ فلسفی ظاہر کی گئی ہے کہ محبت کا اکثر حصہ تعلقات سے وابستہ ہے۔ جب تعلقات میں فرق آتا ہے تو محبت میں بھی کمی ہوتی جاتی ہے۔

[۳] اس میں یہ کہا گیا ہے کہ دنیا میں دنیاداری کے رنگ میں اُسی وقت تک امن سے رہا جا سکتا ہے کہ جب جواب ترکی کی دیا جائے۔ یہ ایک سیاسی فلسفی بیان کی گئی ہے۔

[۴] اس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ جب خواہ مخواہ لوگوں کا مجمع کیا جائے، تو اُس میں خرابی ہی نکلتی ہے۔

[۵] باریک بینی اور وقت پسندی کی مذمت کی گئی ہے۔

۱۸۰	اُتھی کُکڑی[۵۱] پرائے گھر انڈے، دیوے تو کسی دا کی قصور۔	اندھی مرغی بیگانے گھر میں انڈے دے تو کسی کا کیا قصور۔
۱۸۱	اپنی داہڑی پرائے ہتھ کیوں دیئے	اپنی داہڑی بیگانے ہاتھ کیوں دیں۔
۱۸۲	اسی ہاں چیبے[۵۲] چٹھے کھاوں نوں وکھو وکھ لڑن نوں اکٹھے۔	ہم چیبے چٹھے ہیں کھانے کو الگ الگ اور لڑنے کو اکٹھے۔
۱۸۳	آپے پھاتڑیئے تینوں کون چھڑاوے	خود گرفتہ تجھے کون چھڑائے۔ (خود کردہ را چہ چارہ۔
۱۸۴	اپنا مارے گا تے چھاویں ہی سٹھائے گا۔	اپنا مارے گا تو سایہ میں ہی سٹھائے گا۔
۱۸۵	انھے دا جیہا بُرا۔	اندھے کی کوئی بُری۔
۱۸۶	انھے نوں[۵۳] ماں مسیتے سٹھ گئی۔	اندھے کو ماں مسجد میں سٹھ گئی۔
۱۸۷	اوہل گیاں نوں واج کون دیندا ہے	مغویہ عورتوں کو جہیز کون دیتا ہے۔
۱۸۸	ال دا ناں کو کونہ جانے۔	محض بے علم۔
۱۸۹	اوٹھاں وچوں بھیڈ بچاون والہ	اونٹوں میں سے بھیڑ پہچاننے والا۔
۱۹۰	اپنی واری[۵۴] ہن ہل لمبی پائی۔	اپنی باری اب ہل لمبی ڈال دی۔
۱۹۱	اشناک باہمن تے لہسن واٹڑ کا۔	نازک دماغ برہمن اور لہسن کا بنگھار
۱۹۲	انھے کھوہ[۵۵] چ پاؤ	اندھے چاہ میں اینٹیں۔

۵۱۔ جب کوئی شخص بے وقوفی سے خود نقصان اُٹھائے تو اس وقت بولتے ہیں۔
۵۲۔ چیبے چٹھے پنجاب میں ٹکی دو قریب النسب ذاتیں ہیں جن میں اکثر لڑائی رہتی ہے لیکن غیر کے مقابلہ میں ایک ہو جاتی ہیں۔
۵۳۔ لاوارث چھوڑ گئی۔
۵۴۔ ہل لمبی ڈالنے سے مراد لیت ولعل کرنے سے ہے۔
۵۵۔ اندھے چاہ میں اینٹ ڈالنے سے مراد دینے سے ہے۔ (اندھے چاہ سے مراد افتادہ چاہ ہے)

۱۹۳	ایاناں گل کرے تے سیاناں قیاس کرے	نادان بات کرے اور دانا قیاس کرے۔
۱۹۴	اٹ کتے دا ویر[۵۱]	اینٹ اور کتے کا بیر ہے۔
۱۹۵	اس ویلے ماتا بھون وچ آئی ہوئی اے[۵۲]	اس وقت ماتا دیوی شوق میں آئی ہوئی ہے۔
۱۹۶	اس باپ دا نہیں وساہ۔ کڈھ لینداڈولی پا[۵۳]۔	اس باپ کا اعتبار نہیں ڈولی میں بھی ڈال کر نکال لیتا ہے۔
۱۹۷	ایویں تُجھنے[۵۴] تترنہ اُڈا۔	یوں ہی بھونے تیتر نہ اُڑا دو۔
۱۹۸	ان کھادیاں[۵۵] سول پوے تے پووے	اناج کھاتے درد ہو تو ہو۔
۱۹۹	اک واری[۵۶] مصری دوجی واری لبسری	ایک بار مصری دوسری دفعہ بھسری۔
۲۰۰	اپنا نینگر پرایا ڈھینگر۔	اپنا بچہ اور پرایا ڈھینگر۔
۲۰۱	اگ دا سڑیا تائیوں ڈردا ہے۔	آگ کا جلا ہوا چنگیر سے ڈرتا ہے۔
۲۰۲	اک تندرستی ہزار نعمت۔	ایک تندرستی ہزار نعمت۔
۲۰۳	ادھی راتیں کوڑا[۵۷] سوتا۔	آدھی رات اور کوڑا سوتا۔
۲۰۴	آوندے نوں[۵۸] منجھے اوتے چک لیا۔	آتے کو ہی ماتھے پر اُٹھا لیا۔

۵۱۔ یہ وہاں اطلاق کرتے ہیں جہاں دو شیئوں کی منافرت باہمی کا اظہار مقصود ہو۔
۵۲۔ وہاں اطلاق کرتے ہیں جہاں کسی مطلب کے حاصل کرنے کا وقت آگیا ہو۔
۵۳۔ صورت بے اعتباری پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔
۵۴۔ بھونے تیتر اوٹنے سے مراد افترا۔ جھوٹ۔ گپ سے ہے۔
۵۵۔ اناج کے کھانے سے چونکہ تکلیف کا ہونا غیر یقینی ہوتا ہے۔ اس واسطے یہ کہتے ہیں کہ اگر اناج کھانے سے درد ہو تو ہو۔ یعنی اس صورت میں کیا علاج ہے۔
۵۶۔ ایک مرتبہ تو انسان مصری بھی کھلا سکتا ہے۔ دوسری مرتبہ بھوسی بھی نہیں دیتا۔ یہ وہاں بولتے ہیں جہاں بار بار کی مانگ رہے۔
۵۷۔ جب کوئی کام بے وقت کیا جائے تو اُس وقت اطلاق پاتی ہے۔
۵۸۔ پنجابی محاورہ میں (ماتھے) پر اُٹھانا تواضع اور خاطر داری سے مراد ہے۔

۲۰۵	اک اکلاّ دو یاراں۔	ایک اکیلا دو گیارہ۔
۲۰۶	اپنا کہیا سو دے جیہا۔	اپنا کہا سو جیسا۔
۲۰۷	آدر تیری چادر نوں[۵۱]	تیری حیثیت کی عزت۔
۲۰۸	الف داناں بے نہ جانے۔	محض بے علم۔
	ب	
۲۰۹	بھاڑا۔ دھاڑا[۵۲]۔ موت تے گاہک دا کوئی ویلا نہیں۔	کرایہ۔ دھاڑا۔ موت اور گاہک کا کوئی وقت نہیں۔
۲۱۰	بھل چک لین دین[۵۳]۔	بھول چوک لین دین۔
۲۱۱	بھرے بھانڈے دی گھڑوڑی بھی نہیں[۵۴] ماون دی۔	بھرے برتن کی کھڑچن بھی کافی سے زیادہ ہوتی ہے۔
۲۱۲	بھریا بھانڈا کدے اوچھلدا ہے۔	بھرا ہوا برتن کب اوچھلتا ہے۔
۲۱۳	بڈھا خصم جان دا روگ	بڈھا شوہر جان کا عارضہ۔
۲۱۴	بسم اللہ[۵۵] ہی غلط	بسم اللہ ہی غلط۔

۵۱۔ مطابق حیثیت کے عزت انسان کی کی جاتی ہے۔

۵۲۔ کرایہ۔ دھاڑا۔ گاہک اور موت کا کوئی وقت نہیں ہوتا۔ نادانستہ ایسا وقت آجاتا ہے۔

۵۳۔ یہ قبلایا گیا ہے کہ بھول چوک سمجھنے کے قابل ہے اور بیوپار کی بات۔

۵۴۔ مطلب یہ کہ بڑے گھروں بڑے منصوبوں بڑے کاموں کی رہی سہی حالت بھی بہت بڑی ہوتی ہے۔

۵۵۔ یہ وہاں بولتے ہیں جہاں کسی کام کا شروع ہی غلط ہو۔

۲۱۵	بادشاہ دے[۵۱] اگوں نہ جائیے تے گدوں دے پچھوں۔	بادشاہ کے آگے سے نہ گذیں اور گدھے کے پیچھے سے۔
۲۱۶	بوہے[۵۲] آئی جنج تے دھون کڑی دے کن	دروازے پر برات آئی اور دلہن کے کان چھیدو۔
۲۱۷	باریک[۵۳] پیسے دا چھاننا کی۔	باریک پیسے کا کیا چھاننا۔
۲۱۸	باسی[۵۴] کڑھی نوں ابال	باسی کڑھی کو ابال
۲۱۹	بندے دا دارو بندہ	بندے کا دارو بندہ۔
۲۲۰	بستر[۵۵] دیوتا گھر لگے تے جانے۔	آگ گھر میں لگے تو جانیں۔
۲۲۱	بندے دا ویری بندہ	بندے کا دشمن بندہ۔
۲۲۲	باپ پر پوت پتا پر گھوڑا۔ بہتا نہیں پر تھوڑا تھوڑا۔	باپ پر بیٹا۔ گھوڑا پتا پر۔ بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا تو ہوگا۔
۲۲۳	بتیاں دنداں وچہ اک زبان[۵۶]	بتیس دانتوں میں ایک زبان۔
۲۲۴	باندری دی[۵۷] بلا کلے اوتے۔	بندری کی بلا کلے پر۔
۲۲۵	بکری دی جان گئی کھاون والے نوں سواد نہ آیا۔	بکری کی جان گئی کھانے والے کو مزا نہ آیا۔

۵۱۔ بادشاہ کی نازک مزاجی اور گدھے کی دولتیاں ہر حالت میں خوفناک ہیں۔
۵۲۔ عین وقت پر کوئی تجویز سوجھنا کوئی تجویز پیش کرنا۔
۵۳۔ لطیف کا لطیف کیا کرنا ہو جو پہلے ہی سے اچھا ہے وہ اچھا ہی ہے۔
۵۴۔ باسی کڑھی میں اُبال آنا۔ گئے گزرے مردہ واقعات کا ذکر کرنا یا چھیڑنا مراد ہے۔
۵۵۔ کسی کی مصیبت پر خوش ہونا اُس وقت زیبا ہے۔ جب خود مصیبت زدہ ہونے پر افسوس اور شکایت نہ ہو۔
۵۶۔ جہاں ذات واحد اصالیک فرقہ کا بیان مقصود ہو وہاں یہ بولتے ہیں۔
۵۷۔ مطلب یہ کہ قصور وار کوئی اور جواب دہ کوئی۔

۲۲۶	بودیاں نال لگیاں نوں کون وچھوڑے	لڑکپن کی محبت کو کون چھوڑے۔
۲۲۷	بندہ جوڑے[۱] پلی پلی تے رب روہڑاوے کیا۔	انسان تھوڑا تھوڑا جمع کرتا ہے اور خدا کپا ہی اوندھیل دیتا ہے۔
۲۲۸	بندا کرے[۲] اولیاں تے رب کرے سولیاں	انسان بُرایاں کرے اور خدا سہولتیں دے۔
۲۲۹	بدل بھی نیواں[۳] ہوکے برسدا ہے۔	بادل بھی نیچا ہوکر برستا ہے۔
۲۳۰	بوندی بوندی دریا ہوو ندا ہے۔	قطرہ قطرہ دریا بنتا ہے۔
۲۳۱	بی بی وسے قاسم بیلے روح فریدا آباد۔	بی بی قاسم بیلے میں رہے اور روح فرید آباد۔
۲۳۲	بی بی مونہہ نہ لائے میاں شکر ونڈائے	بی بی مُنہ نہ لگائے اور میاں شکر تقسیم کرائے
۲۳۳	بھیڈ دا بھیڈو راسو کھواؤ ٹگہ پورے دا پورا	کتنا ہی کھلاؤ پلاؤ بھیڑی کا بچہ آخر وہی کا وہی رہے گا۔
۲۳۴	بکرا ردوے جند کوں قصائی روو ے مینجھ کوں۔	بکرا جان کو روئے اور قصاب مغز کو۔
۲۳۵	بھیڈ دی پوچھ پکڑ نہ جانے دو سانالی وہا	بھیڑی کی دُم پکڑ نہ سکے اور دو ساہل باہو۔
۲۳۶	بھاہ دی سڑی ٹنڈائے کولوں ڈردی ہے	آگ کی جلی ہوئی جگنو سے ڈرتی ہے۔
۲۳۷	بھیڈ دی پوچھ لگیاں نہ اروار نہ پار	بھیڑی کی دم پکڑ کر نہ وار نہ پار۔
۲۳۸	بھوں دے رسّے سونجاں وٹے۔	بھوسہ کے رسّے بے وقوف بناتا ہے۔
۲۳۹	بال تے مُچھ دا وال برابر۔	بچہ کی عمر اور مونچھ کا بال برابر ہیں۔

[۱] ۔ انسان تھوڑا تھوڑا جمع کرتا ہے اور قدرت یک دفعہ برباد دیتی ہے۔ اس میں انسانی خیالات اور منصوبوں کی ہستی پر روشنی ڈالی گئی ہے (مادہ جیالیم فلک در پئے خیال۔)

[۲] ۔ ترجمہ صدر۔

[۳] ۔ اس میں بولتی میں جہاں مغروروں اور خود پسندوں کی تعلیمات پر روشنی ڈالی ہو باوجودیکہ بادل اونچا ہوتا ہے پھر بھی نیچا ہوکر برستا ہے۔

۲۴۰	بیڑی ڈوبی دم بہاول حق	بیڑی ڈوبی اور دم بہاول حق۔
۲۴۱	بیڑی ڈٹھی تے پیر ڈنگے۔	بیڑی دیکھی اور پاؤں ٹیڑھے۔
۲۴۲	بُرے توں بُرا کُراہ۔ نہ ڈاندی کو ناںڈ نہ جوان واطرہ۔	بُرے سے بُرا خراب راستہ نہ بیل کا کوہان رہے اور نہ جوان کا طرہ۔
۲۴۳	بُکھا کُتا[۵۱] تے رجیا سوّر۔	بھوکا کتا اور سیر شدہ خنزیر۔
۲۴۴	باسی رہے[۵۲] نہ کُتا کھائے	نہ باسی رہے اور نہ کُتا کھائے۔
۲۴۵	بھیڈ مل[۵۳] تے اوٹھ جھونگا۔	بھیڑ قیمت میں اور اونٹ زائد۔
۲۴۶	باہراں وہیاں دی کڑی تے تیرھاں[۵۴] وہیاں دی ساہڑھستی۔	بارہ سال کی لڑکی اور تیرہ سال کی مصیبت
۲۴۷	بُکھ نہ لاون پُچھیا عشق نہ پُچھی ذات نیند نہ پُچھیا بستر اکتھ وہانی رات۔	بھوک نے سالن نہ پوچھا اور عشق نے ذات۔ نیند نے بستر نہ پوچھا رات یوں ہی گزر گئی۔
۲۴۸	بوٹیاں حرام تے شورا حلال۔	بوٹیاں حرام اور شوربا حلال۔
۲۴۹	بابلے کو بج نہ ڈہیسے جولہاں کنوں چھوٹے بچے۔	باپ کو اگر بیج نہ ملے تو ہم ہل بانہنے سے چھوٹ جائیں۔
۲۵۰	بہن گھر بھائی[۵۵] سوہرے گھر جوائی دونوں کُتے۔	بہن کے گھر بھائی سسرال کے گھر داماد دونوں (کتے) یعنے بے شرم ہیں۔

۵۱۔ بھوکا کتا اور سیر شدہ خنزیر دونوں برابر ہوتے ہیں۔
۵۲۔ یہ اُس موقعہ پر اطلاق کرتے ہیں کہ جب یہ ظاہر کرنا ہو کہ نہ کوئی چیز فاضلہ چھوڑی جائے اور نہ کسی حفاظت اور تردد کی ضرورت ہے
۵۳۔ یہ اُس موقعہ پر اطلاق پاتی ہے جب یہ جتانا ہو کہ اصل شئی تو فی نفسہ کم ہو اور جو اُس سے زائد مانگی جاتی ہو وہ اُس اصل سے بھی زائد ہو۔
۵۴۔ یہ وہاں بولتے ہیں جہاں مصیبت زدہ اور سخت مصیبت کا اظہار مقصود ہو۔
۵۵۔ بعض قوموں میں بہن کے گھر میں بھائی کا اور سسرال کے گھر میں داماد کا رہنا خلاف حیا و شرم ہے۔

۲۵۱	بکھا کراڑ وھیاں پھلورے۔	بھوکا کراڑ بہیاں پھولے۔
۲۵۲	بڈھی ویڑھے دی راکھی۔	بوڑھی عورت صحن خانہ کی راکھی۔
۲۵۳	بلی شیہنہ پڑھایا تے بلی کوں کھاون آیا۔	بلی نے شیر پڑھایا اور بلی کو ہی کھانے آیا
۲۵۴	بکری خوفھ[۵۱] دیندی ہے میگنیاں پاکے	بکری میگنیاں ڈال کر سود دیتی ہے۔
۲۵۵	بکریاں وچہ نہر[۵۲] تے آجڑی کوں حاجت	بکریوں میں بھیڑیا اور چرواہا کو حاجت ہوگی
۲۵۶	بھاجی ویوے کے اُس گھر تھیوں آوے ول کر۔	راہ رسم وہاں رکھو جہاں سے دیا ہوا واپس بھی آئے۔
۲۵۷	بھرا بھراواں دے چوڑ کاواں دے	بھائیوں کے بھائی اور چیچڑ کوؤں کے۔
۲۵۸	بیوقتی سازڈوماں[۵۳] بھی سٹے۔	بے وقت سازڈوموں نے بھی پھینک دیئے۔
۲۵۹	بازار کھلیں[۵۴] ماریا تے گھر وچ نہ آکھیں	بازار میں تو جوتے پڑے اور یہ تاکید کہ گھر میں جاکر نہ کہنا۔
۲۶۰	بکھا جوتے ویچے تے رجیا اُدھاری منگے[۵۵]	بھوکا لحاف بیچے اور خوشحال اودھار مانگے
۲۶۱	بغل میں توبنا ہو[۵۶] کا شہر بازار۔	بغل میں توبنا اور بازار میں منادی۔
۲۶۲	بکرے دی ماں کداں تائیں خیر مناوے	بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔
۲۶۳	بلی نوں خواب چھچھڑیاں دا۔	بلی کوں چھچھڑیوں کا خواب۔ (ہر کس بخیال خویش خبطے دارد)

۵۱۔ یہ اُس وقت بولتے ہیں جب یہ جتلانا مطلوب ہو کہ کوئی ایک کام کرکے بھی دے لیکن سو عذر واکراہ سے۔
۵۲۔ بکریوں کے ریوڑ میں بھیڑیا آجائے اور چرواہا حاجت پر چلا جائے۔ یعنی ضرورت کے وقت مفقود۔
۵۳۔ مطلب یہ کہ اگرچہ مراسی ڈوم ہمیشہ ساز رکھتے ہیں۔ لیکن بے وقت وہ بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ اس سے مناسب وقت کا اظہار مطلوب ہے
۵۴۔ یہ اُس موقعہ پر بولتے ہیں کہ جب کوئی شخص ایک کھلی بات کا اخفا چاہے۔
۵۵۔ یہ اُس موقعہ پر اطلاق پاتی ہے جب غلطی تو اپنی ہو اور دوسروں سے بازپرس کی جائے۔
۵۶۔ یہ اُس وقت بولتے ہیں جب کسی شخص کی اصلیت کا اظہار مطلوب ہو۔

۲۶۴	باندری[۵۱] دے پیر سڑن لگے نیچے پیراں ہیٹ چاڑتے۔	بندریا کے پاؤں جلنے لگے اور اُس نے بچے پاؤں کے نیچے دبا دیئے۔
۲۶۵	بھنگی[۵۲] دی رن رنگ برنگی۔ پوستی دی رن روے۔ افیمی دی رن آکھے مویا تھم نہ ہووے۔	بھنگ نوش کی عورت رنگ برنگی۔ پوستی کی بیوی رووے۔ افیونی کی عورت کہے کہ یہ گھر میں نہ ہو۔
۲۶۶	بنے جٹ[۵۳] نہ چھیڑیئے ہٹی لے کراڑ۔ بڑی تے ملاح نہ چھیڑیئے متاں بھنے چا بجھاڑ	کھیت کے بنہ پر جاٹ کو نہ چھیڑیں اور دکان پر کراڑ۔ اور بڑی پر ملاح۔ شاید کنہ توڑ دے
۲۶۷	بکھا بے دھرم ننگا بے شرم۔	بھوکا بے ایمان ننگا بے شرم۔
۲۶۸	بخت نہ ہا اپنا بہشتوں نکل جا۔	قسمت اپنی نہ تھی کہ بہشت سے نکل گیا۔
۲۶۹	بوٹا بوٹا[۵۴] وارتے ڈیڈھڑا پٹ جوار	کپاس بوٹا بوٹا اور جوار ڈیڑھ بالشت کے فاصلے
۲۷۰	باراں[۵۵] خربوزے تیراں لاگ دار۔ کیا ڈیسوں سرکار کوں کیا گھنسی زمیندار۔	بارہ خربوزے تیرہ کھیں۔ زمیندار کیا سرکار کو دے اور کیا خود لے جائے۔
۲۷۱	بڈھی[۵۶] گھوڑی تے لال لگام۔	بوڑھی گھوڑی اور لال لگام۔
۲۷۲	بگھیاڑ[۵۷] کھا نہ کھاموں نہ لہو بھریا۔	بھیڑیا کھائے نہ کھائے مُنہ خون آلودہ۔

۵۱۔ یہ اس اظہار کے واسطے ہے کہ مصیبت کے وقت عموماً نفسی نفسی ہوتی ہے۔ کوئی ہی ثابت قدم رہ کر دوسروں کی خیر خواہی اور خیر طلبی مقدم رکھتا ہے۔

۵۲۔ بھنگ نوش۔ پوستی اور افیونی کی سوئشل حالت بتلائی گئی ہے۔ بھنگی کی بیوی متلون المزاج رہتی ہے۔ اور پوستی کی مصیبت میں گرفتار اور افیونی کی عورت ہمیشہ یہ چاہتی ہے کہ یہ مصیبت گھر سے اترے۔

۵۳۔ کھیتی پر زمیندار کا مزاج عموماً سخت ہوتا ہے۔ دکان پر دکاندار کی طبیعت ذرا تیز ہوتی ہے۔

۵۴۔ کپاس اور جوار جب تک ذرا فاصلے سے نہ بوئی جائے تب تک خوب نشو و نما نہیں پاتی۔

۵۵۔ اس میں گویا قلت پیداوار اور کثرت مصارف کا اظہار کیا گیا ہے۔

۵۶۔ مناسب اور نامناسب کام کا اظہار کیا گیا ہے۔

۵۷۔ بدنام آدمی پر ہمیشہ شبہ کیا جاتا ہے۔

۲۷۳	باہریں ورھیں رب روڑی دی بھی سندا ہے	بارہ سال کے بعد خدا روڑی کی بھی سنتا ہے
۲۷۴	بُکھے جٹ[۱] کٹورا لبھا پانی پی پی آپھریا۔	بھوکے جاٹ کو کٹورا ملا اور وہ پانی پی پی کر پھول گیا۔
۲۷۵	باپ نہ ماری پڈری بیٹا تیرانداز۔	باپ نے تو پدی ہی نہ ماری اور بیٹا تیرانداز
۲۷۶	بکرا[۲] جیہو لیاں دا راکھا۔	بکرا جیوں کا محافظ
۲۷۷	بگھیاڑ دے سامہنے بکرا بدھا۔	بھیڑیے کے سامنے بکرا باندھا۔
۲۷۸	بھج بھج موئی پیکے بھی نان اپڑی۔	بھاگ بھاگ مری اور میکوں تک بھی نہ پہنچ سکی
۲۷۹	بکرا[۳] دا ہاڑی۔	بکرے کی مانند داہڑی۔
۲۸۰	باہر سیاں[۴] پنج ہزاری گھر لی بی العدی ماری۔	خاوند باہر تو پانچ ہزاری اور گھر میں بیوی خدا کی ماری۔
۲۸۱	بڈھیانوں[۵] گھڑ میڈے۔	عورتوں سے چالاکیاں۔
۲۸۲	باندراں[۶] نوں والیاں۔	بندروں کو بالیاں۔
۲۸۳	بلی بھاگوں چھکا ٹٹا۔	بلی کی قسمت چھکا ٹوٹا۔
۲۸۴	بہتیاں[۷] دیاں لاٹھیاں اک دا بوجھ۔	بہتوں کی لاٹھیاں اور ایک کا بوجھ۔

[۱] یہ اُس موقعہ پر بولتے ہیں۔ جب کسی شخص کی رزالت اور تونگری کا اظہار مقصود ہو۔
[۲] یہ وہاں بولتے ہیں جہاں ایک نسبت کی ناموزونیت کا اظہار مدنظر ہو۔
[۳] بکرا ڈاہڑی سے حق مراد ہے۔ وہاں بولتے ہیں جہاں کسی کی حماقت ظاہر کرنی ہو۔
[۴] یہ وہاں بولتے ہیں جہاں ظاہر اور باطن میں مقابلہ کرکے دکھانا ہو۔
[۵] یہ وہاں اطلاق پاتی ہے جہاں کسی کی چالاکی کا اظہار مقصود ہو۔
[۶] یہ اُس موقعہ پر اطلاق پاتی ہے۔ جب ناموزونیت کا اظہار مطلوب ہو۔
[۷] یہ اتفاق اور یک جہتی کے اثبات میں پیش کی جاتی ہے۔

۲۸۵	بغل میں چھری ناؤں ہر بھج	بغل میں چھری اور نام ہر بھج۔
۲۸۶	بڈھیاں[۵۱] ہتھوں چور مروانے۔	عورتوں سے چور مروانے۔
۲۸۷	بیاہ[۵۲] وچ دھرم سات دا جھگڑا۔	بیاہ میں دھرم سالہ کا جھگڑا۔
۲۸۸	بھوتیناں ہتھوں مراداں۔	بھوتنوں سے مرادیں۔
۲۸۹	باہروں رُسی گھر بیر نہ کھائے۔	باہر خفا ہوئی اور گھر میں بیر نہ کھائے۔
۲۹۰	بھاویں اپنا نک کٹے شریک دی بدشگنی ضرور ہووے۔	خواہ اپنی ناک ہی کٹ جائے شریک کی بدشگنی ضرور ہو۔
۲۹۱	بولی کاج بگاڑیا جوں مولی دا بت[۵۳]	طعنہ اس طرح کام بگاڑتا ہے جیسے کہ مولی کی ڈکاریں۔
۲۹۲	بھابی دا سوت دیور دلال۔	بھاوجہ کا دلال دیور۔
۲۹۳	بودی[۵۴] نوں تیل نا پکوڑے تلیئے۔	سر میں لگانے کے لئے تیل نہیں ہلتا اور پکوڑے تلیں۔
۲۹۴	باغ نہ بغیچہ ناں میاں دا گلزار خاں۔	نہ باغ نہ بغیچہ نام میاں کا گلزار خاں۔
۲۹۵	بڈھا بڈھی ایں بیٹھے جوں سہن دی موری چور۔	بڈھی اور بڈھی یوں بیٹھے ہیں جیسے نقب کے مُنہ پر چور۔
۲۹۶	برسے ایک اتھ سب کچھ دے ڈبو۔	موسلا دھار برس کر سب کچھ ڈبو دے۔

[۵۱] چونکہ عورتیں نازک اندام اور ایک ناموس ہوتی ہیں اس واسطے یہ اُس وقت بولتے ہیں جب یہ ظاہر کرنا مقصود ہو کہ کم زور لطیف شے سے ایک سخت کام لیا جاتا ہے۔

[۵۲] شادی بیاہ میں فضول قصوں کے چھیڑنے پر اطلاق پاتی ہے۔

[۵۳] اُس وقت بولتے ہیں جب خواہ مخواہ کی چھیڑ چھاڑ سے نفرت پیدا ہو۔

[۵۴] اظہار سُستی کے وقت اطلاق پاتی ہے۔

۲۹۷	بُھکے دی کُڑی[۱] پنڈ بلا اُجاڑا۔	بھوکے کی لڑکی اور گاؤں کا اُجاڑا۔
۲۹۸	بیگانے[۲] دا محل ڈیکھ کے اپنا چھپر ڈاہٹ۔	بیگانے کا محل دیکھ کر اپنا چھپر نہیں گراتے۔
۲۹۹	بیگانی[۳] چوپڑی ڈیکھ ناں ترساویں جی۔	بیگانی مرغن روٹی دیکھ کر اپنا جی نہ ترسا۔
۳۰۰	بہن کہے کے بھائی نہیں کیہا جاندا۔	بہن کہہ کر بھائی نہیں کہا جاتا۔

پ

۳۰۱	پھکی بلی چھچھڑیاں دی راکھی۔	بھوکی بلی چھچھڑوں کی محافظ۔
۳۰۲	پرایا[۴] موہلا کپاہوں کولا۔	بیگانہ موسل کپاس سے بھی نرم۔
۳۰۳	پنن جہی کار نہیں وٹھ نہیں وگار نہیں	گدائی جیسا کوئی کام نہیں نہ محنت نہ مزدوری نہ بیگار۔
۳۰۴	پاولی چڑھے شکارتے مولا خیر گذارے۔	جولاہے شکار چڑھے خدا خیر گزارے۔
۳۰۵	پہلی پڑھی آنور سانور ڈوجھی شیخ زادے حق ہمسائے مرگئے تے ہم بھی سیدزادے۔	پہلی پشت یہ اور وہ دوسری شیخ زادے ہمسائگان مرگئے تو ہم بھی سیدزادے
۳۰۶	پونگ پکڑ نہ جاندی ڈبڑیں پاوے ہتھ	چھوٹی مچھلی تو پکڑ نہیں سکتی بڑی مچھلوں پر ہاتھ ڈالتی ہے۔
۳۰۷	پچھاوڑے[۵] موتریاں ویر نہیں لہندے	خفیف الحرکات سے انتقام نہیں لیا جاسکتا۔

۱۔ وہاں اطلاق پائی ہے جہاں کم حوصلگی کا اظہار مطلوب ہو۔
۲۔ دوسروں کی عزت اور اقبال کے مقابلہ میں اپنی موجودہ حالت پر قانع نہ رہنا۔
۳۔ بشرح صدر۔
۴۔ دوسرے کا مال اگرچہ کیسی ہی محنت سے کمایا گیا ہو ہمیشہ مفت لینے کے قابل معلوم ہوتا ہے۔
۵۔ وہاں بولتے ہیں جہاں خفیف الحرکاتی کا اظہار مقصود ہو۔

۳۰۸	پیو مریا تن کہونوں پت داناؤں باغ	باپ مرا تن کے کی آس میں اور بیٹے کا نام باغ
۳۰۹	پرائی چھاہ اوپر مُچھاں مَناونا۔	بیگانی چھاچھ پر مونچھیں منڈوانا۔
۳۱۰	پنڈ دا باس[۵۱] کل داناس۔	گاؤں کا رہنا نس کا ستیاناس۔
۳۱۱	پنچاں دا کہنا سر اوپر پرنالہ اوتھے ہی۔	پنچائت کا کہنا سر ماتھے پر پرنالہ وہیں۔
۳۱۲	پھوئی پھوئی تلا بھر جاندا اے۔	قطرہ قطرہ تالاب بھر جاتا ہے۔
۳۱۳	پہاڑ[۵۲] پٹیا چوہا نکلیا۔	پہاڑ کھودا اور چوہا نکلا۔
۳۱۴	پنجاں[۵۳] وچہ پرمیشر۔	پانچ میں پرمیشر۔
۳۱۵	پیٹوں بکھی[۵۴] ناں منھالو۔	پیٹ سے بھوکی نام خوشحال۔
۳۱۶	تپاں[۵۵] نوہاں سانبھیاں تے دھیاں لیگئے ہور۔	لڑکوں نے بہوئیں قابو کرلیں اور لڑکیاں اور لے گئے۔
۳۱۷	پڑ بندا اے تے بھریاں مک جاندیاں نے	پڑ بنتا ہے اور بھرئیں ختم ہوجاتی ہیں۔
۳۱۸	پت فقیرنی دا چال نواباں دی۔	لڑکا فقیرنی کا اور چال نوابوں کی۔
۳۱۹	پلّے نہیں سیر آٹا منگدی دا سنگ پاڑ۔	پلّے سیر آٹا نہیں مانگتے کا گلا بھی پھٹ گیا
۳۲۰	پت فقیر دا چال امیر دی۔	لڑکا فقیر کا چال امیر کی۔
۳۲۱	پنڈ پیا نہیں اُچکے اگوہی آگئے۔	گاؤں ابھی بسا ہی نہیں اور اُچکے پہلے ہی آگئے
۳۲۲	پت بکھی دا چال عادیاں دی۔	لڑکا فقیرنی کا اور چال دولت مندوں کی۔

۵۱۔ فخری اور وہباتی سکونت کے مقابلہ کے وقت اطلاق پاتی ہے۔
۵۲۔ کوشش بے نتیجہ کے وقت اطلاق پاتی ہے۔
۵۳۔ متورت اور اتفاق کی خوبیوں کے اظہار کے واسطے اطلاق پاتی ہے۔
۵۴۔ تعلیات کی بُرائی کے اظہار کے واسطے بولتے ہیں۔
۵۵۔ وہاں بولتے ہیں جہاں یہ جتلانا ہو کہ کر کرا کر آخر کچھ نہ رہا۔

۳۲۳	پلّے نہ سیر آٹا گاوندی دا سنگھ پاٹا۔	پلے سیر آٹا نہیں اور گاتی کا گلہ بھی پھٹ گیا
۳۲۴	پٹھاں پٹھان لک بدھا موہلا۔[۵۱]	پٹھان پٹھان کمر میں موسل۔
۳۲۵	پٹھہ پیا سونا چیرھا کناں نوں کھاوے	عبث وہ سونا جو کانوں کو تکلیف میں ڈالے
۳۲۶	پٹیا نہ ساتا تے مُردہ گیا گواتا۔	ایک مقتہ بھی ماتم نہ ہوا اور مردہ یوں ہی گیا۔
۳۲۷	پیٹ بھریا روٹیاں تے سبھ گلاں موٹیاں	روٹی کھا کر سب نکتہ چینیاں سوجھتی ہیں۔
۳۲۸	پٹھہ برہمن بکری ویلے مول نہ پکری۔	عبث برہمن کی بکری جو وقت پر کام نہ آئے
۳۲۹	پٹھہ پئی تیری چھاہ سانوں کیتاں تھوں چھڑا۔	چھوڑی تیری چھا چھ ہمیں کتوں سے چھڑا
۳۳۰	پہج پہج موئی تے سوہرے بھی ناں پُنی	بھاگ بھاگ کر مری اور سسرال میں بھی نہ پہنچی۔
۳۳۱	پیٹ بھریا روٹیاں تے سبھے گلاں کھوٹیاں	بھوک میں سب باتیں بُری معلوم ہوتی ہیں۔
۳۳۲	پٹھہ[۵۲] پیا بے شرمی دا سیر اجو ساگ شرم دا چنگا	عبث بے شرمی کا حلوا شرم کا ساگ ہی اچھا
۳۳۳	پھنے دے پچھوں مول نہ بھجیں تے کلنہیج نہ ماریں۔	بھاگتے کے پیچھے ہرگز نہ بھاگیں اور فضول میں بیج نہ بونا۔
۳۳۴	پھلے کتے ہرناں مگر۔	گم راہ کتے ہرنوں کے پیچھے۔
۳۳۵	پھکی مرے ہگائی ٹھنکے۔	بھوکی مرے اور قضائے حاجت پر اُترائے۔
۳۳۶	پٹھہ[۵۳] دوستی کمینے دی اشراف پالے ہک تل بادشاہاں دے پتر باز اینڈے مورکھ پالے ہل	عبث دوستی کمینے کی اشراف تل بھر نیکی کا بھی لحاظ رکھے۔ بادشاہوں کے لڑکے باز رکھتے ہیں اور بے وقوف چیل

۵۱۔ یہ وہاں اطلاق پاتی ہے جہاں بے جوڑ نسبت کا اظہار مقصود ہو۔
۵۲۔ وہاں اطلاق پاتی ہے جہاں محنت اور حرام خوری دگدا گری کا مقابلہ مقصود ہو۔
۵۳۔ یہ وہاں بولتے ہیں جہاں یہ جتلانا ہو کہ اشراف کی دوستی۔ وعدہ۔ قول اور کمینے کے قول دوستی میں کیا کچھ فرق ہے یہ مثال دیکھ اس پر استدلال کیا ہے کہ بادشاہوں کے لڑکے ہمیشہ باز رکھتے ہیں۔ اور کمینوں کے لڑکے چیل پالتے ہیں۔

۳۳۷	پالے[۵۱] وچہ بانہاں گل نوں آوندیاں نے	سردی میں باہیں گلے کی طرف آتی ہیں
۳۳۸	پھوئی پھوئی من تھیندا ہے۔	ذرہ ذرہ من ہوجاتا ہے۔
۳۳۹	پنجے اُنگلیاں[۵۲] گھیو وچ۔	پانچوں انگلیاں گھی میں
۳۴۰	پرائی قبر[۵۳] وچ کون پیندا ہے۔	پرائی قبر میں کون پڑتا ہے۔
۳۴۱	پہاڑیا یار کس کا بہت کھادا تے کھسکیا	پہاڑیا کس کا دوست کھانا کھایا اور چلتا بنا
۳۴۲	پہاڑ نوں ٹکر مار سر اپنا بھجدا ہے۔	پہاڑ سے ٹکر مار کر اپنا سر توڑتا ہے۔
۳۴۳	پٹیو[۵۴] ای چکی دا ہتا۔	کیا چکی کا ڈنڈا اکھاڑ ڈالا۔
۳۴۴	پرائی جنج[۵۵] احمق نچے۔	بیگانی برات احمق ناچے۔
۳۴۵	پیر اوپر آپ[۵۶] کو ہاڑی مارنی	پاؤں پر خود کلہاڑی مارنی
۳۴۶	پرایا گہنا پایا[۵۷] تے اپنا روپ گنوایا۔	بیگانہ زیور پہنا اور اپنا جوبن گنوایا۔
۳۴۷	پرائی موت نوں کون سہیڑے	بیگانی موت کون لے۔
۳۴۸	پرائی اگ[۵۸] وچ پیر کوں پاوے۔	بیگانی آگ میں کون پاؤں ڈالے۔
۳۴۹	پیلی نوں[۵۹] واڑ کھان آئی۔	کھیت کو باڑہ کھانے آئی۔

۵۱۔ یہ وہاں اطلاق کرتے ہیں جہاں یہ اظہار مقصود ہو کہ مصیبت اور مشکل کے وقت اپنے ہی یاد آتے ہیں۔
۵۲۔ کنایہ ہے بہبود و وجوہ کامیابی۔
۵۳۔ دوسرے کی مصیبت کون اُٹھاتا ہے۔
۵۴۔ کنایہ ہے کیا کر لیا ہے۔ یعنی کچھ نہ ہو سکا۔
۵۵۔ جب کوئی آدمی خواہ مخواہ دخل در معقولات دیتا ہے تو اُس وقت اس کا اطلاق کرتے ہیں۔
۵۶۔ خود اپنے تئیں تہلکہ میں ڈالنا۔
۵۷۔ جب کوئی آدمی دوسرے کی کمائی کام منصوبوں پر شیخی کرتا ہے تو اُس وقت اس کا اطلاق کرتے ہیں۔
۵۸۔ دوسرے کی مصیبت میں کون پھنسے۔
۵۹۔ باڑ ہمیشہ کھیت کی حفاظت کے واسطے ہوتی ہے۔ جب وہی فصل کھا جائے تو ایک سخت ظلم ہوگا۔ کنایہ ہے محافظ نگران کی دست برد سے۔

۳۵۰	پھٹیاں دا پھیٹ۔	فساد کی جڑ۔
۳۵۱	پیسہ پلّے نہیں سودا چھیتی دے۔	پیسہ پاس نہیں اور سودا جلدی دو۔
۳۵۲	پار نہ پڑھی[۵۱] تے پھائے اگے چڑھی۔	ایک حصہ بھی نہ پڑھا اور پھانسی پہلے ہی مل گئی
۳۵۳	پیر پت نہ دیسی تازال نہ کھولیسی۔	پیر اگر لڑکا نہ دے گا تو بیوی تو نہ چھین لے گا
۳۵۴	پھپھر نہ گوشت دشمن نہ دوست۔	نہ پھیپھرا نہ گوشت اور نہ دشمن نہ دوست
۳۵۵	پت چوہڑے کوں بھی پیاری ہے	عزت چوہڑے کو بھی عزیز ہے۔
۳۵۶	پتر اُتوہیں تے دُکھ بھی بچھوہیں۔	جُوں جُوں لڑکے بڑھیں گے ووں ووں دُکھ بھی بڑھتے جائینگے
۳۵۷	پھُل دی خوش بو نک تائیں تے چنگے دی چنگائی مُلکان تائیں۔	پھول کی خوش بو ناک تک اور نیک کی نیکی ملکوں تک۔
۳۵۸	پیٹ دی پیڑ تے ہنوں کڈھائے۔	پیٹ کا درد اور داڑھ نکلوائی۔
۳۵۹	پٹ پورنا تاں بھی چکی دا پولا کہیں نہ کیتا[۵۲]	اگرچہ ریشم پورا ہی ہو تب بھی اُسے چکی کا جھابن کوئی نہیں بناتا۔
۳۶۰	پنن سجی بار نہ چوروے نہ دھاڑ۔	گداگری میں نہ چور نہ دھاڑا۔
۳۶۱	پھدی لدھا پیسہ یا خان کنے یا میں کنے	پدی کو پیسہ ملا یا میرے پاس یا خان کے پاس
۳۶۲	پٹھان دا پوت کبھی جن کبھی بھوت۔	پٹھان زیادہ تر کبھی جن کبھی بھوت۔
۳۶۳	پیسے دی کتی ٹگے دے ٹکر کھاوے۔	پیسہ کی کتیا ٹگہ کی روٹی کھائے۔
۳۶۴	پائے دا[۵۳] راج پتر دی محتاج۔	خاوند کا راج اور بیٹے دی محتاج۔

۵۱۔ استعمالی اغلاط اور لغزشوں کے وقت بولتے ہیں۔

۵۲۔ مطلب یہ کہ اگرچہ اچھی شے کیسی ہی کس مپرسی کی حالت میں ہو پھر بھی اُسے بُرے معنوں میں نہیں لیتے۔

۵۳۔ یہ وہاں بولتے ہیں جہاں یہ صورت پیش آئے کہ باوجود ایک سکت کے بھی کوئی تکلیف میں مبتلا ہو۔

۳۶۵	پھائے[۱] دینا ہے تے دیو میریاں نلیاں سکدیاں ہن۔	پھانسی دینا ہے تو دو میری نلکیاں خشک ہوتی ہیں۔
۳۶۶	پایا نہیں گھر لی بی کوں کیندا ڈر۔	خاوند گھر نہیں بیوی کو کس کا خوف۔
۳۶۷	پیر بھت[۲] خلیفیاں دا مونہ کالا۔	پیر کو کھانا نصیب اور مریدوں کا منہ کالا۔ (بھت بمعنی طعام)
۳۶۸	پگ پورانی[۳] گنجہ نوکر گھوڑی کانی۔	پگڑی پورانی گنجہ نوکر گھوڑی کانی۔
۳۶۹	پنجابی[۴] دا ہتھ تے ہندوستانی دی زبان	پنجابی کا ہاتھ اور ہندوستانی کی زبان
۳۷۰	پیسے دی رن ٹگے دیاں جلواں۔	پیسہ کی بیوی اور ٹگہ کی جوکیں۔
۳۷۱	پاولی[۵] دی دھرک کلے توڑی۔	جولاہے کی چھلانگ کلہ تک۔
۳۷۲	پنج لائے تے ترے وٹے پرمانند کی کھٹے	پانچ قرضہ میں دیئے اور تین حاصل کئے۔ پرمانند کیا نفع اٹھائے۔
۳۷۳	پہلی چھکی کال[۶] دی موچی تے پاولی۔	قحط کی پہلی زد موچی اور جولاہ
۳۷۴	پیو نہ ماری ککڑی پتر تیر انداز۔	باپ مرغی نہ ماری اور بیٹا تیر انداز۔
۳۷۵	پیٹ دے نہ پٹھ دے الدڈتے لٹ دے	نہ شکم کے اور نہ کمر کے خدا نے دیئے لوٹ کے۔

۱؎ یہ وہاں اطلاق پاتی ہے جہاں باوجود ایک خوف عظیم کے بھی کوئی شخص معمولی کام کو مقدم رکھے۔

۲؎ جب کوئی سرپرست خاندان وغیرہ خود تو مرفہ الحال ہو اور واقعین خراب حال تو اُن حالات میں یہ اطلاق پاتی ہے۔

۳؎ جب کل سامان کل منحوسہ از سر تا پا ناموزون ہو تو یہ اطلاق کرتے ہیں۔

۴؎ یہ ایک تجربی استدلال ہے کہ پنجابی کا ہاتھ اور ہندوستانی کی زبان بیکار نہیں رہتی۔

۵؎ جب کسی کی جرأت اور حوصلہ پر ریارک کرنا ہو تو اُس وقت اطلاق کرتے ہیں۔

۶؎ قحط کی پہلی زد عموماً غربا پر ہی پڑتی ہے۔ یہ وہاں بولتے ہیں جہاں یہ اظہار مقصود ہو کہ ہمیشہ ہر نقصان ضعیف پر زد

۳۷۶	پٹکی پرے[۵۱] دیخ پئی اللہ پت رکھ گدی۔	پگڑی پرے جا پڑی خدائے عزت رکھ لی۔
۳۷۷	پین پن کھائیں تے ڈھول بجائیں۔	مانگ مانگ کر کھاؤ اور ڈھول بجاؤ۔

ت

۳۷۸	تلوار کسی دی متر نہیں۔	تلوار کسی کی دوست نہیں۔
۳۷۹	تھوڑے[۵۲] دا علاج ہے۔ تھڑے دا دارو نہیں	جس کے پاس تھوڑا ہو اُس کا تو علاج ہے۔ لیکن تھڑ جانے کا کوئی علاج نہیں۔
۳۸۰	تیریاں[۵۳] گلھاں وچہ چاول نے۔	تمارے منہ میں چاول ہیں۔
۳۸۱	تیل اور طمع جیکوں ملے ترت نرم ہوجا	تیل اور طمع جس کو ملے وہ فوراً نرم ہوجاتا ہے۔
۳۸۲	تروا[۵۴] وان مہاں پن۔	موقعہ خیرات ایک بڑی خیرات۔
۳۸۳	ٹھک[۵۵] نال وڑے پکاندا ہے۔	ٹھوک سے بڑے پکاتا ہے۔
۳۸۴	تیل ہٹی دا تے گھیو جٹی دا۔	تیل دُکان کا اور گھی جٹی کا۔
۳۸۵	تلوار دا زخم مل جاندا ہے زبان دا نہیں ملدا۔	تلوار کا زخم مل جاتا ہے لیکن زبان کا نہیں ملتا۔
۳۸۶	توپائی[۵۶] تے میں بجھی کانی اکھ نہ رہندی بجھی	تم نے سنائی اور میں نے سمجھی کانی آنکھ چھپی نہیں رہتی۔

۵۱۔ یہ وہاں طلاق پاتی ہے جہاں یہ دکھانا ہو کہ جب کوئی شخص باوجود ایک بزرگیت فاش کے بھی یہ کہے کہ کوئی زد نہیں پڑی یا یہ کہ کوئی زد نہیں ہے۔

۵۲۔ پنجابی میں تھڑ جانے سے مراد کمال لاچلی ہوجانے سے ہے۔

۵۳۔ پنجابی محاورہ میں (بریخ در دہن) سے مراد کامیابی کے ہیں۔

۵۴۔ ساتھ کے ساتھ جو کام کیا جائے وہ خوب ہے۔

۵۵۔ پنجابی محاورہ میں ٹھوک سے بڑے پکانا۔ بغیر کوشش کے کام کرنے سے مراد ہے۔

۵۶۔ نقص ہمیشہ اپنا آپ معلوم کرا دیتا ہے۔

۳۸۷	ترٹی تے لکھ نہ رکھیا۔	گھر میں تنکا نہ رکھا۔
۳۸۸	تیڑا[۵۱] او تے دیوا بالیا۔	تیڑ پر دیا جلایا۔
۳۸۹	تیرا[۵۲] اُنت کسی ناں پایا۔	تیرا بھید یا خیر کسی نے نہ پایا۔
۳۹۰	تندرست دے سب گاہک۔	تندرست کے سب گاہک۔
۳۹۱	تلی[۵۳] میں آیا گلی میں کھایا۔	ہتھیلی میں آیا اور گلی میں کھایا۔
۳۹۲	تند[۵۴] نہیں بگڑیا تانی بگڑی ہے۔	تار نہیں بگڑا ہے تانی ہی بگڑی ہے۔
۳۹۳	تان دال نہیں چاہڑی اساں کوئی پیرو راہنے ناں۔	تم نے دال نہیں چڑھائی ہم کوئی پاؤں سے ننگے ہیں۔
۳۹۴	ترٹی چوڑ کمیر دی جایا پتر کمال۔	کمیر کی خانہ خرابی جس نے کمال سا بیٹا جنا۔
۳۹۵	تکھی[۵۵] ٹرے تے ہریالی ہولی ٹرے تے نازو۔	جلدی چلے تو پھوٹر آہستہ چلے تو نازو۔ (نازک اندام)
۳۹۶	ترے کم کوراہ مردنوں چکی سنڈھے نوں گاہ رن نوں راہ۔	تین کام بے ڈھنگے ہیں۔ مرد کو چکی۔ جاموش کو گاہ۔ اور عورت کو سفر۔
۳۹۷	ترے کم کسو ترے۔ نیواں بہے تے اوچا موترے تتا کھاوے مرے دکھو ترے راہ ویندا سر سو ترے۔	تین کام ناموزوں ہیں نشیب میں بیٹھ کر فراز پر پیشاب کرنا۔ گرم کھائے تو سوزش پیشاب سے مرے۔ راہ جاتے سر کنڈہ سو تنا۔

۵۱۔ پنجابی محاورہ میں (تیڑ) پر دیا جلانا اپنی فضیحت خود کرنا اور دیوالہ نکالنے کے ہیں۔
۵۲۔ خدائے ذوالجلال کی شان اعلیٰ میں اطلاق پاتی ہے۔
۵۳۔ کمال فضول خرچی سے مراد ہے اور نیز ایسے فوری عمل سے جو بغیر کسی حزم و احتیاط کے کیا جائے۔
۵۴۔ جہاں سب کا حال اور رفتار یکساں ہی ہو وہاں اطلاق پاتی ہے۔
۵۵۔ دونوں طرح مصیبت۔

۳۹۸	تتر کھنبی بدلی رن ملائی کھا۔ اوہ وسے اوہ اوہدلے ایہ بچن برتہا جا۔	رنگ برنگ بدلی اور عورت بالائی خور۔ وہ برسے اور وہ نکل جائے یہ قول خالی نہ جائے۔
۳۹۹	تیری اتھے دال نہیں گلدی۔	یہاں تمہاری دال نہیں گلتی۔
۴۰۰	تیل ویکھ تیل دی دھار ویکھ۔	تیل دیکھ تیل کی دھار دیکھ۔
۴۰۱	تیلی دا بیل مرے تے کہاری ستی ہووے	تیلی کا بیل مرے اور کہاری ستی ہو۔
۴۰۲	تلی بادشاہاں نہ جھلّی۔	خشک سالی بادشاہوں نے بھی نہ قبولی۔
۴۰۳	تھکّے دا کوئی نہ سکا۔	مصیبت زدہ کا کوئی ہمدرد نہیں۔
۴۰۴	تیرا کُدّن چھڈیا توں چالے ہی چل۔	تمہارا کودنا چھوڑا تم چال ہی چلو۔
۴۰۵	تالوں گُتھی ڈومنی نچے تال بتیال	ڈومنی تان سے بے سری ہو کر تال بتیال ناچتی ہے۔
۴۰۶	تازی کوں اشارت گڈاں کوں کوڑا۔	گھوڑے کو اشارہ اور گدھے کو چابک۔
۴۰۷	تردا تاں جاگدا۔ بیٹھا تاں سُتّا اتے سُتّا تے سویا برابر۔	چلتا اور جاگتا اور بیٹھا و سویا ہوا اور سویا اور مویا برابر ہیں۔
۴۰۸	تیر نہ کمان ناں وا پٹھان۔	نہ تیر نہ کمان نام کا پٹھان۔
۴۰۹	تپ تھیں راج راج تھیں نرک۔	ریاضت سے راج اور راج سے دوزخ۔
۴۱۰	تھوم کھاسی تاں بو آسی۔	لہسن کے کھانے سے بو آئے گی۔
۴۱۱	تھوڑی رہا تے جھل پلا۔ جھکی کپ تے نکی گاہ۔ برکت گھت سی آپ خُدا۔	کم کاشت کر اور کافی پانی دے۔ نیچے سے کاٹ اور باریک گاہ ڈال۔ خدا خود برکت ڈالے گا۔

ٹ

۴۱۲	ٹنڈ بیراں دی تے پنڈ بھسیاں دا۔	ٹنڈ بیروں کی اور گاؤں ضعف جگر والوں کا
۴۱۳	ٹنڈاں پتھ نہ جانے تے مگھیاں دا اُستاد	لوٹے بنا نہیں جانتا اور مٹکیوں کا اُستاد
۴۱۴	ٹکے دی گھوڑی تے نو پنسیریاں دانہ۔	ٹکے کی گھوڑی اور ۹ پنسیری دانہ۔
۴۱۵	ٹنڈ وچ دارو[۵۱] تے آلے کیاں نال لڑائی۔	کوزہ میں دارو اور آلے والوں کے ساتھ لڑائی
۴۱۶	ٹکے دی رن چار پیسے دیاں جلماں۔	ٹکے کی عورت اور چار پیسے کی جوکیں۔
۴۱۷	ٹیڑی آکھدی ہے آسمان میں ہی تھمیا ہویا ہے۔	ٹیڑی (ایک آبی جانور) کہتی ہے۔ آسمان میرے ہی سہارے کھڑا ہے۔
۴۱۸	ٹنیا گیا پتاں[۵۲] نوں پت آئے ٹنیا آیا ہی نہ	ٹنیا (ایک چھوٹی سی چڑیا بہ رنگ زرد و سبز) پتروں کو گیا۔ پتر آگئے۔ لیکن ٹنیا نہ آیا۔
۴۱۹	ٹوٹے پھوٹے[۵۳] نہ ملن کریئے لاکھ اوپا۔	ٹوٹے پھوٹے دل نہیں ملتے اگرچہ لاکھ جتن کریں
۴۲۰	ٹوبے دا پانی مندا بھردا ہے۔	چھپر کا پانی مشکل سے محفوظ رہتا ہے۔
۴۲۱	ٹنڈی نوں بھی عشق لگا اے۔	ٹنڈی کو بھی عشق لگا ہے۔
۴۲۲	ٹکے دی ہانڈی گئی تے کتے دی ذات پچھانی گئی۔	ٹکے کی ہنڈیا گئی اور کتے کی ذات پچھانی گئی

[۵۱] جب بے سروسامانی کی حالت میں کوئی شخص کوئی ادعا کرے تو اُس وقت اطلاق کرتے ہیں۔ (آلے) کی ایک قوم منجملہ معزز جاٹوں کے پنجاب میں ہے۔

[۵۲] یہ اُس وقت اطلاق کرتے ہیں جب یہ اظہار مقصود ہو کہ ایک مدعی۔ ایک بانی۔ ایک ساعی کا تو پتہ نہ رہے اور کام قدرتاً یا کسی اور کی کوشش سے ہو جائے۔ (ٹنیا) ایک جانور کا نام ہے۔

[۵۳] شکستہ دل بہت مشکل سے ملتے ہیں اگرچہ لاکھ کوشش ہی کیوں نہ کی جائے۔

۴۲۳	ٹاہلی دے تنے پتر۔	ٹاہلی کے تین ہی پتر۔
۴۲۴	ٹٹیاں بانواں گل نوں لگدیاں نے	شکستہ بائیں گلے کی طرف آتی ہیں۔
۴۲۵	ٹٹیاں بھجیاں وا پتن میلا۔	شکستہ خستہ کا میل پتن پر۔

ج

۴۲۶	جاندے چوردی تڑاگی ہی سہی	جاتے چور کی لنگوٹی ہی سہی۔
۴۲۷	جے دھن دھنیں جے دھن ٹاکیں۔	یا دولت دولتمندوں کے پاس اور یا گپ بازوں کی زبان پر۔
۴۲۸	جیہے روح تیہے فرشتے۔	جیسے روح ویسے فرشتے۔
۴۲۹	جنہاں کھادا پن کے اوہ کی جانن وے۔	جنہوں نے مانگ کر کھایا ہے وہ دینا کیا جانیں
۴۳۰	جمی جہاں[1] رلیا ہکو جھگا گلیا۔	جمی اور جہاں ملے اور ایک ہی گھر برباد ہوا۔
۴۳۱	جیں ول بٹھیاری وارہ اُسی دا۔	جس طرف بٹھیاری ماری اُسی کی۔
۴۳۲	جیندے پیکے نیڑے اوہ پیراں نال کھیڑی	جس عورت کے میکے نزدیک وہ چلتی ہی رہے۔
۴۳۳	جم نہ کی نانی دا ہانڈرا۔	پیدا ہوئی نہیں اور نانی کے مشابہ
۴۳۴	جٹ ملوک[2] تے گونگلواں دا اُجاڑا۔	جاٹ نازک اور شلغموں کا اُجاڑا۔

[1] ۔ دونوں ایک جیسے مل گئے اور کام بگڑ گیا۔ جمی و جہاں دو فرضی نام ہیں۔

[2] ۔ وہاں بولتے ہیں جہاں یہ ظاہر کرنا ہو کہ باوجود دعوے نزاکت لیاقت عظمت امارت وغیرہ وغیرہ کے کوئی فعل نامناسب سرزد ہو۔

۴۳۵	جے جٹ دا[۵۱] مونہہ پانی ول تے پانی دا مونہہ رڑھ ول۔ جے جٹ دا مونہہ گھر ول تاں پانی دا مونہہ جھر ول۔	اگر جاٹ کا مُنہ پانی کی طرف تو پانی کا مُنہ نہر کی طرف۔ اگر جاٹ کا مُنہ گھر کی جانب تو پانی کا مُنہ بنجر کی جانب۔
۴۳۶	جم نہ مُکی تے نک نا نکیاں تے۔	جنم لیا ہی نہیں اور ناک نا نہال پر۔
۴۳۷	جمیا بال تے ایہو حال۔	پیدا ہُوا لڑکا اور یہی حال۔
۴۳۸	جمے نو تے پٹے تیراں۔	پیدا ہوئے نو اور سیاپا تیرہ کا کیا۔
۴۳۹	جھوٹو جھوٹ[۵۲] چتا وڑ سو	جھوٹ در جھوٹ صدہا در صدہا۔
۴۴۰	جنہاں[۵۳] جنیاں اونہاں نوں بنیاں۔	جنہوں نے (لڑکیاں) جنیں اُن کو ہی پیش آئی
۴۴۱	جیہا مونہہ تہی چپیڑ۔	جیسا مُنہ ویسی چپیڑ۔
۴۴۲	جیہے روح تیہے فرشتے۔	جیسے روح ویسے فرشتے۔
۴۴۳	جس درخت[۵۴] دے چھاویں بیٹھنا اُسی نوں کٹنا۔	جس درخت کے سایہ میں بیٹھنا اُسی کو کاٹنا۔
۴۴۴	جیڑھے جیون[۵۵] گے سو پیون گے۔	جو جئیں گے سو پئیں گے۔
۴۴۵	جس لائی[۵۶] گلیں اُسے نال اُٹھ چلی	جس نے باتوں لگائی اُسی کے ساتھ چلتی ہوئی

۵۱۔ یہ مرب المثل زرعی رنگ میں کہی گئی ہے۔ اور اس کی بنیاد تجربہ پر ہے۔

۵۲۔ یہ اُس وقت اطلاق پاتی ہے کہ جب کسی کذاب کے قول پر ریمارک کرنا ہو۔

۵۳۔ یہ اُس وقت اطلاق پاتی ہے جب یہ ظاہر کرنا ہو کہ جو کوئی کسی مہم کسی کام کو اُٹھاتا ہے۔ وہی اُس کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

۵۴۔ بے وفائی۔ نمک حرامی۔ غداری۔ احسان فراموشی سے مراد ہے۔

۵۵۔ جو رہیں گے جو ہوں گے وہ ہی دیکھیں گے اور وہی بھگتیں گے۔

۵۶۔ کم اندیش کم فہم ڈھل مل یقین عورت اور مرد پر اطلاق پاتی ہے۔

۴۴۶	جنہاں کھادیاں وہیلاں اوہ کی جانن کار	جنہوں نے بیکار رہ کر کھائیں وہ کیا جانیں کام
۴۴۷	جتنا چھوٹا اوتنا ہی کھوٹا۔	جس قدر چھوٹا اُس قدر ہی خراب۔
۴۴۸	جتھے[۵۱] ویکھے تو اپرات اُتھے گانوے دن رات	جہاں تو اور پرات دیکھے وہاں ہی دن اور رات گائے۔
۴۴۹	جس کی لاٹھی[۵۲] اُسی کی بھینس۔	جس کی لاٹھی اُسی کی بھینس۔
۴۵۰	جٹ[۵۳] دی اک سو اک پت	جاٹ کی ایک سو ایک عزت۔
۴۵۱	جی نوں جی۔	مدارات کو مدارات ہے۔
۴۵۲	جن دیکھا نہیں شینہ اوہ دیکھے بلائی جن دیکھا نہیں چور اوہ دیکھے جوائی	جس نے شیر نہیں دیکھا وہ بلّی دیکھے۔ جس نے چور نہیں دیکھا وہ داماد دیکھے۔
۴۵۳	جھگڑے دی پنڈ۔	جھگڑے کی بقچی۔
۴۵۴	جب تک سانس تب تک آس۔	جب تک دم تب تک اُمید۔
۴۵۵	جس نوں آن نہیں اوہنوں ایمان نہیں	جس کو آن نہیں اُس کو ایمان نہیں۔
۴۵۶	جدھر[۵۴] گیاں بیڑیاں اُدھر گئے ملاح۔	جدھر بیڑیاں گئیں اودھر ملاح بھی گئے۔
۴۵۷	جن جاوے پر ظن نہ جاوے۔	جن نکل جائے پر ظن نہ نکلے۔
۴۵۸	جو[۵۵] پھٹی سو اوون پھٹی۔	جو خراب ہوئی چسکے سے ہوئی۔

۵۱۔ مطلب پرست خود غرض ابن الوقت سے مراد ہے۔

۵۲۔ اقبال۔ زور۔ کامیابی۔ رسوخ۔ کی تعریف ہے۔ عوام الناس انہیں امتیازات کے پابند اور دلدادہ ہوتے ہیں۔

۵۳۔ چونکہ زمیندار کے تعلقات بڑے وسیع ہوتے ہیں اور صدہا جانب سے اُس پر زدیں پڑتی ہیں۔ اس واسطے یہ کہا گیا ہے کہ اُس کی عزت کئی طبقے رکھتی ہے۔

۵۴۔ جب اصلیت یا اصل شے جس کے بہت کچھ تعلقات ہوتے ہیں نہیں رہتی تو اُس کے حواشی بھی باقی نہیں رہتے۔

۵۵۔ بُری عادت چسکا بُری خو سے ہی اکثر لوگ خراب اور ذلیل ہوتے ہیں۔

۴۵۹	جیڑھے گجدے ہن وسدے نہیں۔	جو گرجتے ہیں برستے نہیں۔
۴۶۰	جان بجھ[۵۱] کے مکھی کون گلل دا ہے۔	جان بوجھ کر مکھی کون کھاتا ہے۔
۴۶۱	جمدیاں[۵۲] سولاں دے موہنہ تکھے	کانٹے جمتے ہی تیز ہوتے ہیں۔
۴۶۲	جموں[۵۳] شہر دیاں چار بلائیں۔ منڈے رناں۔ باہمن۔ گائیں۔	جموں (ریاست کشمیر میں) شہر کی چار بلائیں ہیں۔ لڑکے۔ عورتیں۔ برہمن۔ گائیں۔
۴۶۳	جیڑھا گڑ دتیاں مرے اوہنوں زہر کیوں دینی۔	جو گڑ کھا کر مرجائے اُس کو زہر کیوں دینا
۴۶۴	جھوٹیاں نوں درگاہ دے دھکے۔	جھوٹے درگاہ (ایزدی) سے بھی دور رہتے ہیں
۴۶۵	جھوٹ سچ نوں بھی لے ڈبدا ہے۔	جھوٹ سچ کو بھی لے ڈوبتا ہے۔
۴۶۶	جولاہے[۵۴] دی مسخری مان بہن نال۔	جولاہے کی مسخری ماں بہن سے۔
۴۶۷	جوٹھا[۵۵] بیٹھے دے سبب کھاندے نے۔	پس خوردہ بیٹھے کی وجہ سے کھاتے ہیں۔
۴۶۸	جھوٹے[۵۶] دا ہار وعو۔	جھوٹے کا جواب یہ وہ۔
۴۶۹	جم[۵۷] نہ ڈٹھا بوریا تے سپنے آئی کھٹ	عمر بھر میں تو بوریا بھی نہ دیکھا اور خواب میں چارپائی دیکھی۔
۴۷۰	جان بوجھ کے ایانا بننا۔	جان بوجھ کر نادان بننا۔

۵۱۔ جان بوجھ کر کوئی شخص بُرائی نہیں کرتا۔ شامت نفس کراتی ہے۔
۵۲۔ ہونہار کے لچھن ہی جُدا ہوتے ہیں۔
۵۳۔ اگرچہ یہ کہاوت جموں سے خاص ہے۔ مگر جہاں اس قسم کی باتیں پائی جائیں وہاں اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔
۵۴۔ جولاہے کے ذہن میں بسلتے ہیں۔ گویا یہ کہ عقل مندی کی تو یہ حرکت نہیں کوئی بے وقوف ہی کرتا ہوگا۔
۵۵۔ ایک تحریک سے دوسری تحریک ہوتی ہے۔
۵۶۔ جھوٹے کا جواب سوائے این و آں کے اور کچھ نہیں ہوتا۔
۵۷۔ تعلیمات کی مذمت۔

۴۷۱	جیوں ملاح بیڑی ڈوب کے بہندا ہے۔	جس طرح ملاح بیڑی ڈوب کر بیٹھتا ہے
۴۷۲	جس پنڈ[۱] نہیں جانا او ہدا راہ کی پچھنا۔	جس گاؤں میں نہیں جانا اُس کی راہ کیا پوچھنا۔
۴۷۳	جتھے ہووے[۲] پیار اُتھے نہ دیئے اُدھار جے دیئے اُدھار پھر دیئے وسار۔	جہاں دوستی ہو وہاں قرضہ نہ دینا چاہئے اگر اُدھار دیں تو پھر یاد ہی نہ رکھیں۔
۴۷۴	جٹ دا ہا سا بھن سٹے پاسا۔	جاٹ کی مذاخ پہلو توڑ دے۔
۴۷۵	جگہ دیکھ کے پیر پسار یئے۔	جگہ دیکھ کر پاؤں لمبا کرنا چاہئیے۔
۴۷۶	جتنا[۳] نہاتی اُتنا ہی پُن۔	جس قدر نہائی اُسی قدر بہتر۔
۴۷۷	جان[۴] نہ پچھان صاحب سلامت۔	نہ جان نہ پہچان صاحب سلامت۔
۴۷۸	جیسی نیت ویسی مراد۔	جیسے نیت ویسے مراد۔
۴۷۹	جسدی[۵] کوٹھی وچ دانے اوہدے کملے بھی سیانے۔	جس کی کوٹھی میں دانے اس کے دیوانے بھی عقل مند۔
۴۸۰	جواں[۶] دا ڈھیر تے گدھوں راکھا۔	جو کا ڈھیر اور گدھا محافظ۔
۴۸۱	جٹ کی جانے[۷] لونگاں دی سار۔	جاٹ لونگوں کی قدر کیا جانیں۔
۴۸۲	جم چکیا نہیں تے لبترا گوں۔	پیدا ہوا ہی نہیں اور لبترا پہلے ہی سے۔

[۱] ۔ جب کچھ تعلق اور کچھ واسطہ ہی نہیں تو پھر وہاں (معاملات کی کیا ضرورت ۔ باکبر شما بہ سلامت۔
[۲] ۔ محبت اور دوستی میں قرضہ دینا خرابی پیدا کرتا ہے ۔ القرض مقراض المحبت۔
[۳] ۔ یعنی جس قدر تم سے ہو سکا اُسی قدر غنیمت مہربانی کیجئے۔
[۴] ۔ یہ وہاں بولتے ہیں جہاں کوئی خواہ مخواہ گلے کا ہار ہو۔
[۵] ۔ جو کھاتا پیتا اور فارغ البال ہے اُس کے دیوانے بھی سمجھے جاتے ہیں اقبال و فارغ البالی بہت کچھ اثر رکھتی ہے۔
[۶] ۔ ناموزوں نسبت کا خاکہ اُتارا گیا ہے۔
[۷] تنقیدی اصول میں مناسبت کا بیان کیا گیا ہے ۔ بہ مصداق "قدر جوہر جوہری داند"

۴۸۳	جیڑھا بولے[۱] اوہی کُنڈا کھولے۔	جو بولے وہی کُنڈا کھولے۔
۴۸۴	جیڑھا آوندا[۲] ہے گھوڑے تے سوار ہی آوندا ہے	جو آتا ہے گھوڑے پر سوار ہی آتا ہے۔
۴۸۵	جس دی مانی اُس دی کانی۔	جس کی روٹی اُس کی چلت۔
۴۸۶	جیوں دیائی تے سکھ جائی۔	بچہ پیدا ہوا اور جان چھٹی۔
۴۸۷	جنج منھاں تے گھوٹ[۳] کاٹھیاں۔	برات (منھاں) پر اور دُلہا لکڑیوں میں۔
۴۸۸	جنہاں کھادیاں گاجراں پیٹ پیڑ تنہاں	جنہوں نے گاجریں کھائیں اُنہیں کے پیٹ میں درد
۴۸۹	جاگدیاں دیاں دچھیاں تے سُتیاں دے کوہین۔	جاگتوں کی بچھڑیاں اور سوتوں کے بچھڑے
۴۹۰	جنگ پئی ساہنیں تے پیٹھن بوٹے۔	لڑائی سانڈھوں میں ہوئی اور جھاڑیاں اُکھڑیں
۴۹۱	جیندیں کہیں نہ سٹی تے موئیں دھڑا دھڑ پٹی۔	زندہ تو کسی نے پوچھی نہیں اور مرنے پر دھڑا دھڑ سیاپا کیا۔
۴۹۲	جی دی جی تے پھوٹ دی پھوٹ۔	خاطر کی خاطر اور منافقت کی منافقت
۴۹۳	جیڈی سری اوہو جیڈی مکری۔	جس قدر دماغ ہے اُسی قدر وقوف نہیں۔
۴۹۴	جٹ دی وُاندنال راند ہے۔	جاٹ کی بیل کے ساتھ کھیل ہے۔
۴۹۵	جیڈے ویسی لوک لوکائی اساں وی ویسوں وِگاچائی۔	جدھر مخلوق جائے گی اُدھر ہی ہم بھی لاٹھی اُٹھائی جائیں گے۔

[۱] - خواہ مخواہ ایک کام ایک مہم کسی کے ذمہ لگا دینا۔
[۲] - خواہ مخواہ کی حکومت رعب کی نذمت کی گئی ہے۔
[۳] - مطلب یہ کہ برات کہیں اور دُلہا کہیں بے موقعہ سیمے کے اظہار کے واسطے اطلاق پاتی ہے۔ (منھاں چند لکڑیوں سے زراعت میں واسطے حفاظت زراعت کے بنایا جاتا ہے۔ جس پر حافظ بیٹھکر نگرانی کرتا ہے۔

۴۹۶	جیسے چان ویسے بچاں۔	جیسے چاں ویسے ہی اُس کے بچے۔
۴۹۷	جس دا کام اُسی کو ساجے اور کرے تو ٹھینگا باجے۔	جس کا کام اُسی کو ساجے اور کرے تو ٹھینگا باجے۔
۴۹۸	جتنے مونہہ اُتنیاں باتاں۔	جتنے مُنہ اُسی قدر باتیں۔
۴۹۹	جٹی ڈٹھی ڈنبہری اوہ گھناں کہ اوہ	جٹی نے ڈمری (مچھلی) دیکھی سوچنے لگی کہ وہ لوں یا یہ۔
۵۰۰	جٹ ملوک تے دھوسہ سرتے۔	جاٹ نازک اور کمبل سر پر۔
۵۰۱	جوگی کسی دا نہ مِت۔	جوگی کسی کا دوست نہیں۔
۵۰۲	جیٹھ جیٹھیں ہاڑ کہیں۔ ساون مول نہ رہائیں۔	شروع جیٹھ میں تخم ریزی اچھی درنہ ہاڑ ساون کے مہینہ میں کبھی تخم ریزی نہ کرو۔
۵۰۳	جے توں جُتیاں چکیاں۔ موت جُتا جندراہ	اگر تو نے چکیاں جوتیں تو موت نے جندراہ جوتا ہے
۵۰۴	جیون کوڑا آسرا۔ عمر بے وفا۔	زندگی جھوٹا آسرا ہے عمر بے وفا ہے۔
۵۰۵	جس دا کھاوے اُس دا گاوے۔	جس کا کھائے اُسی کا گائے۔
۵۰۶	جوگیاں[1] دی گاں۔	جوگیوں کی گائے۔
۵۰۷	جہی ماں تے جہی ماسی کندھ ایرے تے آسی۔	جیسی ماں ویسی ماسی دیوار نیو پر آئے گی
۵۰۸	جٹ کی جانن کوکلے پد بہیڑے کھاج۔	جاٹ جو پد بہیڑے کھانیوالے ہیں کوکلے (ایک قسم کا بیر) کی قدر کیا جانیں۔

[1] جوگیوں کی گائے مختلف خوراکوں کی عادی ہوتی ہے۔ جو شخص ہر دل عزیز اور ہر جائی ہوتے ہیں اُن پر اطلاق کرتے ہیں۔

۵۰۹	جٹ گناں نہیں دیندا بھیلی دیندا ہے۔	جاٹ گنا نہیں دیتا بھیلی دیتا ہے۔
۵۱۰	جٹ مچلا[۵۱] تے خدا نوں لے گئے چور۔	جاٹ مچلا اور خدا کو لے گئے چور۔
۵۱۱	جورو زور دی[۵۲]۔ نہیں کسی ہور دی۔	بیوی زور کی نہ کسی اور کی۔
۵۱۲	جان ہے تے جہان ہے۔	اگر جان ہے تو جہان ہے۔
۵۱۳	جس نوں اگے جا کے اوڈیکناں ہے اوہنوں نال لیکے چلیئے۔	جس کا آگے جا کر انتظار کرنا ہے اُس کو ساتھ ہی لیکر چلیں۔
۵۱۴	جتنے سوت اوتنا پالا۔	جس قدر کپڑے اُسی قدر سردی۔
۵۱۵	جے مونہہ منداہووے تے گل چنگی کھڈے	اگر مُنہ خراب ہو تو بات اچھی کریں۔
۵۱۶	جتنی چادر[۵۳] دیکھئے اوتنے پیر پھیلایئے۔	جس قدر چادر ہو اُسی قدر پاؤں پھیلانے چاہئیں۔
۵۱۷	جو مزا اپنے چوبارے نہ بلخ نہ بخارے۔	جو مزا اپنے چُبارے نہ بلخ نہ بُخارے۔
۵۱۸	جو گل کٹے کسی دا اپنا سوئی کٹا۔ اگے پچھے نالکا بدلا لوے گا پا۔	جو کسی کا گلا کاٹے گا۔ آگے پیچھے اُس کا بھی کاٹا جائے گا۔ جیسی کرے ویسی بھرے۔
۵۱۹	جو ہیسی جو چیسی۔ کنک رہیسی کنک چیسی۔	جو بوئے گا جو کاٹے گا اور جو کنک بوئے گا کنک کاٹے گا۔
۵۲۰	جے سودے دی سار نہ جانے تے دوندے چوندے خرید۔	اگر بیلوں کا سودا نہ کر سکو تو دو دانت اور اور چار دانت کی عمر کے خریدو۔

۵۱۔ تجمل عارفانہ سے مراد ہے۔
۵۲۔ مطلب یہ کہ بیوی اُسی کی ہوتی ہے جو اُس پر ایک قسم کا تصرف رکھے۔ اور اُسی کے حیطہ اختیارات میں رہے۔
۵۳۔ حسب طاقت کام کرنا۔ ارادہ کرنا۔

۵۲۱	جٹ بگاڑے مرشد نال جد بولے تد کڈھے گال۔	جاٹ مرشد سے بھی بگاڑے جب بولے تب گالی دے۔
۵۲۲	جم نہ بائی کنگھی سر آ ہلنا۔	عمر بھر کنگھی نہ کی اور سر آشیادہ۔
۵۲۳	جان نہ پچھان رات کٹھی ہی کٹان گے	جان نہ پہچان رات اکٹھے ہی رہیں گے۔
۵۲۴	جمیا سلکھنا کلی وچ کھنہ نہ رکھنا۔	خوش قسمت پیدا ہوا گھر میں تنکا نہ رکھنا
۵۲۵	جہی کوکو اوہو جہے بچے۔	جیسی کوکو (فاختہ) ویسے ہی بچے
۵۲۶	جٹ جٹ جٹڑا لک بدھا پٹڑا۔	جاٹ جاٹ جٹڑا (تصغیر) کمر میں تھتا باندھا
۵۲۷	جنجے چڑھے[۵۱] نہیں تے چڑھدی بھی نہیں دیکھی۔	اگر رات میں نہیں چڑھے تو کیا چڑھتے بھی نہیں دیکھی۔
۵۲۸	جس کا ہاتھی[۵۲] اُسی کا نام	جس کا ہاتھی اُسی کا نام۔
۵۲۹	جیوے آسا مرے نراسا۔	امید سے زندگی اور مایوسی سے موت۔
۵۳۰	جتنی گوڈیاں اوتنی موہڈن۔	جتنی گوڈیاں دی جائیں اوتنی موہڈی (جنس) ہو۔
۵۳۱	جنہاں کھوٹ اونہاں مونہہ کالا۔	کھوٹوں کا مُنہ کالا۔
۵۳۲	جمے لال تے ونڈے کولے	پیدا ہوئے لعل اور تقسیم کیئے کوئلے۔
۵۳۳	جے توں منڈھے تے منڈھانی ہیں شیر تے شیرانی۔ جے توں چورے تے چورانی۔ ایہ گڈوں تے ایہ رانی۔	اگر تم درخت کا تنا ہو تو میں شیر ہوں اور اگر تم چور ہو تو یہ گدھ اور رانی۔

۵۱۔ وہاں اطلاق کرتے ہیں جہاں اپنے تجربہ کا اظہار مقصود ہو۔
۵۲۔ مالک ہی کا نام ہوتا ہے۔ دوسرے لوگوں کو کوئی نہیں جانتا۔ اظہار اصلیت کے موقعہ پر اطلاق پاتی ہے۔

۵۳۴	جے دھن جاندا دیکھیے۔ اڈھا دیئے ونڈ	اگر دولت جاتی دیکھیں تو نصف تقسیم کردیں
۵۳۵	جینڈے ہتھ ڈوئی بکھ مرے سوئی۔	جس کے ہاتھ میں ڈوئی وہی بھوک مرے
۵۳۶	جٹ پنے تے کندھ کولوں بھی گھنے	جاٹ مانگے تو دیوار سے بھی لے کے چھوڑے
۵۳۷	جٹ تے پھٹ بدھا چنگا۔	جاٹ اور زخم باندھا ہی اچھا۔
۵۳۸	جٹ کی[۱] جانے راہ۔	جاٹ راہ کیا جانے۔
۵۳۹	جینڈے ہتھ ڈوئی اوہ داسہ کوئی۔	جس کے ہاتھ میں ڈوئی اسی کا سب کوئی۔
۵۴۰	جم نہ دھاتی کوڑا تیل۔	عمر بھر نہ نہائی اور کوڑا تیل۔
۵۴۱	جم نہ کنگھی واہی سر لیکھیں جڑیا۔	عمر بھر کنگھی نہ کی اور سر میں جوئیں۔
۵۴۲	جٹ وڈھے تاں راہ بدھے[۲]۔ کراڑ وڈھے تاں جٹ بدھے۔	جاٹ بڑھے تو راہ بند کرے۔ کراڑ بڑھے تو جاٹ باندھا جائے۔
۵۴۳	جینا کھیر وکاوے اوہ دہی کیوں جماوے۔	جس کا دودھ بکے وہ دہی کیوں جمائے۔
۵۴۴	جنوں ظن برا۔	ظن بیجا باجن کے برا ہے۔
۵۴۵	جنہاں دیاں مرگیاں ماواں ٹکڑے کھوہ لئے کاواں[۳]	جن کی مائیں مرگئیں اُن کے روٹی کے ٹکڑے کوّوں نے چھین لئے۔
۵۴۶	جدے ہن ہن۔ چھن چھن اوڈاہیں۔	جہاں ہن ہنا ہٹ وہیں چھن چھن۔
۵۴۷	جولاہا یار نہیں کنگ ہتھیار نہیں۔	جولاہا یار نہیں اور کنگ (ایک راز) ہتھیار نہیں
۵۴۸	جنہاں جتے کھوہ انہاندی سکھ نہ ستے روح	جنہوں نے چاہ چلائے انکی روحیں آرام سے نہ سوئیں

۱؎ - مطلب یہ کہ جاٹ راہ کی پابندی نہیں کرتا بدھرسے موقعہ پاتا ہے نکل جاتا ہے۔ فروت کا تقدم ثابت کیا گیا ہے۔

۲؎ - جاٹ بڑھتا ہی تو فروعیات نزاعت کے دھیلے راہ بند کرتا ہے۔ اور ساہوکار اقبال کی صورت میں جاٹ کو تنگ کرتا ہے۔ دونوں کے تعلقات کا بیان کیا گیا ہے۔

۳؎ - یتیموں کی حالت کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اور ہر کس پر سی پہ اطلاق پاتی ہے۔

۵۴۹	جٹ نازک دُھتے دا تروڑا۔	جاٹ نازک اور کمبل کی کھینچا تانی۔
۵۵۰	جس پتر کنوں ڈرے نہ ویری۔ اُس کنوں دھی بھلیری۔	جس بیٹے سے دشمن نہ ڈرے اُس سے بیٹی ہی اچھی۔
۵۵۱	جو ساوے نے کوئی نہ آوے۔ جو پکّے تے ملن سکّے۔	جب جو سبز ہوتے ہیں تو کوئی نہیں آتا۔ جب پکتے ہیں تو خویش و اقربا بھی آجاتے ہیں۔
۵۵۲	جیڑھا کوئی رہیسی۔ سوئی چیسی۔	جو بوئے گا وہی کاٹے گا۔
۵۵۳	جیہا کرے تیہا پاوے۔	جیسا کرے ویسا پائے۔
۵۵۴	جلّے دے ارائیں اوہو چوراتے اوہو سائیں	جلہ ایک گاؤں تحصیل بودہران ضلع ملتان میں ہے اس کے ارائیں وہی چور اور وہی مالک
۵۵۵	جو کرے تمیر نہ پیر کرے نہ پرمیسر۔	جو کشتہ تا نہ بنائے نہ پیر بنائے اور نہ پرمیشر
۵۵۶	جو کرے گھیو نہ کرے ماں نہ کرے پیو۔	جورو خصم کرے نہ ماں کرے نہ باپ۔

چ

۵۵۷	چھپر چڑھ نہیاتے دتھے۔ بھونکن چور تے نسن سکتے۔	چھپر پر چڑھ کر ناچاں پر رہے۔ چور بھونکیں اور کتے بھاگیں۔ (بطور طنز)
۵۵۸	چٹے کپڑے[1] تے سلاماں دی چٹی۔	سفید کپڑے اور سلاموں کی چٹی۔
۵۵۹	چٹی داہڑی[2] تے ناں دلبر۔	سفید داہڑی اور نام دلبر۔

[1] مطلب اس کا یہ ہے کہ نرے سفید کپڑوں کی خاطر لوگ سلام کرتے ہیں ورنہ بات کچھ نہیں۔ جہاں نری فوں فاں ہی ہو وہاں اس کا اطلاق کرتے ہیں۔

[2] معتبر۔ بزرگ۔ عظیم الرتبہ ہو کر کسی فعل نامناسب کا مرتکب ہونا۔

۵۶۰	چوہا کھڈ نہ[۵۱] لاوے پچھو بدھا چھج۔	چوہا بل میں نہ سمائے دم میں چھاجہ باندھا ہوئے۔
۵۶۱	چڑی دی[۵۲] چنج چلہیواں حصہ۔	چڑیا کی چونچ چالیسواں حصہ۔
۵۶۲	چاچا چور[۵۳] بھتر بجا قاضی۔	چچا چور اور بھتیجا قاضی۔
۵۶۳	چاکر چور ونجارہ گھر آوے تاں جاپے۔	نوکر چور اور بنجارا گھر میں آئے تو جانیں۔
۵۶۴	چور کولوں پنڈ کاہلی۔	چور سے بچنی شتاب کار۔
۵۶۵	چنن[۵۴] دی آئی ٹوٹے تے آن بہالی کوٹھے	چنتی آئی لکڑیاں اور محل میں لاکر بٹھادی
۵۶۶	چنگی کر بٹھائی پیڑے نے مچرا۔	شریف کرکے بٹھائی اور پیڑے مچرائے۔
۵۶۷	چنگی کر بٹھائی تے پیڑے ترنڈن آئی۔	شریف کرکے بٹھائی اور پیڑے چھیننے آئی۔
۵۶۸	چٹی پئی[۵۵] مہر تے مہر پائی شہر تے۔	چٹی مہر پر رکھی گئی اور مہر نے شہر پر ڈالی۔
۵۶۹	چٹی پئی خان تے خان پائی جہان تے	چٹی خان پر لگائی گئی اور خان نے جہان پر لگادی
۵۷۰	چنگے چنگے مرگئے تے رہ گئے یا دے۔ رب کولوں دعا منگے تے کوئی ٹوٹا بھوئیں وا دکاوے۔	اچھے اچھے مرگئے اور رہ گئے بیہودہ سب دعا مانگیں کہ کوئی ٹکڑا زمین کا بک جائے
۵۷۱	چڑیاں موت گواراں ہاسہ۔	چڑیوں کی موت اور گنواروں کی ہنسی۔
۵۷۲	چور رجیانا[۵۶] نے ساہدہ بکھاناں	چور سیر نہیں اور شریف بھوکا نہیں۔

۵۱۔ جب کوئی شخص خواہ مخواہ کسی اجنبی سے اپنے تئیں ایک تکلیف مالایطاق میں ڈالتا ہے تو اس وقت اطلاق پاتی ہے
۵۲۔ جہاں بہت ہی کم دخل یا کم حصہ یا مانع ثابت ہو وہاں اس کا اطلاق کرتے ہیں۔
۵۳۔ جہاں ایک منصوبہ بازی سے کوئی کام کیا جاتا یا کوئی تحریک ہوتی ہے وہاں اس کا اطلاق ہوتا ہے۔
۵۴۔ اظہار اصلیت کے واسطے بولی جاتی ہے۔
۵۵۔ اپنا بار دوسرے پر ڈالنا۔
۵۶۔ بدنیت کبھی سرسبز نہیں ہوتا۔ اور نیک نیت کبھی دلی اطمینان کی نعمت سے محروم نہیں رہتا۔

۵۷۳	چڑھیا[1] سوتے لتھا بھو۔	سو قرضہ ہُوا اور خوف اُترا۔
۵۷۴	چنگا اوہو بیلی جیندی ناں ہووے لیلی۔[2]	اچھا دہی نوکر جس کے پاس بکری کا بچہ نہ ہو
۵۷۵	چوراں پت نہ کائی توڑے ہودن سگے بھائی	چوروں کی کوئی پت نہیں اگرچہ سگے بھائی ہوں
۵۷۶	چھج تا بولے چھانن کی بولے۔	چھاجہ تو بولے چھننی کیا بولے۔
۵۷۷	چوروں چٹی بھلی۔ کُتے نوں گٹی بھلی۔ گندی رن سٹی بھلی۔	چور کو چٹی اچھی اور کتے کو پٹا اچھا اور خراب عورت کو چھوڑ دینا اچھا۔
۵۷۸	چھج تے چھجلی تاں پئے۔[3] پر پردل کیا پئے۔ جیکوں سو چھین۔	چھاجہ اور چھلنی تو اترائے۔ چھننی کیا ناز کرسکتی ہے۔ جس میں سو چھید ہوں۔
۵۷۹	چھوٹا مونہ بڑی بات۔	چھوٹا مُنہ بڑی بات۔
۵۸۰	چوردی ماں کوٹھی وچ مونہہ[4]	چور کی ماں کا کوٹھی میں مُنہ۔
۵۸۱	چوہے نوں لبھی ہلدی دی گٹھی تے پسا ری[5] بن بیٹھا۔	چوہے کو ہلدی کی گانٹھ ملی اور پنساری بن بیٹھا۔
۵۸۲	چھڈے گراں تاں کی لینا ناں۔	جو دیہات چھوڑ دے اُن کا نام کیا لینا۔
۵۸۳	چرم چاراں دے متھے۔	چمڑا چماروں کے واسطے۔
۵۸۴	چنگیاندے منڈے تے مندیاں دے چنگے	اچھوں کے خراب اور بُروں کے اچھے۔
۵۸۵	چنا چیت کھنا۔	ماہ چیت میں چنا گنجا ہو جاتا ہے۔

[1] جب کسی عدد تک ایک بُری عادت گھر کر لیتی ہے تو پھر اُس کی بُرائی کا احساس باقی نہیں رہتا۔
[2] نوکر وہی اچھا جو فرائض ملازمت کے ساتھ خود اپنی ایسی ضروریتیں نہ رکھتا ہو۔ جو اصل فرائض میں حارج ہوں مطلب یہ کہ زائد امور اصل فرائض کے حارج ہیں۔
[3] بغرض اظہار اہلیت۔
[4] بُری نسبت اچھی شئی کے واسطے بھی ندامت کا موجب ہوتی ہے۔
[5] بے بضاعتی کی معلومات پر ادعا دانستہ بے حقیقت۔

۵۸۶	چڑھ جا بچا سولی تینوں تتی وا نہ لگے۔[۵۱]	بچہ سولی چڑھ جا تجھیں گرم ہوا نہ لگے۔
۵۸۷	چھولے[۵۲] کی جان باہ نوں۔ ماہ کی جان گاہ نوں۔ جٹ کی جان راہ نوں۔	چنا بہت تردد نہیں چاہتا۔ جنس ماش کو گاہنا نہیں چاہیے۔ جاٹ راہ کیا جانے۔
۵۸۸	چڑھیا ساون ماہ تے رینڈے اَل گئے مت نہ کیتا کو اوہ دن چھل گئے۔[۵۳]	ساون مہینہ چڑھا اور خربوزے گندے پڑ گئے کسی کو دوست نہ بنایا وہ دن جاتے رہے
۵۸۹	چند نیداں دے معاملے چڑھن چڑھن ناں چڑھن ناں ہی چڑھن۔	چاند کے چڑھنے کا معاملہ ہے۔ چڑھے نہ چڑھے۔
۵۹۰	چند کی چاہ چکور کرے نس دیوت کی جوت جو جلی تینگی۔	چکور (ایک جانور) چاند کی محبت کرے۔ شمع کی روشنی میں پروانہ جلے۔
۵۹۱	چونڈے[۵۴] بہتے نے۔ داڑھیاں تھوڑیاں نے	اکثر مرد زن مزاج ہیں۔ مرد مزاج کم ہیں۔
۵۹۲	چنا بھڑکے[۵۵] تے بھڑ ڈھا سٹنا ہے۔	چنا چٹخے تو کیا بھاڑ گرا دے گا۔
۵۹۳	چوٹی کتی منڈیاں دی راکھی۔	چوٹی کیتا روٹیوں کی محافظ
۵۹۴	چورا چکا چوہدری تے گنڈی رن بھردان	چورا چکا چوہدری قحبہ عورت معتبر۔
۵۹۵	چیلاں[۵۶] دے آہلنے وچ ماس۔	چیلوں کے آشیانہ میں گوشت۔

۵۱۔ تحریک نامرغوب اور اشتعالک نارواکے اظہار کے لئے۔

۵۲۔ چنے بہت پانی نہیں چاہتے ——— جنس ماش کے واسطے کنک کی طرح گاہنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ جاٹ راہ مشکل سے چلتے ہیں۔ مطلب یہ نہ مناسب پابندیاں کوئی فائدہ نہیں رکھتی ہیں۔

۵۳۔ مطلب یہ کہ وقت کی قدر نہ کی۔ جیسے کہ خربوزے ساون سے پہلے کام میں نہ لائے گئے اور ساون آنے پر وہ سڑ گل گئے جب مروت۔ قدمت۔ احسان سے لوگوں کو دوست بنانے کے وقت اس وقت کو خیال نہ کیا اور بعد میں وہ دن ہی نہ رہے

۵۴۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ بلحاظ مردانہ جنس کے کوئی کوئی ہی مرد ہے۔ ورنہ زنانہ خصلت بہت لوگ ہیں۔

۵۵۔ مطلب یہ کہ تھوڑی طاقت کا انسان بڑی طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

۵۶۔ مطلب یہ کہ جنہیں خود ضرورت ہو اُن سے دوسرے کی ضرورت کا رفع ہونا مشکل ہے۔

۵۹۶	چھونگا[1] ہووے پار کھڑا۔ سودا کریں ارو ار کھڑا۔	چھونگا (ایک قسم کا بیل) اگر دریا کے پار بھی کھڑا ہو تو وار کھڑے ہو کر ہی سودا کر لو۔
۵۹۷	چھیتی اگے ٹوٹے۔	جلدی کے آگے گڑھے۔
۵۹۸	چند اُتے تھکیاں اپنے مونہہ پر ہی پیندا ہے	چاند پر تھوکنے سے تھوک اپنے مونہہ پر ہی پڑتا ہے
۵۹۹	چوڑ چانن تے اُلٹی مت۔	گیا گزرا اور اُلٹی مت۔
۶۰۰	چور دا یار عیبی۔	چور کا دوست عیبی۔
۶۰۱	چور دی داہڑی وچہ تنکا۔	چور کی داہڑی میں تنکا۔
۶۰۲	چراغ تلے اندھیرا۔	چراغ کے نیچے اندھیرا۔
۶۰۳	چار دن دی چاندنی پھر اندھیری رات	چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات۔
۶۰۴	چل چل کھیڈو انظر آ۔	ہٹو ہٹو کھیلتے نظر آؤ۔
۶۰۵	چھاتی اوتے مونگ دلدا ہے۔	چھاتی پر مونگ دلتا ہے۔
۶۰۶	چغل خور دا منہ کالا۔	چغل خور کا منہ کالا۔
۶۰۷	چلدی دا ناں گڈی۔	چلتی کا نام گاڑی۔
۶۰۸	چپنی وچ پانی پا کے ڈب مر۔	چپنی میں پانی ڈال کر ڈوب مر۔
۶۰۹	چارے چک جگیر۔	چاروں چک جاگیر۔
۶۱۰	چھوٹے منے آئے وڈے کتے سے آئے	بڑوں کا کہنا خورد مانتے آئے ہیں۔
۶۱۱	چلدی چکی دیکھ کر دیا کبیرے رو۔ دو پاٹاں وچہ آن کے ثابت نہ رہیا کو۔	چلتی چکی دیکھ کر کبیر اے رو دیا۔ دو پاٹ میں آ کر ثابت کوئی نہ رہا۔

[1] چھونگا بیل کی ایک عمدہ قسم ہے مطلب یہ کہ جب کوئی شے فی نفسہٖ اچھی ہو تو پھر اُس کی پسندیدگی کے واسطے کسی مزید کاروائی کی ضرورت نہیں۔

۶۱۲	چار دن دا حسن پرو ہنا۔	حسن چار دن کا مہمان ہے۔
۶۱۳	چار دن اگے کی تے چار دن پچھوں کی۔	چار دن پہلے کیا اور چار دن بعد کیا۔
۶۱۴	چور نہیں چور دا بھائی نہیں۔	چور نہیں چور کا بھائی نہیں۔
۶۱۵	چند چڑھیا کل عالم ویکھے۔	چاند چڑھا ہوا تمام لوگ دیکھتے ہیں۔
۶۱۶	چوراں دے کپڑے تے ڈانگیاں دے گز۔	چوروں کے کپڑے اور لاٹھیوں کے گز۔
۶۱۷	چوراں نوں لے گئے مورتے موراں نوں بلائیں۔	چوروں کو مور پڑے اور موروں کو بلائیں۔
۶۱۸	چوری یاری چاکری کدے نہ رہندی چھپ	چوری یاری نوکری کبھی چھپی نہیں رہتی۔
۶۱۹	چوہڑے دی میں ہی وکھری ہے۔	چوہڑے کا نخرہ ہی علیحدہ ہے۔
۶۲۰	چوہڑیاں دی پڑی شریکاں کولوں وکھری	چوہڑوں کی جھونپڑی شریفوں کے گھر سے جدا ہوتی ہے
۶۲۱	چور نوں کہنا لگ سادھ نوں آکھنا آیا ہے۔	چور کو کہنا سدھ مارو اور صاحب جی کو کہنا کہ چور تاک میں ہے۔
۶۲۲	چکی چولہے اُتوں وارہا ہویا۔	چکی چولہے پر سے وارا ہوا۔
۶۲۳	چوری یاری چاکری باجھ وسیلے ناں	چوری یاری نوکری بغیر وسیلے کے نہیں
۶۲۴	چوہڑے جیہا کپت نہیں تے گھمیار جیہا سپت نہیں	چوہڑے جیسی تخلیف نہیں اور گھمیار جیسا آرام نہیں
۶۲۵	چند چڑھے کدی گجھے نہیں رہندے۔	چاند چڑھا کبھی چھپا نہیں رہتا۔

ح

۶۲۶	حصہ تیرھواں تے ڈانگا دی مار ادھو ادھی	حصہ تیرھواں اور لاٹھیوں کی مار آدھی آدھی

۶۲۷	حلوائی دی دُکان تے نانی دی ارواح نوں فاتحہ۔	حلوائی کی دُکان نانی کی ارواح پر فاتحہ۔
۶۲۸	حُج نال لُج۔	حجت کو حجت۔
۶۲۹	حیلے رزق بہانے موت۔	حیلے رزق بہانے موت۔
۶۳۰	حصہ ادھوا دھاتے مارلا ہے دی۔	حصہ نصف کا نصف اور مار زائد۔
۶۳۱	حرام دا مال حرام دے رستے گیا۔	حرام کا مال براہ حرام گیا۔

خ

۶۳۲	خواجہ دا گواہ ڈڈو۔	خواجہ کا گواہ مینڈک۔
۶۳۳	خربوزے دے چور نوں لات مک کافی۔	خربوزے کے چور کو لات مکی کافی۔
۶۳۴	خربوزے نوں ویکھ کے خربوزا رنگ پکڑدا ہے۔	خربوزے کو دیکھ کر خربوزا رنگ پکڑتا ہے۔
۶۳۵	خاناں دے خان پردہنے۔	بڑوں کے بڑے ہی مہمان۔
۶۳۶	خالہ جی دا گھر۔	خالی جی کا گھر۔
۶۳۷	خدا جس نوں رکھے اوہنوں کون مارے	جسے خدا رکھے اُسے کون مارے۔

د

۶۳۸	دو جھگے مہتاں دے تے ناں خیرپور	دو گھر مہتوں کے (ایک قوم) اور نام خیرپور
۶۳۹	دھوتی ماراں بیرکوں جھڑ جھڑ پون روہاں	دھوتی ماروں بیر کو اور رواں (ایک قسم کی سبزی) جھڑ جھڑ پڑیں۔

۶۴۰	دال موہری دی دم پلاؤ دا۔	دال مسور کی دم پلاؤ کا۔
۶۴۱	دے نہ گھن آجائیں لگا جن۔	نہ دے نہ لے عیب جن چمٹا۔
۶۴۲	دیوے نہ دواوے اجائیں من دُکھاوے	نہ دے اور نہ دلائے یوں ہی دل دُکھائے۔
۶۴۳	دل وچ ہووی سچ تاں اے ہو کے نچ	اگر دل میں سچ ہو تو بے خوف کہو۔
۶۴۴	دیہ وڈاتے ناؤں سُنج۔	گاؤں بڑا اور نام خراب۔
۶۴۵	درتے جواناں نہیں تے ناؤں باغ شاہ	درپر جواناں (ایک درخت) نہیں اور نام باغ شاہ
۶۴۶	دروب ساوے دا ساوا گاہی سنجے دا سُنجا	دوب ہری کی ہری اور گھسیارہ مفلس کا مفلس
۶۴۷	دور دے ڈھول سہاونے۔	دور کے ڈھول سہانے۔
۶۴۸	دھوبی دا کُتا نہ گھر دا نہ گھاٹ دا۔	دھوبی کا کُتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔
۶۴۹	داہڑی نالوں مُچھاں دوہ۔	داہڑی سے مونچھیں لمبیاں۔
۶۵۰	دھوبی دے گھر نوں لگے چور۔ اوہ نہ لُٹے لُٹے ہور۔	دھوبی کے گھر میں چور پڑے، وہ نہ لوٹا لوٹے اور۔
۶۵۱	دُم نال دوستی تے سنگ نال دیہ۔	دُم کے ساتھ دوستی اور سر کے ساتھ عداوت
۶۵۲	دروب نہ سُکے تے گاہی نہ ساوے۔	دوب خشک نہ ہو اور گھسیارہ سبز نہ ہو۔
۶۵۳	دھن صدقہ سر دا۔ سر صدقہ عزت دا	دھن صدقہ سر کا۔ سر صدقہ عزت کا۔
۶۵۴	دھی نہ بھین کھا گئی بکھی ڈین۔	نہ بیٹی نہ بہن بھوکی ڈائن کھا گئی۔
۶۵۵	دل تا میڈی تیڈے نال۔ من پلنگاں ہیٹھ صدقے میں اُس توں جو کنڈے بیریں ہیٹھ۔	دل تو میرا تمہارے ساتھ اور جی چارپائی کے نیچے اُس سے میں قربان ہوں جو درخت بیری کے نیچے کھانستا ہے۔

۶۵۶	دنہن تے چنے نہیں چنے ہن تے دند نہیں	دانت ہیں تو چنے نہیں چنے ہیں تو دانت نہیں
۶۵۷	دودھ کا دودھ۔ پانی دا پانی۔ گوجری نچ کے پچھوں تانی۔	دودھ کا دودھ۔ پانی کا پانی۔ گوجری ناچ کر نادم ہوئی۔
۶۵۸	دن لتھا تے نکما منتا۔	دن ڈوبا اور نکما مچلنے لگا۔
۶۵۹	دیکھ چلکی تے من گھلکی۔	روپیہ دیکھا اور رغبت ہوئی۔
۶۶۰	دوڑ دوڑ جاوے اپنی قسمت کھاوے	دوڑ دوڑ جائے اور اپنی قسمت کھائے۔
۶۶۱	دکھن ساہنیاں بدلیاں جے رنڈ دھووے پیر اوہ بھی وسنوں نہ سکن اوہ پرنیسی پھیر۔	دکھن کی طرف سے بادل آئیں اور بیوہ پاؤں دھوئے۔ تو ایسے بادل بھی برسیں اور ایسی بیوہ نکاح ثانی کرے۔
۶۶۲	داد و دینا باولی ہے چمڑے کو رام کہے۔ پوچھ مڑوڑے بیل دی کاڈھے اپنا کام	داد و دینا باولی ہے چمڑے کو رام کہے۔ بیل کی دُم مڑوڑے اور اپنا کام نکالے۔
۶۶۳	دو شیراں وچ بکری باندھی۔	دو شیروں میں بکری باندھی
۶۶۴	دیگ وچوں دانہ ہی ٹوہیدا ہے۔	دیگ میں سے ایک چاول ہی دیکھا جاتا ہے
۶۶۵	دماں دے رُٹھے دیں مندے ہن گلیں نہیں مندے۔	دولت کے روٹھے ہوئے دولت ہی سے مانتے ہیں باتوں سے نہیں مانتے۔
۶۶۶	دلی دا راہ ہر کوئی دسدا ہے خرچ کوئی نہیں نبھاندا۔	دلی کی راہ سب کوئی بتاتا ہے۔ خرچ کوئی نہیں دیتا۔
۶۶۷	دم باجھ نہ ہوندے کم کوئی۔ گھیوں باجھ نہ ہوندیاں چوریاں نی	دولت کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا۔ اور گھی کے بغیر چوری نہیں بنتی۔

۶۶۸	دنداں اُتے میل بھی نہ چھڈی	دانتوں پر میل بھی نہ چھوڑی۔
۶۶۹	دن عید تے رات شبرات۔	دن عید اور رات شبرات
۶۷۰	دمی ڈھیر یا چمی ڈھیر	یا دولت سے یا جان جوکھوں لڑاکر
۶۷۱	دولت والے دے سالے بہت بندے ہن	دولت مند کے سالے بہت لوگ بنتے ہیں۔
	غریب دا بہنوئی کوئی نہیں بندا۔	اور غریب کا بہنوئی بھی کوئی نہیں بنتا۔
۶۷۲	دریا وچہ رہنا تے مگرمچھ نال ویر	دریا میں رہنا اور مگرمچھ سے بیر
۶۷۳	دلاں دا مالک اللہ۔	دلوں کا خدا مالک۔
۶۷۴	دو ملاں وچہ مرغی حرام۔	دو ملاؤں میں مرغی حرام۔
۶۷۵	دشمن بات کرے ان ہوندی۔	دشمن (انوکھی) بات کرے۔
۶۷۶	داتا دان کرے بنڈاری دا پیٹ پھاٹے	داتا دان کرے اور بنڈھاری کا پیٹ پھٹے۔
۶۷۷	دل نوں دل وچہ راہ[۵۱]۔	دل کو دل سے راہ۔
۶۷۸	دتیاں بناں گت نہیں تے شاہ بناں پت نہیں۔	دینے کے سوا نباہ نہیں۔ اور ساہوکار کے سوائے عزت نہیں۔
۶۷۹	دل دیاں دل وچہ رہیاں۔	دل کی دل ہی میں رہیں۔
۶۸۰	دھوبی[۵۲] داہڑی تے آٹا خراب	سفید داہڑی اور آٹا خراب۔
۶۸۱	دو دن وچہ نانی سفنے آگئی۔	دو ہی روز میں نانی خواب میں آگئی۔
۶۸۲	دو بیڑیاں[۵۳] وچہ لت۔	دو بیڑیوں میں لات۔

۵۱۔ دل را بدل رہے بہت دین کہ بہبود۔

۵۲۔ جب کسی شخص سے محترم ہونے کی صورت میں کوئی فعل سبک سرزد ہو تو اُس وقت اطلاق کرتے ہیں۔

۵۳۔ جب کوئی شخص تذبذب الرائے ہو۔ کبھی اِدھر کبھی اُدھر تو اُس وقت اطلاق کی جاتی ہے۔

۶۸۳	دند گئے تے سواد گیا۔ اکھیاں گیاں تے جہان گیا۔	دانت گئے تو مزہ گیا اور آنکھیں گئیں تو جہان گیا۔
۶۸۴	دین[۵۱] گوایا دُنی نے دُنی ناں چلی ساتھ	دین دنیا کے واسطے گنوایا اور دنیا ساتھ نہ گئی
۶۸۵	ولی[۵۲] دا نمونہ اندر مٹی باہر چونہ۔	ولی کا نمونہ اندر مٹی اور باہر چونہ۔
۶۸۶	دن نوں اللہ ہو رات نوں جندے دھو	دن کو اللہ ہو رات کو قفل توڑنے۔
۶۸۷	دولت کاغ نیرے دا۔	دولت مندیر کا کوا۔
۶۸۸	دانے کہگئے لالچ بُری بلا۔	دانا کہتے ہیں کہ طمع بُری ہے۔
۶۸۹	دنیا کمائے مکر سے روٹی کھائے شکر سے	دنیا کمائیں مکر سے روٹی کھائیں شکر سے
۶۹۰	ولی جا دکھن جا کریاں کھٹیا گھر بیٹھا کھا۔	ولی جا۔ دکھن جا نوشتوں کا لکھا گھر میں ہی کھا۔
۶۹۱	دیسی کتا خراسانی بولی۔	دیسی کتا خراسانی بولی۔
۶۹۲	دروازہ چھوٹا تے ہاتھیاں والیاں نال یاری	دروازہ چھوٹا اور ہاتھی والوں کے ساتھ دوستی۔
۶۹۳	دھوبا نواں تے درزی پورا اچھا ہے	دھوبا نیا اور درزی پورا نہ اچھا ہے۔
۶۹۴	دم بیاجی کھیت بیاجی۔ ٹبر بیاجی تنوں کم خراب۔	روپیہ سود پر ہو۔ کھیت میں بیاجی ہو۔ بال بچے کے واسطے جنس غلہ قرضہ پر لی گئی ہو۔ یہ تینوں معاملے تکلیف دہ ہیں۔
۶۹۵	دیدہ شنیدہ۔ گواہ شیخ بازدید۔	دیدہ شنیدہ گواہ شیخ بازدید۔

۵۱۔ اکثر طمع اور ذلیل لالچ کی مذمت کرنے کے وقت بولی جاتی ہے۔

۵۲۔ جب کوئی چیز شے۔ ہر شخص دیکھنے یا رکھانے میں کچھ اور اندر نہ میں کچھ اور تو اُس وقت اطلاق پاتی ہے۔

۶۹۶	دادے وارے۔ نہ سوہرے دے دارے گھوڑا چڑھی جوائی دے وارے۔	داماد کے وقت اور نہ سسرال کے وقت داماد کے وقت گھوڑا نصیب ہوا۔
۶۹۷	دال میں کچھ کالا کالا ہے۔	دال میں کچھ کالا کالا ہے۔
۶۹۸	دے[۵۱] دال میں پانی۔	دے دال میں پانی۔
۶۹۹	دبلی بلی[۵۲] چوہوں سے کان کتروائی ہے۔	دبلی بلی چوہوں سے کان کتراتی ہے۔
۷۰۰	دودھ دکھوڑا تے گھٹ گھٹ پی۔	دودھ اور کھوڑا گھونٹ گھونٹ پی۔
۷۰۱	دھیلے دی بڈھی لکا سر منائی۔	دھیلے کی عورت مگر سر منڈوائی۔
۷۰۲	دھڑی کا لعل۔	دھڑی کا لعل۔
۷۰۳	دھیلے دی ہانڈی گئی پر ذات پرکھی گئی۔	دھیلے کی ہنڈیا گئی لیکن ذات پرکھی گئی۔
۷۰۴	دیکھو تاں سہی اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔	دیکھو تو سہی اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔
۷۰۵	دلی دے[۵۳] بانکے کھیسہ وچہ اٹاں۔	دلی کے بانکے کیسہ میں اینٹیں۔
۷۰۶	دا کھے ہتھہ نہ اپڑے تھو کوڑی۔	دا کھ کو ہاتھ نہ پہنچے اور اف کوڑی۔
۷۰۷	دم لگن بادشاہاں دے صبون گراں دا	دولت بادشاہوں کی خرچ ہو اور صابن گروں کا نام۔
۷۰۸	دوسرے دی دولت اور اپنی عقل زیادہ معلوم ہوندی ہے۔	دوسری (کی) دولت اور اپنی عقل زیادہ معلوم ہوتی ہے۔
۷۰۹	دھیاں والا پنڈ پالیوں ہی پچھیاں جاندا	دھ بچ والا کانوں پچھالی سے ہی پچھانا جاتا

[۵۱] دے دال میں پانی ہونا محاورہ تعلم۔ فرمی کا رسوائی التباس دور کرنا ہے۔
[۵۲] دبلی بلی چوہوں سے کان کتروائی ہے۔ جب یہ شامل کیا جاوے کہ فلاں شخص اپنے نقصان اور اپنی کمزوری کی وجہ سے زبردست کی رسوائی کرتا ہے۔
[۵۳] دلی کے بانکے کیسہ میں اینٹیں۔ اوکھائے طرز حقیقت کی صورت میں اطلاق پاتی ہے۔

ڈ

۷۱۰	ڈوم کوں ملیا نائی۔ اوں کڈھیا شیشہ اوں ڈھولکی وجائی۔	میراسی کو حجام ملا تو میراسی نے ڈھولکی بجائی اور حجام نے شیشہ دکھا دیا۔
۷۱۱	ڈاڈھے دا ہاسا غریب دا بھجے پاسا۔	زور آور کی ہنسی اور غریب کی مصیبت۔
۷۱۲	ڈینہ بھلے تاں مترہلے۔	خوش قسمتی کے وقت بہت دوست ہوتے ہیں
۷۱۳	ڈائن[1] مرگئی دندست گئی۔	ڈائن مرگئی اور دانت پھینک گئی۔
۷۱۴	ڈھوئی کوں اوہو بچیا جیڑھا چکی نے پچکیا	پنہاری کو وہی بچا جو چکی کی پاٹ سے لگا رہا
۷۱۵	ڈاڈھے[2] نال وپارتے ڈینہدیں گھندیں سائیں۔	زور آور کے ساتھ بیوپار اور لینے دینے والے۔
۷۱۶	ڈوماں گھریں وواہ جیویں دل بھاوی اوویں گا۔	ڈوموں کے گھر میں شادی جیسے دل چاہیں گائیں۔
۷۱۷	ڈاڈھے[3] نندے پی پی وندے شہد پیاسے رہندے۔	زبردست پی پی جاتے ہیں اور غریب پیاسے رہتے ہیں۔
۷۱۸	ڈکھی گدھاں اتوں رُٹھی زمیندار کنوں	گدی گدھے سے اور خفا ہوگئی زمیندار سے۔
۷۱۹	ڈھوڈا شہباز: جیسی نیت ویسی مراد	ڈھوڈا شہباز (نام) جیسی نیت ویسی مراد۔
۷۲۰	ڈھکی نہ ڈھور کیا کریسی چور۔	ڈھوریشی: ڈھور چور کیا کریگا۔
۷۲۱	ڈاڈھے[4] دی وڈ گردن تے لت	زور آور کی تعظیم گردن پر لات۔

[1] ڈائن ہی دانت پھینک جاتی ہے۔
[2] زبردست کے ساتھ زبردست کا مقابلہ مشکل ہے۔
[3] بشرح حدیث۔

۷۲۲	ڈاڈھے اوتے چڑھ نہ سکے نسے تے چھڈے کُدے۔	دبر دست کو قابو نہ کر سکے ادھر اُدھر بھیجے اور کودے۔
۷۲۳	ڈیڈہ بکائین میاں باغبان	ڈیڑھ بکائین (درخت) میاں باغبان
۷۲۴	ڈگی کھوتے توں گھمار نال روسا	گری گدھے پر سے کمہار کے ساتھ خفگی۔
۷۲۵	ڈھائی[1] پا کھچڑی چوبارے رسوئی	اڑھائی پاؤ کھچڑی چبارے رسوئی۔
۷۲۶	ڈائن بھی اک گھر چھوڑ دیندی ہے۔	ڈائن بھی ایک گھر چھوڑ دیتی ہے۔
۷۲۷	ڈنڈا پیر ہے بگڑیاں تگڑیاں دا۔ اتے بکھ پیر ہے مسیتاں ہاتھیاں دی	سونٹا پیر ہے بگڑے ہوؤں کا اور بھوک پیر ہے مست ہاتھیوں کی
۷۲۸	ڈنڈا کریر (درخت) دا نہ مرشد دا نہ پیر دا۔	سونٹا کریر (درخت) کا نہ مرشد کا نہ پیر کا
۷۲۹	ڈھلے بیراں دا وگڑیا کی۔	گرے ہوئے بیروں کا کیا بگڑا۔
۷۳۰	ڈبی تاں جے ساہ نہ آیا۔	ڈوبی تب جب سانس نہ آیا۔
۷۳۱	ڈبدے نوں تنکا سہارا ہے۔	ڈوبتے کو تنکا ہی سہارا ہے۔
۷۳۲	ڈبی دے[2] رکھنے دے لائق ہے۔	ڈوبی میں رکھنے کے لائق ہے۔
۷۳۳	ڈبی ہوئی رقم کھڑی ہوگئی۔	ڈوبی ہوئی رقم نکل آئی۔
۷۳۴	ڈرے لومڑی تھوں ناں دلیر خاں	ڈرے لومڑی سے نام دلیر خاں۔
۷۳۵	ڈھولکی نہ شرنائی، جائیں جنج چڑھائی۔	نہ ڈھولکی نہ شرنائی (ایک باجا) بعث برات چڑھائی

ذ

۷۳۶	ذات کو ہڑ کر لی شہتیراں نال بچھے۔	ذات کی چھپکلی اور شہتیروں سے لپٹنا۔

[1] - کس پرسی کی حالت میں فزوں ہے امارت۔
[2] - عزیز الوجود۔

۴۳۷	ذات دی قمی تے خواجہ خضر دی پوتری۔	ذات کی قمی (کچھوا) اور خواجہ خضر کی پوتری
۴۳۸	ذات کانواں بھی پیاری۔	ذات کوؤں کو بھی پیاری۔
۴۳۹	ذات کرلی سرو خانہ شہتیر وچ۔	ذات چھپکلی اور سرد خانہ شہتیر میں۔
۴۴۰	ذات[1] دا گدڑ کچہریاں دا راکھا۔	ذات کا گیدڑ کچہریوں کا محافظ۔

س

۴۴۱	رن گئی[2] سیاپے دکھ رووے آپو آپنے	عورت ماتم پر گئی اپنے ہی دکھ روئے۔
۴۴۲	روٹیاں پکاوے دو۔ انگیٹھیاں بھنے تریہ۔	دو روٹیاں پکائے اور تین انگیٹھیاں توڑے۔
۴۴۳	رن دلی کیویں جانے گل کریندی کھلے آپ	عورت بے وقوف کس طرح معلوم ہو آپ ہی بات کرے اور آپ ہی ہنسے۔
۴۴۴	رو رو[3] موئی تے سویرے بھی نہ گئی۔	روتی روتی مری اور سسرال میں بھی نہ گئی
۴۴۵	روندے جاون تے مویاں دی خبر لیاون	روتے جائیں اور مردوں کی خبر لائیں۔
۴۴۶	راہ بہتیں تے گاہ گہین۔	راہ بصورت جاری رہنے کے گاہ بصورت گاہنے کے
۴۴۷	رن[4] جٹی تے ہور سبھ چٹی۔ کھیر ما نجھا گھیو گادا۔	عورت جٹی اور سب چٹی۔ دودھ بھینس کا اور گھی گائے کا۔
۴۴۸	رسی سڑ گئی پر وٹ نہ گیا۔	رسی جل گئی لیکن شکن نہ گیا۔

[1] نسبت ناموزون کی صورت میں اطلاق پاتی ہے۔
[2] ہر کس بہ خیال خویش خیلے دارد
[3] کوشش بے سود۔
[4] (رن) عورت جٹی اس واسطے قیاس کی گئی ہے کہ وہ کام کاج میں مضبوط اور ان تھک ہوتی ہے۔

۷۴۹	رنڈی کوں[۵۱] پکیاں واسینہا۔	رنجیڈ کو میکوں کا پیغام۔
۷۵۰	رن گئی سیا پے گھر آوے تاں جاپے۔	عورت ماتم پرگئی واپس گھر میں آئے تو جانیں
۷۵۱	رن سوڑ داجن۔	عورت لحاف کا جن۔
۷۵۲	راجہ رانہ کوں پئے تھینے جٹی کون وچاری	بادشاہوں کو مصیبتیں پڑتی ہیں جٹی بیچاری کون
۷۵۳	رتی کرم دی برابر تولہ عقل دا نہیں ہوندا	نوشتوں کی رتی کے برابر عقل کا تولہ نہیں ہوتا
۷۵۴	رنڈا چلیا کرن کرائی۔ اپنی کرے کہ پرائی۔	رنڈا منگنی کرنے چلا اپنی کرے کہ بیگانی۔
۷۵۵	رام[۵۲] رام کہا۔ ٹیں ٹیں کہا۔	رام رام کہا ٹیں ٹیں کہا۔
۷۵۶	رات[۵۳] کھادا صبح دا والی اللہ۔	رات کھایا صبح کا مالک خدا۔
۷۵۷	روندی ہیں پر نیندی کیوں ہانویں۔	روتی ہے شادی ہی کیوں کرائی تھی۔
۷۵۸	راجے دے گھر موتیاں دا کال۔	راجہ کے گھر میں موتیوں کا قحط۔
۷۵۹	راہ جاندی بلا پئے وچدی جا۔	راہ جاتی بلا گھر میں سے ہو کر جا۔
۷۶۰	رات دی[۵۵] جمی ہوئی ہے۔	رات کی پیدائش ہے۔
۷۶۱	رہنا کلیاں وچہ سفنے شیش محلاں دے	رہنا جھونپڑیوں میں اور خواب شیش محلوں کے
۷۶۲	زناں شیطان دیاں نانیاں۔	عورتیں شیطان کی نانی ہیں۔
۷۶۳	روندا کیوں ہیں جی شکل ہی ایسی ہے۔	روتے کیوں ہو شکل ہی ایسی ہے۔

[۵۱] ۔ خوئے بد را بہانہ بسیار کی مرادف ہے۔

[۵۲] ۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

[۵۳] ۔ یعنی توکل دینے موقعہ کاہلی پر بھی اطلاق پاتی ہے۔

[۵۴] ۔ جس کام میں تکلیف ہے وہ کیا ہی کیوں جائے۔

[۵۵] ۔ پنجابی میں (رات کی جمی ہوئی) سے مراد چوری کی شے ہے۔ چونکہ چوریاں اکثر رات ہی کو ہوتی ہیں اسواسطے یہ استدلال کیا گیا ہے۔

۷۶۴	رنڈی بھی روئے ۔ سہاگن بھی روئے تے روو ے ناں کواری۔	رانڈ بھی روئے اور سہاگن بھی ۔ کواری نہ روئے۔
۷۶۵	رن وہیلی چوسیلی نت رکھے اتوار۔	عورت فارغ البال بیٹھ ہمیشہ اتوار ہی رکھے۔
۷۶۶	راوے پکیاں جالیں۔ چنن سوہنا والیں۔	اُنا رمیں پیلوں کا پھل پختہ ہُوا مکان ٹھیرنے کا اچھا بنانا۔
۷۶۷	رُکھی جُڑے ناں چوری لوڑے زور۔	خشک روٹی تو جُڑتی نہیں مرغن مانگتا ہے۔
۷۶۸	روندی گھوڑے چاہڑھے موت بھری پالان	روتی ہوئی گھوڑے پر سوار کرائے موت نا زین۔
۷۶۹	رن پئی راہیں ادہ بھی گئی۔ گل پئی صلاحیں ادہ بھی گئی۔	عورت جو ہمیشہ سفر کرے وہ بھی گئی اور بات جو مشوروں میں پڑی وہ بھی پوری نہ ہوئی۔
۷۷۰	رنڈی دا پُت سوداگر دا گھوڑا۔ کھاویگا بُہتا تے چلے گا تھوڑا۔	بیوہ کا بیٹا سوداگر کا گھوڑا۔ کھاے گا۔ زیادہ اور چلے گا کم۔
۷۷۱	رن گیا نن۔ بھیڈ اشنان۔ لوئی کھنب نہ ہوئی۔ کہت کبیر سنو بھائی سادھو۔ ہندو جٹ نہ کوئی۔	عورت گیا نن۔ بھیڑ نہانے والی۔ لوئی دھوئی ہوئی سنو بھائیو کبیر کہتا ہے۔ ہندو جٹ کوئی نہیں۔
۷۷۲	رعیت رائیں کھیر گائیں کھیت نیائیں	رعیت ارائیں دودھ گائے کا۔ کھیت گوڑیرہ کا
۷۷۳	رن کڑکنی۔ ہل دھڑکنی۔ بولد رُکیا سا اُس ہالی دا کی بھروا سا۔	عورت کڑکنی (تیز آواز) ہل کمزور۔ بیل اڑیل ایسے ہالی کی کیا اُمید۔
۷۷۴	رنگھڑاں[۱] دی کھیتی مانگ لاوے۔	راجپوتوں کی فصل اور منگ لائی ہار۔

[۱] ۔ راجپوت قوم نوجوانی موجودہ سستی کے دائرہ مرتب المثل میں آگئی ہے۔ وہاں بولتے ہیں جہاں کاہلی کا مذکور ہو۔

۷۷۵	رکھ پت رکھاپت۔	عزت کر عزت کرا۔
۷۷۶	رشوت نوں شیر مادر سمجھدے ہن۔	رشوت کو شیر مادر جانتے ہیں۔
۷۷۷	رانی کوں رانا۔ کانی کوں کانا۔	رانی کو رانا اور کانی کو کانا۔
۷۷۸	رام رام جپنا۔ پرایا مال اپنا۔	رام رام کہنا اور پرایا مال اپنا سمجھنا۔
۷۷۹	روکھی مسی کھا کے ٹھنڈا پانی پی۔ بیگانی چوپڑی دیکھ کے ناں ترساویں جی۔	روکھی پھیکی کھا کر سرد پانی پیو۔ دوسرے کی سرغن روٹی دیکھ کر جی نہ ترساؤ۔
۷۸۰	روڑی دا کوڑا روڑی ہی سُٹنا ہے	کوڑی کا کوڑا کوڑی میں ہی جائے گا۔
۷۸۱	روندے[۵۱] گھوڑ چڑھائے مڑ گھراں نوں آئے۔	روتے روتے سوار ہوئے اور واپس گھروں کو آئے۔
۷۸۲	رُٹھے نوں منائے ناں پاٹے نوں سیوں ناں تے کم نہیں ہوندا۔	روٹھے ہوئے کو اگر منائیں نہیں اور پھٹے ہوئے کپڑے کو اگر سیئیں نہیں تو کام نہیں چلتا
۷۸۳	رانی خاں[۵۲] دا سالہ۔	رانی خاں کا سالہ۔
۷۸۴	ریوڑی[۵۳] دا پھیر۔	ریوڑی کا پھیر۔
۷۸۵	روگ دا مول کھانسی تے لڑائی دا مول ہانسی	روگ کی جڑھ کھانسی۔ اور لڑائی کا موجب ہنسی
۷۸۶	رناں[۵۴] وچہ دھناں۔	عورتوں میں پنچ۔
۷۸۷	رنڈیاں[۵۵] تے رنڈیپا کنڈیاں نی پر رنڈی نہیں کٹن دیندے۔	رانڈیں تو رنڈیپہ کاٹتی ہیں لیکن رنڈوے نہیں کاٹنے دیتے۔

۵۱۔ جو کام طوعاً و کرہاً کیا جائے اُس میں کبھی کامیابی نہیں ہوتی۔
۵۲۔ اُس موقعہ پر اطلاق پاتی ہے۔ جب کوئی شخص دوسرے کے رعب پر اترائے۔
۵۳۔ پنجابی میں ریوڑی کے پھیر سے ایک ایسی اُلجھن مراد ہے جس کا کوئی نتیجہ نہ ہو۔
۵۴۔ اُس وقت بولتے ہیں جب کوئی شخص لیاقت نہ ہونے کسی مدمقابل کے شیخی بھگارتا ہو۔
۵۵۔ بُری تحریکات خواہ مخواہ موجب شر ہوتی ہیں۔

۷۸۸	رُج اوَن[1] تے کداون۔	سیری موجبِ اعتنائی۔
۷۸۹	رن[2] نوں رن چھلے تے رن کولوں خدا ڈرے	عورت کو عورت فریب دے اور عورت سے خدا ڈرے
۷۹۰	راتیں جمی سو مر گئی دھی میری چوچلی۔	رات پیدا ہوئی اور رات ہی مر گئی بیٹی میری ناز پروردہ۔

ز

۷۹۱	زور تھوڑا۔ شور ڈھیر۔	زور کم اور شور بہت۔
۷۹۲	زبان خلق نقارہ خدا۔	زبان خلق نقارہ خدا۔
۷۹۳	زمین دا سیاڑ نہیں۔ ناں دا[3] ملکھی۔	زمین کچھ بھی نہیں اور نام ملک والہ۔
۷۹۴	زور آور دا[4] ستیں بیہیں سو۔	زور آور کا سات بیسے ایک سو۔
۷۹۵	زور آور نال[5] کھیل اساڈی جے میں میری تان بھی پھاڈی۔	زور آور کے ساتھ کھیل کھیلیں اگر جیتیں بھی تو پھر بھی ہار۔
۷۹۶	زور آور نال[6] پیالی اوہ منگے حصہ اوہ کڈھے گالی۔	زور آور کے ساتھ بھاولی وہ مانگے حصہ اور وہ دے گالی۔
۷۹۷	زن زمین۔ زر۔ تینوں جھگڑے دا گھر	عورت۔ زمین اور زر تینوں موجب فساد

[1] ۔ وہاں بولتے ہیں جہاں فارغ البالی سیری اور امارت میں بے اعتنائیاں سرزد ہوں۔
[2] ۔ کہاں شر اور کہاں پولسی کی صورت میں اطلاق پاتی ہے۔
[3] ۔ وہاں بولی جاتی ہے کہ جہاں کوئی باوجود ایک چیز ایک طاقت ایک ملکہ نہ ہونے کے ادعا کرے۔
[4] ۔ نسبت ناموزون کی صورت میں اطلاق پاتی ہے۔
[5] ۔ بشرح صدر۔
[6] ۔ زور آور اور کم زور کی نسبت کے اظہار کے وقت بولی جاتی ہے۔

س

۷۹۸	ساری رن جولاہے وی ہور نا وی اوھی	پوری عورت جولاہے کی اوروں کی نصف۔
۷۹۹	سنٹی چوہے کیر جمی بڑتلی	چوہے کیریں بیج بویا اور بڑتلی (ایک بوٹی) پیدا ہوئی۔
۸۰۰	سنگھ جڑوائے گئی کن کپا آئی۔	سینگ جڑوائے گئی اور کان کٹوا آئی۔
۸۰۱	سنجی رن[۱] کوں لگا بھاگ کھیرنی کوں ویندی ہنگ دا داغ۔	بے وقوف عورت کا نوشتہ چمکا کھیر کو ہینگ سے بہنگارتی ہے۔
۸۰۲	سروں گنجی تے کنگھی وندی۔	سر سے گنجی اور کنگھی دانت کی۔
۸۰۳	سروں گنجی تے وانجھ دا کنگھا۔	سروں گنجی اور بانس کا کنگھا۔
۸۰۴	سُنی رن چندرا پایہ۔	منحوس عورت اور کنجوس خاوند۔
۸۰۵	سُنی[۲] کوں ملیا چندرا اوں ماریا کونڈا اوں ماریا جندرا۔	نکمی کو کنجوس ملا اُس نے کونڈا مارا اور اُس نے قفل مارا۔
۸۰۶	سُنجا آیا سُن کوں نہ وان کوں نہ پن کوں	منحوس نحوست کے واسطے آیا نہ خیرات کو نہ صدقہ کو
۸۰۷	سس سُتی تے مکھن وا پن۔ اُٹھے تا سوٹا واجن۔	ساس سوئی ہوئی مکھن کا پیڑا اور جاگتی ہوئی لٹھ کا جن۔
۸۰۸	سر تے پگ نہ پیریں جُتی ماریا گل کر نیدا گُتھی۔	نہ سر پر پگڑی اور نہ پاؤں میں جوتا قسمت کا مارا بے وقوفی کی بات کرتا ہے۔

[۱] چونکہ جولاہے کی عورت بھی سارا دن کام کرتی رہتی ہے۔ اسواسطے اُس کا اطلاق ہوتا ہے۔

[۲] سبک خیالی۔ سبک روشی کے وقت اطلاق پاتی ہے۔

[۳] اُس وقت اطلاق پاتی ہے۔ جب دونوں طرف ایک ہی نسبت سے بُرائی موجود ہو۔

۸۰۹	سوگز واراں[۵۱] تے گز نہ پھاڑاں۔	سو گز قربان اور ایک گز نہ پھاڑوں۔
۸۱۰	سیاناں[۵۲] کاں گونہ تے بہنداہے۔	دانا کوا گندگی پر بیٹھتا ہے۔
۸۱۱	سونا ہووی تے گھڑاونوں مہنگاہے۔	اگر سونا ہو تو کیا زیور نہیں بنوایا جا سکتا۔
۸۱۲	سروں گنجی تے کنگھیاں دا جوڑا۔	سر سے گنجی اور کنگھیوں کا جوڑا۔
۸۱۳	سدھر[۵۳] کر موئی تے گھیل تے سنّی۔	خواہش کر کے مری اور گھسیٹ کر پھینکی۔
۸۱۴	سونا روڑی تے سنے شیش محلاں دے	سونا کوڑی پر اور خواب شیش محلوں کے
۸۱۵	سکھنے[۵۴] مونہ نالوں لڈو ہی سہی۔	خالی مُنہ سے لڈو ہی سہی۔
۸۱۶	سپ مرے تے دِگہ بچے۔	سانپ مرے اور سونٹا نہ ٹوٹے۔
۸۱۷	سنگھ شرابی تے گھوڑا قیضے۔	سنگھ شرابی اور گھوڑا قائیدے۔
۸۱۸	سُکھ جیہی سوت نہیں اکھ جیہی جوت نہیں	آرام جیسا کوئی بستر نہیں اور آنکھ کی روشنی جیسی کوئی روشنی اور قوت نہیں۔
۸۱۹	سائیں[۵۵] وجن بیڑی چڑھے۔ گواہ وجن غوطے کھاندے۔	مالک (مدعی) بیڑی میں چڑھے جائیں اور گواہ غوطے کھاتے جائیں۔
۸۲۰	سیہڑیاں تنے جنگاں چوتھی نال ہی نہیں	نرگوش کی تین ہی ٹانگیں چوتھی ساتھ ہی نہیں
۸۲۱	سُور کیوں موٹا۔ نہ لہا جانے نہ تروٹا۔	سور کیوں موٹا نہ فائدہ سمجھو اور نہ نقصان۔
۸۲۲	سانجھا پیو[۵۶] نہ پتڑا کو۔	مشترکہ باپ کو کوئی نہیں روتا پیٹتا۔

۵۱۔ وہاں بولتے ہیں جہاں کم اندیشی کم تدبر کا ذکر ہو۔
۵۲۔ جب کوئی شخص باوجود حلقہ۔ معلومات کے غلطی کھائے تو اُس وقت اطلاق پاتی ہے۔
۵۳ وہاں اطلاق پاتی ہے۔ جہاں باوجود ایک سخت حرہ و اور کوشش کے بھی نتیجہ حسب مراد نہ نکلے۔
۵۴۔ یعنی کچھ نہ کچھ تو چاہئے۔
۵۵۔ وہاں بولتے ہیں جہاں مدعی اور مدعا علیہ صفائی کر کے خوش خوش جائیں اور گواہ مارے شرم کے بھٹکتے پھریں۔
۵۶۔ مشترکہ کام مشترکہ اغراض کی صورت میں عدم توجہی کا سامان دکھلانے کے واسطے بولتے ہیں۔

۸۲۳	ساری جنج کراڑاں دی ہا ہا کرے نہ کو۔	سب برات کراڑوں کی ہا ہا کوئی نہ کرے۔
۸۲۴	ست کلر ستاراں پانی چینا پکے مانی مانی۔	سات دفعہ کلر ڈالنے اور سترہ دفعہ پانی دینے سے جس چینا منوں ہوتی ہے۔
۸۲۵	سمنا زمین تے گھوڑ کہیں۔	زمین پر سونا تو پھر محتاجی کیا۔
۸۲۶	سنگ گیا ملنوں تے لاہنا گیا منگنوں	رشتہ ٹوٹا اور قرضہ کیا گزرا۔
۸۲۷	سادھاں نوں کیا سواداں نال۔	سنتوں کو مزوں سے کیا۔
۸۲۸	سکھ سمن کمہار جو مٹی چور نا پون	کمہار سکھ کی نیند سوئیں چور مٹی پر نہیں پڑتے
۸۲۹	سبھاگی مرنیدی بان پوری کہیں نہ کیتی پان۔	سب خلقت زور لگا کر آخر چلتی ہوئی۔ کوئی بھی کامیاب نہ ہوا۔
۸۳۰	سر تے چھابڑی بسنتے ہوری آئے۔	سر پر چھابڑی اور بسنت (نام) آیا۔
۸۳۱	سو ٹھٹھار دی ہک لوہار دی۔	سو ٹھٹھار کی اور ایک لوہار کی۔
۸۳۲	سکھنے دل سجناں اُتوں قربان۔	جھوٹا دل ہے دستوں پر قربان۔
۸۳۳	سچ مرچاں کوڑ گڑ۔ پیر پیسہ رن گور جیویں آکھے اُویں ٹر۔	سچ مرچیں اور جھوٹ گڑ۔ پیر پیسہ اور بیوی گورو۔ جس طرح کہے اُسی طرح پر کرو۔
۸۳۴	سچ آکھن گئی پئے پتر پٹاون گئی۔	سچ کہنے گئی اور خاوند و بیٹوں کو گالیاں دلا آئی
۸۳۵	سانچ کو آنچ نہیں۔	صداقت کو گزند نہیں۔
۸۳۶	سُتے دا مونہہ نہ چُمیا نہ چماون والے کوں سواد نہ چمن والے کو۔	سوئے ہوئے کا منہ چوما نہ چوانے والے کو لطف آیا اور نہ چومنے والے کو۔
۸۳۷	ستھن دھوسے دی تے نالہ ریشمی۔	پاجامہ کپس کا اور ازار بند ریشمی۔

۸۳۸	سُتھرے[1] والی چڑی۔	سُتھرے کی چڑی۔
۸۳۹	سُتھرے[2] والا جالہ۔	سُتھرے کا طاق۔
۸۴۰	سرمنا کے کی اتوار پچھنا۔	سرمنڈوا کر اتوار کیا پوچھنا۔
۸۴۱	سدا کسی تے ساون نہیں رہندا۔	کسی پر ہمیشہ ساون (بہار) نہیں رہتا۔
۸۴۲	ساون گئے تیاں۔	ساون گزرے (تیان) ہندوؤں کا ایک تہوار
۸۴۳	سوہنی ڈب موئی تے مرزا کون وچارا۔	سوہنی ہی ڈوب مری تو مرزا (بھینوال) کونج بیچارہ
۸۴۴	سوسنیاروں اک لوہاروں۔	سوسنیار کی ایک لوہار کی۔
۸۴۵	سرہانڈی سوں پوانڈی لک وچہ کاہے	سرہانے سو پانتی سو کر درمیان میں ہی (آئے گی)
۸۴۶	سکھنا گھڑا بہت[3] وجدا ہے۔	خالی گھڑا بہت بجتا ہے۔
۸۴۷	سوسوار دا اتنا ڈر نہیں جتنا اپنی کرتوت دا ہے	سوسوار کا ڈر نہیں جس قدر اپنی کرتوت کا ہے
۸۴۸	سُتھن[4] دا سک پیارا لگدا ہے۔	عورت کا سگا پیارا لگتا ہے۔
۸۴۹	سچ دا بیڑا پار۔	سچ کا بیڑا پار۔
۸۵۰	سیانے دے کہنے دا تے آنولے دے کھانے دا پچھوں سواد آوندا ہے۔	دانا کے کہنے کا اور آملہ کے کھانے کا مزا بعد میں آتا ہے۔

[1] ۔ سُتھرے کی چڑی اور سُتھرے کا آلہ مشہور ہے۔ سُتھرے کے ہاتھ میں چڑی تھی جب کوئی اُسے کہتا کہ چڑی زندہ ہے تو وہ ہاتھ میں دبا کر مار دیتا۔ اور جب کوئی کہتا کہ چڑی مردہ ہے تو وہ چھوڑ دیتا۔ وہاں اطلاق پاتی ہے۔ جہاں ایک امر کی ہستی اور نفی دوسرے کے اپنے اختیار میں ہو۔

[2] ۔ سُتھرے والہ آلہ یا جالہ بھی مشہور ہے۔ یوں روایت کی جاتی ہے کہ سُتھرے نے کسی گھر میں ایک طاقچہ رکھا۔ گھر کسی دوسرے کی ملکیت تھا۔ جب گھر والہ گھر کا دروازہ بند کرتا تو سُتھرا کہتا کہ میرا طاقچہ اندر ہے اور جب کھولتا تو پھر یہی کہتا گویا ہر صورت میں مزاحم ہوتا۔ یہ بری شراکت کی بُرائی ثابت کرنے کے وقت اطلاق پاتی ہے۔

[3] ۔ کمینہ آدمی بہت اتراتا ہے۔

[4] ۔ بیوی کے رشتہ دار پیارے لگتے ہیں۔ یعنی جہاں زیادہ تعلق۔ زیادہ دلچسپی ہو اُس کے متعلقات بھی عزیز ہوتے ہیں۔

۸۵۱	سستا رو دے بار مہنگا رو دے اک بار	سستا مال خریدنے والا بار بار روتا ہے اور مہنگا لینے والا ایک بار۔
۸۵۲	سپ دے سروں کوڈی کڈھدا ہے[۱]	سانپ کے سر سے کوڑی لاتا ہے۔
۸۵۳	ساری رات زلیخا پڑھی۔ دن چڑھیا تے پچھدا ہے کہ زلیخا مرد سی یا عورت۔	ساری رات قصہ زلیخا کا پڑھا دن چڑھے پوچھتا ہے کہ زلیخا مرد تھا یا عورت۔
۸۵۴	سیانے نوں اشارہ تے گدھے نوں چابک	دانا کو اشارہ اور گدھے کو چابک۔
۸۵۵	سجرے نہ بہئے ہمیش اکو جیہے۔	نہ تازہ اور نہ باسی ہمیشہ ایک ہی جیسے۔
۸۵۶	سدھی انگلی گھیو نہیں چڑھدا۔[۲]	سیدھی انگلی پر گھی نہیں چڑھتا۔
۸۵۷	سپاہیا لڑیں گا۔ ساڈا کم کی ہے۔	سپاہی لڑو گے ہمارا کام ہی کیا ہے۔
۸۵۸	سخی دا بول بالا شوم دا مونہہ کالا	سخی کا بول بالا شوم کا منہ کالا۔
۸۵۹	سر ہیٹھ[۳] تے سوا لیٹ۔	سر نیچے اور سوا لیٹ (بیچارگی)
۸۶۰	سجناں دی ہوا ٹھنڈی آوے۔	دوستوں اپنوں کی ہوا سرد آتی ہے۔
۸۶۱	ساجھ[۴] ہانڈی چوراہے بھجدی ہے۔	مشترکہ ہنڈیا چوراہے میں ٹوٹتی ہے۔
۸۶۲	سکے مارنوں[۵] سنے نار پسند نہیں کردے۔	خوشہ چین کو خوشہ چین پسند نہیں کرتی۔
۸۶۳	سکھ دوپہر نوں اپنا سایہ بھی جواب دیندا ہے	تپتی دوپہر میں اپنا سایہ بھی نہیں رہتا۔
۸۶۴	ستی کلا نہ جگا۔	خفتہ فتنہ بیدار نہ کر۔

[۱] سانپ کے سر پر سے کوڑی لانا کمال تدبر اور ہنرمندی کی دلیل ہے۔
[۲] مطلب یہ کہ سوائے تدبیر موقعہ شناسی اور پالیسی کے دنیا میں کامیابی مشکل سے ہوتی ہے۔ جیسے کہ سیدھی انگلی پر گھی نہیں چڑھتا تدبیر سے اٹھایا جاتا ہے۔
[۳] جب مجبوری اور ماتحتی ہو تو بہت سی بردباری کی ضرورت پڑتی ہے۔
[۴] مشترکہ کام میں دقتیں ضرور نکلتی ہیں۔
[۵] بود ہم پیشہ باہم پیشہ دشمن۔

۸۶۵	سروں[۵۱] گنجی تے بکھڑیاں وچہ کلابازیاں۔	سر سے گنجی اور بکھڑوں میں کلابازیاں۔
۸۶۶	سارا[۵۲] گھان نسائگی کھائیں ساہوبگے موں نہ جائیں	سب کچھ خرچ کر ڈالو لیکن ساہوبگے کبھی نہ جانا۔
۸۶۷	سن[۵۳] وانگن اُگدا جاندا ہے۔	سن کی طرح اُگتا جاتا ہے۔
۸۶۸	سوندی نی اکڑیا رات کدوں وہاوے	سوتے ہی اکڑایاں لینی شروع کیں رات کس طرح گزرے گی۔
۸۶۹	سدی نہ بُلائی میں مُنڈے دی تائی	نہ بلائی نہ چلائی میں لڑکے کی تائی ہوں۔
۸۷۰	سوہیر پھیرتے موچی دا موچی۔	سوہیر پھیر پھیر موچی کا موچی ہی۔
۸۷۱	سارے ملک دا کپتا۔ ناؤں میانداراسی	سارے جہان کا فسادی اور نام راسی (من سپند راست گو)
۸۷۲	ساون بھادوں نہیں باہیاتے اسوج بیل کیوں ماردا۔	اگر ساون اور بھادوں میں قلبہ رانی نہیں کی تو پھر اسوج میں باہنے کی کیا ضرورت ہے۔
۸۷۳	سودیاں[۵۴] نیاں اکومت تے کملیاں آپو اپنی	سو دانا ؤں کی ایک ہی عقل اور دیوانوں کی اپنی
۸۷۴	ستھیں سیویں گاجراں۔ سوسیویں کماد جیوں جیوں واہیے کنک نوں تیوں تیوں دیوے سواد۔	ساٹھ مرتبہ گاجروں اور سو مرتبہ کماد میں ہل چلانا اور کنک میں زیادہ سے زیادہ موجب کثرت پیداوار ہے۔

۵۱۔ وہاں اخلاق پاتی ہے جہاں باوجود چند در چند آلائشوں کے بھی کوئی شخص دخل در معقولات ہو۔

۵۲۔ ساہو بگا ایک گاؤں کا نام ہے جو کسی وقت بُرائی میں مشہور تھا۔ مطلب یہ کہ اگرچہ کیسی تکلیف ہو پھر بھی بُرائی کی طرف نہیں جانا چاہئے۔

۵۳۔ ترقی اقبال وغیرہ کی صورت میں بولتے ہیں۔ زمینداروں میں مشہور ہے کہ سن ایک طرف بوئی جاتی ہے اور دوسری طرف زمین سے نکلتی آتی ہے۔

۵۴۔ صداقت ہر جا صلاقت ہے۔

۸۷۵	سودا رواک گھیو سوچا چاک پیو۔	سودا دوائی اور ایک روغن سوچا اور ایک باپ
۸۷۶	سونے روپے لدی۔ انت گھماری سدی	باوجود سونے روپے کے بھی گھماری کی گھماری ہی رہی۔
۸۷۷	سس تھوں چوری آئی ہاں۔ جواں تھوں کنک وٹا دے۔	ساس سے چوری آئی ہوں جو سے کنک بدل دے۔
۸۷۸	سدی نہ بُلائی بھیٹو آپے دوڑی آئی۔	نہ بلائی نہ چلائی قحبہ آپ ہی دوڑی آئی۔
۸۷۹	سوکن تے ساہوکار کہدے مِت۔	سوت اور ساہوکار کس کے دوست۔
۸۸۰	سُتا مویا برابر۔	سویا ہُوا اور مرا برابر ہیں۔
۸۸۱	سر جاوے پر سڑ نہ جاوے۔	سر جائے پر ہٹ نہ جائے۔
۸۸۲	سہج[1] پکے سو میٹھا ہُوا۔	جو آہستہ پکے وہ شیریں ہے۔
۸۸۳	سوہنی دیکھ بھلی۔ باہنہ سرہانے نتاں چلہی	سوہنی دیکھ کر بھول گئی یا نہ سرہانے رکھکر غفلت
۸۸۴	سونٹا جوتا مرشد۔	سونٹا اور جوتا ایک طاقت ہیں۔
۸۸۵	سانچا سب کے من سے اُترتا ہے۔	صادق کو عموماً لوگ ناپسند کرتے ہیں۔
۸۸۶	ساجن ساجن مل گئے جوٹھے پئے وکیل	دوست دوست تو ایک اور درمیانی فسادی شرمندہ ہوئے۔
۸۸۷	سخی نھوں شوم بھلا جو نرت دے جواب	سخی سے شوم بھلا جو فوراً جواب دے۔
۸۸۸	سُستی مفلسی دی ماں ہے۔	سُستی مفلسی کی ماں ہے۔
۸۸۹	سروں گنجی نو نو کنگھیاں۔	سر سے گنجی اور ۹-۹ کنگھیاں۔

[1] ۔ جو کام تدبیر استقلال سے کیا جائے وہی بار آور ہوتا ہے۔

۸۹۰	سُتر ہووے چاندنی دن جیہی نہ رات	ہزار چاندنی ہو دن جیسی کہاں۔
۸۹۱	سُولاں جمدیاں دے مونہہ تکھے۔	نکلتے کانٹوں کے مُنہ تیز۔
۸۹۲	سختا دیکھ نہ آوے ردہ۔	زور اور کو دیکھ کر غصہ نہیں آتا۔
۸۹۳	سر نال دوستی پوچھ نال ویر۔	سر کے ساتھ دوستی اور رُوم سے دُشمنی۔
۸۹۴	ساری رات روندی رہی مویا اکو۔	ساری رات روتی رہی اور مرا ایک ہی۔
۸۹۵	سُرمہ ہر کوئی پا لیندا ہے ٹکنا کسی نوں ہی آوندا ہے۔	سرمہ ہر کوئی ڈال لیتا ہے لیکن آنکھیں ٹکنا کسی کو ہی آتا ہے۔
۸۹۶	سر تے بال نہیں بھوریاں دی سائی۔	سر پر بال نہیں اور کمبلوں کی سائی۔
۸۹۷	سپ دی جدموت آوندی ہے تے کھڈوں باہر بہندا ہے۔	سانپ کی جب موت آتی ہے تو بل سے نکل کر باہر بیٹھتا ہے۔
۸۹۸	سانڈاں دی لڑائی وچہ بوجھیاں دا کھوہ	سانڈوں کی لڑائی میں جھاڑیوں کی تباہی۔
۸۹۹	سر دتا اُکھلی وچہ تے موہلیاں تھوں کیوں ڈرنا۔	اُکھلی میں سر دیا تو موسلوں سے کیا خوف
۹۰۰	سو ہتھ رسا سرے تے گنڈھ[1]	سو ہاتھ رسا سرے پر گانٹھ۔
۹۰۱	سودن چور دا اک دن ساہ دا۔	سو دن چور کا اور ایک روز ساہ کا۔
۹۰۲	سوم جوڑے پلی پلی تے رام رڑھاوے کیا	شوم چمچہ چمچہ جمع کرے اور خدا کیا ہی اندھیرے
۹۰۳	سہے نوں نہیں روندی پیہے نوں روندی ہاں۔	خرگوش کو تو میں نہیں روتی۔ اس بات کو روتی ہوں کہ خرگوش نے میرے گھر کا راستہ معلوم کر لیا

[1] ہر عمل اور ہر کوشش کا کچھ نہ کچھ اثر ہوتا ہے۔

۹۰۴	ساری رات بھنی کُڑی جمی اٹھی۔	ساری رات گزاری بیٹی اندھی پیدا ہوئی۔

ش

۹۰۵	شکار دے ویلے کُتی ہگائی۔	شکار کے وقت کتیا ہگنے لگی۔
۹۰۶	شیراں دے مونہہ کس دھوتے ہیں۔	شیروں کے مُنہ کس نے دھوئے ہیں۔
۹۰۷	شہری یار تے لائی دا انگار برابر۔	شہری یار اور لئی کا کوئلہ برابر ہیں۔
۹۰۸	شادی دی بُکھ تے بیڑی دی دُھپ تے نمبردار دی چُپ بُری۔[۵۱]	شادی کی بھوکھ۔ بیڑی کی دھوپ۔ اور نمبردار کی خاموشی بُری)۔
۹۰۹	شوہ دے سن بھائی تاکلی سیانی۔[۵۲]	خاوند کی پیاری اکلی بھی دانا۔
۹۱۰	شناسی دی کتی وانگوں جس دے بھگو کپڑے اُسی دے پچھے۔	سیناسی کی کتیا کی طرح جس کے گیروے کپڑے دیکھے اُسی کے پیچھے ہو لی۔
۹۱۱	شکم فقیراں تغار خُدا۔	فقیروں کا پیٹ خدائی تغار۔
۹۱۲	شانہ سڑی گنجی کُدکُد بھنے مینجی۔	گنجی کود کود چارپائی توڑے۔
۹۱۳	شکل مومناں کرتوت کافراں۔	شکل مومنوں کی کام کافروں کے۔
۹۱۴	شکل چوڑیلاں۔ دماغ پریاں۔	شکل چڑیلوں کی دماغ پریوں کا۔
۹۱۵	شورا حرام تے بوٹیاں حلال۔	شوربا حرام اور بوٹیاں حلال۔
۹۱۶	شوماں دی کھٹی کُتے جان گنوا۔	شوموں کی کمائی کتے برباد دیں۔
۹۱۷	شیر مارن تے گڈ کھاون۔	شیر ماریں اور گیدڑ کھائیں۔

۵۱۔ وہاں استعمال پاتی ہے جہاں مجبوری کا اظہار کرنا ہو۔
۵۲۔ وہاں بولتے ہیں جہاں خاص مہربانی کا اظہار مقصود ہو۔

۹۱۸	شادی[۵۱] بدخبرا۔	شادی بدخبرا
۹۱۹	شکر خوریاں نوں رب شکر دیندا ہے۔	شکر خوروں کو رب شکر دیتا ہے۔
۹۲۰	شادی غمیں ناں عاشقاں ہونی ہو سو ہو	عاشقوں کو شادی غمی برابر جو ہو سو ہو۔
۹۲۱	شتر[۵۲] بے موہار۔	شتر بے مہار۔

ص

۹۲۲	صحبت دی تاثیر ضرور ہوندی ہے۔	صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے۔
۹۲۳	صدق دا بیڑا پار۔	سچ کا بیڑا پار۔
۹۲۴	صرفہ کرکے ستی نے آٹا لے گئی کتی۔	کفایت شعاری کے خیال سے سوگنی اور آٹا کتا لے گئی

ض

۹۲۵	ضامن دے یا دلا۔	ضامن دے یا دلا۔

ط

۹۲۶	طویلے[۵۳] دی بلا بندر دے گل۔	طویلے کی بلا بندر کے گلے میں۔
۹۲۷	طمع لتھا تے ورکھان وسریا۔	کام ہوگیا تو ورکھان بھول گیا۔

۵۱۔ شادی ایک شخص بھاؤ کو ہمیشہ بدخبریں دیا اور لایا کرتا تھا۔ اسواسطے جہاں ایسی صورت کسی کی جانب سے پائی جاتی ہے وہاں شادی بدخبرے کا اطلاق ہوتا ہے۔

۵۲۔ جہاں کوئی شخص بغیر پابندی۔ سوسائٹی۔ اخلاق۔ قانون۔ کے چلن رکھے وہاں اطلاق پاتی ہے۔

۵۳۔ جہاں ایک کا تصور دوسرے کے ماتھے مڑھا جائے وہاں اطلاق پاتی ہے۔

۹۲۸	طمع گناہاں دی نانی ہے۔	طمع گناہوں کی نانی ہے۔
۹۲۹	طوطے وانگوں اکھیاں پھیریاں۔[۱]	طوطے کی طرح آنکھیں پھیرلیں۔

ع

۹۳۰	عقل نہ شعور تے نساراں کپور۔[۲]	نہ عقل نہ شعور نسارام کپور۔
۹۳۱	عورت دی کھری پچھے ست۔	عورت کی عقل ایڑی کے پیچھے۔
۹۳۲	عیدوں بعد تنبا پھوکنا ہے۔	عید کے پیچھے پاجامہ کیا کرنا ہے۔
۹۳۳	عیداں شب راتاں بھری چٹی۔ اوڑک بچا مولیا توں بہنا ہٹی۔[۳]	عید شبرات دیا دولایا مولا تم نے اخیر پر دکان پر ہی بیٹھنا ہے۔
۹۳۴	عاشقاں کماں بدھیاں تے ولی ڈنھائی کوہ	عاشقوں نے کمریں کسیں اور ولی اٹھائی کوس
۹۳۵	عمراں گذری چکوی چکوے کون نت نال وچھوڑے دے۔	چکوا چکوی کی عمر ہمیشہ جدائی میں گزری۔
۹۳۶	عشق مشک کتھائیں نہیں چھپدا۔	عشق اور مشک چھپا نہیں رہتا۔
۹۳۷	عقل دی مار نہ خبر نہ وچار۔	عقل کی مار نہ خبر نہ شعور۔
۹۳۸	عقلاں بن کھوہ خالی۔	عقلوں کے بغیر چاہ خالی۔
۹۳۹	عید اُو ندی جیں روزے رکھے۔	عید اُس کی جس نے روزے رکھے۔

[۱] چونکہ طوطا کسی کا رفیق صادق نہیں ہوتا اس واسطے وہاں اطلاق پاتی ہے۔

[۲] کپور ایک کھٹرولیں کی ذات بھی ہے اور کپور کے معنی مشہور اور عقل مند کے بھی ہیں۔ جب کوئی شخص باوجود بیوقوفی کے اوقعل کرے وہاں بولتے ہیں۔

[۳] وہاں اطلاق کرتے ہیں۔ جب کوئی شخص باوجود تردد اور محنت کے بھی کسی کام کا ثابت نہ ہو۔

۹۴۰	عمراں گزری دریانواں دنتی نال کندھی واہندیاں۔	دریاؤں کی عمر ہمیشہ کناروں سے بہتے ہوئے گزری۔
۹۴۱	عقل دا اندھا پر گنڈھ دا پورا۔[۱]	عقل کا اندھا لیکن گانٹھ کا پورا۔

غ

۹۴۲	غرض مجنوں ہے۔ انتظار موت کنوں بُری ہے۔	غرض سودائے ہے۔ انتظار موت سے بُرا ہے۔
۹۴۳	غریب دی چُپ۔ بدلی دی دھپ۔ سُور دی گھُت۔	غریب کی خاموشی۔ بادل کی دھوپ اور سور کی ضرب۔
۹۴۴	غریب دی رن جنے کنے دی بھابی۔	غریب کی عورت ہر ایک بھاوجہ۔
۹۴۵	غریباں روزے رکھے تے دن بڈے آئے	غریبوں نے روزے رکھے اور دن بڑے بڑے آئے

ق

۹۴۶	قبر کُتے دی غلاف مشرو دا۔	قبر کتے کی اور غلاف مشرو کا۔
۹۴۷	قبر خالی تے ختماندی بھیڑ۔	قبر خالی اور ختموں کی کثرت۔
۹۴۸	قسمت دا کھٹیا کھاندا ہے۔	قسمت کی وجہ سے کھا رہا ہے۔
۹۴۹	قرضہ اچاون تے گھوڑے دا بھجاون برابر ہے	قرضہ اٹھانا اور گھوڑے کا دوڑانا برابر ہے
۹۵۰	قبر چونے گچ[۲] مردہ بے ایمان۔	قبر چونہ گچ اور مردہ بے ایمان۔

[۱] ۔ یہ اطلاق کرتے ہیں جہاں کوئی شخص اپنے مطلب کا پورا ہو۔
[۲] ۔ یہ اطلاق کرتے ہیں جہاں ظاہر کچھ اور باطن کچھ ہو۔

۹۵۱	قبر کتے دی غلاف دریائی دا۔	قبر کتے کی اور غلاف دریائی کا
۹۵۲	قاضی دی دوڑ مسیت تائیں۔	قاضی کی دوڑ مسیت تک۔
۹۵۳	قاضی جی[1] تسیں کیوں روندے ہو شہر دے اندیشے	قاضی جی آپ کیوں روتے ہیں شہر کے اندیشے سے
۹۵۴	قسمت نہ ہوئی اپنی تے ہتھیں آیا کھو۔	جب اپنی قسمت میں نہ ہو تو اپنے ہاتھ سے ہی کھویا جاتا ہے

ک

۹۵۵	کانے گھوڑی چڑھے تے جائے۔	کانا گھوڑی پر سوار ہو تو تب جانیں۔
۹۵۶	کھڑ کھڑ وڈی رکیباں منج ویاں۔ چڑھے بہاول خاں وڈایاں سنج ویاں۔	کھڑ کھڑاہٹ بہت اور رکابیں موج کی۔ بہاولیاں سوار ہوا بڑائی خواہ مخواہ کی۔
۹۵۷	کھٹو آوے ڈرد من کھٹو آوے لڑدا۔	کمائی کرنے والا ڈرتا آتا ہے اور نکما لڑتا۔
۹۵۸	کیمر دا سڑیا چھاچھ پھوک پھوک پیندا ہے	دودھ کا جلا چھاچھ بھی پھونک پھونک پیتا ہے
۹۵۹	کھیت کو لیاندی مغز فوجداراں دا۔	پیشہ کو ملوں نہ دشمنی کا اور دماغ فوجداروں کا۔
۹۶۰	کھیت بیجا بھنیاں دانیاں دا کاہنوں ست دے تلے کرواہیں۔	کھیت تو بھونے ہوئے دانوں سے بویا ہے خواہ مخواہ موت کی منتیں کیوں کرتا ہے۔
۹۶۱	کھٹے نہ کماوے پھلور گلہ کھاوے۔	نہ کام کرے نہ کمائے روٹی اچھی کھائے۔
۹۶۲	کاں کراڑ کتے دا۔ وساہ نہ کھائیں ستے دا	کوے کراڑ کتے کا اعتبار نہیں کرنا چاہئے اگرچہ سوتا ہی ہو۔
۹۶۳	کاں کراڑ کتے تے۔ پت نہ کائی ستے تے۔	بشرح صدر۔

[1] ۔ واں اطلاق پاتی ہے جہاں کوئی شخص خواہ مخواہ کے تردد میں پڑا رہے

۹۶۴	کاٹھ دی بلی تے کرے میاؤں۔	کاٹھ کی بی اور میاؤں کرے۔
۹۶۵	کندھوں پار قندھاروں پار۔	دیوار سے پار قندھار سے پار
۹۶۶	کم دا نہ کار دا تے دیگڑا بہنگار دا۔	کام کا نہ کار کا دیگچہ بہنگار کا۔
۹۶۷	کنڈا کڈھاون گئی تے گھنڈی بھنا آئی۔	گلا ملوانے گئی اور ٹینٹوا توڑوا آئی۔
۹۶۸	کھا نہ پی نے وڈا پیا تھی۔	نہ کھا اور نہ پی یوں ہی بڑھتا جا۔
۹۶۹	کھاوے پیوے ست بائیں اُٹھ نہ سکے چوکے تائیں۔	سات قسم کے کھانے کھائے اور چوکے تک اُٹھ نہ سکے۔
۹۷۰	کھان پین نوں چنگی۔ نام جپن نوں گنگی	کھانے پینے سے کو اچھی اور خدا کا نام لینے کو گنگی
۹۷۱	کھیرے دی کتی ٹکے دے ٹکرے کھاوے	دھیلہ کی کتیا اور دو پیسے کے ٹکڑے کھائے
۹۷۲	کُڑ کُڑ کتے تے انڈے کتے۔	کڑکڑانا کہیں اور انڈے کہیں۔
۹۷۳	کھولیا بقچہ تے نکلی ستھن۔	بقچہ کھولا اور پاجامہ نکلا۔
۹۷۴	کُڑ کُڑ وڈی تے انڈے تھوڑے۔	کڑکڑانا بہت اور انڈے کم۔
۹۷۵	کاغذاں دی بیڑی تے بندر ملاح۔	کاغذوں کی ناؤ اور بندر ملاح۔
۹۷۶	کھوہن نہ کھس تے دندیڑ کاں وٹن۔	بنتا بناتا تو کچھ نہیں یوں ہی دانت پیسے
۹۷۷	کیڑی دے گھر نرائن۔	چیونٹی کے گھر میں نرائن (خدا)
۹۷۸	کھائیے رج کے۔ نہیں سوئیے موہنہ بج کے	سیر ہو کر کھائیے ورنہ مُنہ ڈھانپ کر سوئیے۔
۹۷۹	کھوہ وچ سنڈھا پے گیا نال ہی کھسی کرلو	چاہ میں جا موش گر گیا۔ ساتھ ہی خصی بھی کرلو۔
۹۸۰	کھوہ کھٹ دیاں نوں کھاتا تیار۔	چاہ کندہ را چاہ در پیش۔
۹۸۱	کوئی نہیں کہندا کہ میری لسی کھٹی ہے۔	کس نہ گوید کہ دوغ من ترش ست۔

۹۸۲	کوتاہ گردن تنگ پیشانی حرام زادے دی ایہ نشانی۔	چھوٹی گردن۔ تنگ پیشانی۔ حرام زادہ کی یہ نشانی۔
۹۸۳	کانی اکھ نہ رہندی گجھی۔	کانی آنکھ چھپی نہیں رہتی۔
۹۸۴	کئی پاپڑ میں بیل تھکی۔	میں نے کئی پاپڑ بیلے۔
۹۸۵	کن وا کچا اکھیاں وا انھاں۔	کانوں کا کچا آنکھوں کا اندھا۔
۹۸۶	کراڑ ہوکے اُڑدا تولے ایہ بھی کوئی بھول اے دشمن تھی کے تھیوے اولے گھولے ایہ بھی کوئی بھول اے۔ بیوہ پاوے سوہے چولے ایہ بھی کوئی بھول اے۔	دُکاندار ہوکر زیادہ تولے یہ بھی کوئی غلطی ہے۔ دشمن ہوکر پیار کرے یہ بھی کوئی چال ہے۔ بیوہ سُرخ کپڑے پہنے اس میں بھی کوئی بھید ہے۔
۹۸۷	کفن دی توفیق نہیں تے مرن دیاں تیاریاں	کفن کی توفیق نہیں اور مرنے کی تیاری۔
۹۸۸	کھٹ جیہی سوت نہیں تے ڈیوے جیہی جوت نہیں۔	چارپائی جیسی کوئی سونے کی جگہ نہیں اور دیا جیسی روشنی نہیں۔
۹۸۹	ککڑ۔ کتی۔ میمنی کوڑے پُتر جنے۔	مرغی۔ کتیا۔ بکری نکمے بچے دے۔
۹۹۰	کاواں ناؤں بدنام گیرے سنج کرنیدے	کوؤں کا نام بدنام ہے خاختائیں اُجاڑ کرتی ہیں
۹۹۱	کراڑ دندالی تے خوجہ پھاوڑہ۔	کراڑ (ساہوکار) دندالی ہے۔ خوجہ پھاوڑی۔
۹۹۲	کوڑوں خالی کوئی نہ گھر۔	جھوٹ سے کوئی گھر خالی نہیں۔
۹۹۳	ککڑ کٹھی گوانڈن رُٹھی۔	مرغی ذبح کی اور ہمسائی خفا ہوگئی۔
۹۹۴	ککڑ کوں ترکلے دا ڈنب کافی۔	مرغی کو تکلے کا ذخم ہی کافی ہے۔
۹۹۵	کھاوے قصائیں بھونکے سائین۔	قصابوں سے کھائے اور اپنے مالک کی طرف بھونکے

۹۹۶	کھیر کریں مکھن وریں۔	دودھ قسمت سے ملتا ہے اور مکھن پیسوں سے
۹۹۷	کھیتی سر سیتی۔	کھیتی سوائے اپنی نگرانی کے نہیں ہوتی۔
۹۹۸	کھیتی کرماں سیتی۔	کھیتی قسمت کی ہے۔
۹۹۹	کندھی تے وسناں تے خواجے نال ویر	دریا کے کنارہ پر بسنا اور خواجہ کے ساتھ بیر
۱۰۰۰	کندھی دا ہمسایہ نہ بکھا نہ ترہایا۔	دریا کے کنارہ کا رہنے والا نہ بھوکا اور نہ پیاسا
۱۰۰۱	کوڑ دے موہنہ دھوڑ۔	جھوٹ کے مُنہ میں خاک۔
۱۰۰۲	کھاوے گلہ مریجے کلہ۔	تمام کنبہ کھائے اور ایک کمائے۔
۱۰۰۳	کالو دھوتے کپڑے کاواں کالے تیں	کالو نے کپڑے دھوئے کوّے سے بھی کالے
	پلائی لسی میں پانی وچوں اگھاڑے۔	تم نے چھاچھ پلائی اور میں نے پانی پیسے ہی کنگھاڑے
۱۰۰۴	کرنی فقیرنی تے کہیں دلگیری۔	فقیری میں اُداسی کیسی۔
۱۰۰۵	کڑی پیٹ منڈے کھیت۔	بیٹی پیٹ میں اور بیٹے کھیت میں۔
۱۰۰۶	کمی کم دا۔ ٹھکر ڈیپ[۱] دا۔	کمیں وہ ہے جو کام کرے ٹھاکر محض نمائشی۔
۱۰۰۷	کھٹی واہک ڈینہ تے وڈھی وی ساری مد	کمائی کا ایک روز اور رشوت کی ساری مدت
۱۰۰۸	کنجری کوں ڈیون ریت وچہ پانی برابر ہے	طوائف کو دینا دلانا اور ریت میں پانی ڈالنا برابر ہے
۱۰۰۹	کتے دی پوچھ وچھلی پانی ڈنگی دی ڈنگی رہی	کتے کی دم بانسلی میں ڈالی ٹیڑھی کی ٹیڑھی رہی۔
۱۰۱۰	کوئی نہ ویوے اپنا ایہی رو وان آوے۔	دنیا اسی کا ہے کہ اپنا کوئی امداد نہیں کرتا۔
۱۰۱۱	ککھیں باہ غلاماں دوستی۔	تنکوں کی آگ اور غلاموں کی دوستی۔
۱۰۱۲	کجل نہ مسواک تے کانی لدھا سوہاگن۔	نہ کاجل اور نہ مسواک کانی سہاگن بن بیٹھی
۱۰۱۳	کوہ نہ تری بابا ترہائی۔	ایک کوس تک بھی نہ چلی اور بابا میں پیاسی ہوں

[۱] ڈیپ (چراغ)

۱۰۱۴	کاواں کولوں ڈھول کدی نہیں وجے	کوؤوں سے ڈھول کبھی نہیں بجتے۔
۱۰۱۵	کاواں دے آکھے ڈھور نہیں مردے۔	کوؤوں کے کہنے سے مویشی نہیں مرتے۔
۱۰۱۶	کدجمی تے کد سُرگ نوں گئی۔	کب پیدا ہوئی اور کب بہشت کو گئی۔
۱۰۱۷	کل دی بھوتنی سبیاں وچہ ادھ۔	کل کی بھوتنی اور مرگھٹ میں نصف حصہ۔
۱۰۱۸	کوڑھی کوں فتح سنگھ ناؤں۔	نامرد کا نام فتح سنگھ (کوڑھی۔ یعنے جزامی نامرد۔ کم زور)
۱۰۱۹	کماوے کوئی اُڑاوے کوئی۔	کمائے کوئی اور اُڑائے کوئی۔
۱۰۲۰	کھا کھا کے چوتڑ موٹے کیتے ہن۔	کھا کھا کے چوتڑ موٹے کیئے ہیں۔
۱۰۲۱	کُکڑ۔ کاں۔ کبو۔ قبیلا پالنا۔ جٹ بہاں سنسار قبیلا گالنا۔	مُرغا۔ کوا۔ کبو قبیلا پالتے ہیں۔ جٹ بھینسا قبیلہ تباہ کرتے ہیں۔
۱۰۲۲	کون جانے پرائی پیڑ۔	بیگانہ درد کون جانے۔
۱۰۲۳	کولیاں دی دلالی وچوں مونہہ کالا۔	کوٹھوں کی دلالی میں مُنہ کالا۔
۱۰۲۴	کہے تے گہاری گدھے تے نہیں چڑھدی۔	گہاری کہنے سے گدھے پر نہیں چڑھتی۔
۱۰۲۵	کیا ننگی نہائے کیا نچوڑے	ننگی کیا نہائے اور کیا نچوڑے۔
۱۰۲۶	کیڑی نوں ٹھوٹھا ای دریا ہے	چیونٹی کو کنوا ہی دریا ہے۔
۱۰۲۷	کنک کھیت کُڑی پیٹے آجوایا منڈے کھا	کنک کھیت میں بیٹی پیٹ میں آئی اور ماں کھائے
۱۰۲۸	کھسریاں توں مراواں۔	فحشوں سے مراد ہیں۔
۱۰۲۹	کھیتی جٹ دی باڑی نٹ دی۔	کھیتی جاٹ کی اور باڑی نٹ کی۔
۱۰۳۰	کم اپنا اپنا نری سلام علیک۔	کام اپنا اپنا نری سلام علیک۔

۱۰۳۱	کیڈا کو ہنگل کناں بنیاں ہے۔	کتنا مگر اپن کرتا ہے۔
۱۰۳۲	کندھی نال لے دے تے بڈھا نال لے ڈوبے	دیوار لپائی سے اور بوڑھا سہارا سے۔
۱۰۳۳	کُتی کوں چوئیں لگی ٹنانے کنوں ڈڈی	کتیا کو چوانتی لگی جگنو سے ڈرتی ہے
۱۰۳۴	کھائے من بھاوندا۔ پہنے جگ بھاوندا۔	جو جی میں آئے وہ کھائے اور جیسے سوسائٹی پسند کرے وہ پہنے۔
۱۰۳۵	کھانا کھادا پتل پاٹی۔	کھانا کھایا اور پتل (پتروں کی طشتری) پھٹی
۱۰۳۶	کم نہ جانے جُتاں ڈھیر۔	کام تو جانتا نہیں مگر جتیں بہت۔
۱۰۳۷	کوٹھے تے کڑی ناں تے اوپر منجا ڈاہ۔	مکان پر تو ایک کڑی ہی نہیں اور کہنا یہ کہ اوپر چارپائی بچھاؤ۔
۱۰۳۸	کھڑ دا گھیو۔ کڑی دا پیو۔ جٹ دا شاہ کجھ وسا نہیں۔	اینٹا روغن بیٹی کا باپ جاٹ کا ساہوکار ان تینوں کا کوئی اعتبار نہیں۔
۱۰۳۹	کھوٹا پیسہ تے ماڑا پُت کویلے کم آوندا ہے	کھوٹا پیسہ خراب بیٹا مصیبت کے وقت کام آتا ہے
۱۰۴۰	کُڑم کپتا چنگا۔ گوانڈ کپتا ماڑا۔	فسادی سسرال اچھا۔ ہمایہ فسادی بُرا۔
۱۰۴۱	کبیرا تیری جھونپڑی گل کٹیاں دے پاس جو کرن گے سو بھرن گے تم کیوں پتے اوداس۔	کبیر تمہاری جھونپڑی مجنوں کے پاس۔ جو کریں گے سو بھریں گے تم کیوں اُداس ہو
۱۰۴۲	کھیڈ کھاڈ کے دن ولائے۔ کپڑے پھٹے گھر نوں آئے۔	دن کھیل کھلا کر پورے کئے۔ کپڑے پھٹے تو گھر کو آئے۔
۱۰۴۳	کراڑ پھاتا پورا تولے۔	بنیا پھنسا ہُوا پورا وزن کرتا ہے۔

۱۰۴۴	کھوٹا پیسہ اپناتے پرکھن والے نوں کی دوس	پیسہ تو اپنا کھوٹا معاف پر کیا تہمت۔
۱۰۴۵	کلر کھیت بسیمہ کھیتی کدی نہ ہون بتیانے تیتی۔	کھیت میں شور اور حد پر کھیتی کی صورت میں کبھی ۳۲ کے ۳۳ نہ ہوں۔
۱۰۴۶	کچھ گیہوں گلے کچھ سندڑ ڈھلے کچھ چکی منڑاہ۔	کچھ کنک چکی کے گلے میں رہ جائے۔ کچھ چکی کے پرزے ڈھیلے۔ اور کچھ چکی ہی خراب۔
۱۰۴۷	کاں کلال کتے دا۔ وساہ نہ کریئے ستے دا	کوے کلال کتے کا اگرچہ سوتا ہی ہو اعتبار نہیں کرنا چاہئے۔
۱۰۴۸	کل دی فقیرنی دوپہرے دھواں۔	کل کی فقیرنی اور دوپہر کو دھواں۔
۱۰۴۹	کوٹھی ہتہ نہ لائیں تے گھر بار تیرا۔	کوٹھی کو (دانہ رکھنے کی گلی لٹاری) ہاتھ نہ لگائے اور گھر بار تیرا۔
۱۰۵۰	کھان نوں لبھے ناں بوہے تے ڈیوڑھی	کھانے تو ملے نہیں اور دروازہ پر پہرہ۔
۱۰۵۱	کھان پیون نوں قلندر ہیکیاں نوں بندر	کھانے پینے کو قلندر اور ہچکیوں کے واسطے بندر
۱۰۵۲	کاغذی بیڑی کد تک ترے گی۔	کاغذ کی بیڑی کب تک تیرے گی۔
۱۰۵۳	کھچڑے کھادے پونچا اتردا ہے۔	کھچڑے کھانے سے پنجہ اُترتا ہے۔
۱۰۵۴	کوانہس دی چال چلیا اپنی بھی بھل گیا	کوا ہنس کی چال چلا اپنی بھی بھول گیا۔
۱۰۵۵	کہنے تھیں بات پرائی ہوجاندی ہے۔	کہنے سے بات پرائی ہوجاتی ہے۔
۱۰۵۶	کرموں کی ریکھ امٹ ہے۔	قسمت کی رکھیا مٹنے والی نہیں۔
۱۰۵۷	کھلاوندیاں دا نام نہیں ہوندا روندیاں دا ہوندا ہے۔	کھلانے والوں کا تو نام ہوتا نہیں رُلانے والوں کا ہوتا ہے۔

۱۰۵۸	کوئی کسی دی قبر وچ نہیں سوئے گا۔	کوئی کسی کی قبر میں نہیں سوئے گا۔
۱۰۵۹	کم خرچ بالانشین۔	کم خرچ بالانشین۔
۱۰۶۰	کڑی دی کڑی وادھے وے ٹکے۔	بیٹی کی بیٹی اور نائد پیسے۔
۱۰۶۱	کیا پدی کیا پدی دا شوربا۔	کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ۔
۱۰۶۲	کنکھ ہلیا تے چور چلیا۔	تنکا ہلا اور چور چلا۔
۱۰۶۳	کالے نہ ہوون بگے بھاویں سو من صابن لگے	سیاہ سفید نہ ہوں اگرچہ سو من صابن لگایا جاوے
۱۰۶۴	کنک نال گھن بھی پس گیا۔	کنک کے ساتھ گھن بھی پسا۔
۱۰۶۵	ککڑی کھہ اڑائی تے اپنے سر وچہ پائی۔	مرغی نے خاک اڑائی اور اپنے ہی سر ڈالی۔
۱۰۶۶	کالے نوں کانا کہئے تک وچہ مارے لت ہولی ہولی پوچھئے بابا کیکر گئی اکھ۔	اگر کالے کو کانا کہیں تو چھاتی میں لات مارے آہستہ آہستہ پوچھنا چاہئے کہ بابا یہ آنکھ کس طرح خراب ہوئی۔
۱۰۶۷	کاٹھ دی ہانڈی اک مرتبہ چڑھدی ہے	لکڑی کی ہنڈیا ایک ہی مرتبہ چڑھتی ہے۔
۱۰۶۸	کون کہے رانی اگا ڈھک۔	کون کہے رانی جیا کر۔
۱۰۶۹	کتے کو کھیر نہ بچی۔	کتے کو کھیر ہضم نہ ہوئی۔
۱۰۷۰	کاٹھ دی بلی ہر کوئی بنا لیندا ہے میاؤں کون کرے۔	لکڑی کی بلی تو ہر کوئی بنا لیتا ہے۔ میاؤں کون کرے۔
۱۰۷۱	کچی چھوہر آٹا خراب۔	نا تجربہ کار لڑکی اور آٹا خراب۔
۱۰۷۲	کام جو کیجئے۔ دان جو دیجئے۔	کام وہی جو کیا جائے خیرات وہی جو دی جائے
۱۰۷۳	کاکا گینا۔	کاکا گینا۔ (تجربہ کار عقل مند فنی)

گ

۱۰۷۴	گابے ہل دہاون ہاتے داناں کوں کوئی نہ پچھے ہا۔	اگر بچھڑوں سے ہل ہانا جائے تو بیلوں کو کوئی پوچھے ہی نہیں۔
۱۰۷۵	گھوٹ کوار راضی تے کیا کرسی ملاں قاضی	خاوند بیوی راضی تو کیا کرے گا ملا اور قاضی
۱۰۷۶	گرو جہاں دے اندھے چیلے ٹرکاؤ۔	جن کے گرو اندھے اُن کے چیلے چانٹے بددیانت
۱۰۷۷	گھر میں آٹا نہیں پھلکے شوہ پکاوے۔	گھر میں آٹا نہیں اور روٹی مرغن پکائے۔
۱۰۷۸	گھر نہ لبھن ٹاٹیاں باہروں چمن دی بو	گھر میں تو ٹاٹیاں (چھپلی خورد) بھی نہیں باہر سے چمن کی بو
۱۰۷۹	گھر کفن ناں تے مرن دیاں ہوساں۔	گھر میں کفن نہیں اور مرنے کی خواہشیں۔
۱۰۸۰	گھر نہ دانے تے اماں پہین گئی۔	گھر دانے نہیں اور ماں پیسنے گئی ہے۔
۱۰۸۱	گھوڑے کو تلا۔ رن کو کھلا۔	گھوڑے کو گھاس اور عورت کو (کھلا) جوتا یعنی ڈانٹ۔
۱۰۸۲	گھر دا پیر چل دا وٹا۔	گھر کا پیر اور چولھے کا بٹہ۔
۱۰۸۳	گھروں میں آواں تے سنیہے ایہ دے۔	گھر سے میں آؤں اور پیغام یہ دے۔
۱۰۸۴	گرو جہاں دے ٹپنے چیلے جان جھڑپ	جن کے گرو کودتے ہیں اُن کے چیلے پھلانگیں لگاتے
۱۰۸۵	گالیں کڑے من بھاونیاں گھیو نہ گھتے مول	باتیں دل چسپ کرے اور گھی اصلا نہ ڈالے
۱۰۸۶	گنڈھ نہ پلے بھیٹو آکڑ آکڑ چلے۔	پاس تو کچھ نہیں اور بے شرم اکڑ اکڑ چلتا ہے
۱۰۸۷	گھگھرا گل وچ تے عاقبت بخیر۔	لہنگا گلے میں اور عاقبت بخیر۔
۱۰۸۸	گھر قصائی دا تے نام دھرم سال۔	گھر قصاب کا اور نام دھرم سال۔
۱۰۸۹	گھر تند نہ تانی نے جولاہیاں نال ڈانگو ڈانگی	گھر میں سوت نہیں اور جولاہے سے جھگڑا (ڈانگ یعنی لاٹھی)

۱۰۹۰	گھر ڈانگ ناں تے میری بندوق چائی آویں	گھر میں تو لاٹھی بھی نہیں اور کہنا یہ کہ میری بندوق اُٹھا لانا۔
۱۰۹۱	گھنٹا روک تے سونا پیلا۔	لینا نقد اور سونا یک پہلو پر۔
۱۰۹۲	گھر وچہ کتا نہیں تے نام بہادر خاں۔	گھر میں کتا بھی نہیں اور نام بہادر خاں۔
۱۰۹۳	گھوڑا تے پھوڑا ہتھ پھیریاں ودھدا ہے۔	گھوڑا اور دمبل ہاتھ پھیرنے سے بڑھتا ہے۔
۱۰۹۴	گدھاں کی جانے گل قند دا سواد۔	گدھا گل قند کا مزہ کیا جانے۔
۱۰۹۵	گدڑ دراکھ نہ اپڑے تھو کوڑی۔	گیدڑ انگور تک تو پہنچ نہ سکے اور کہے یہ کوڑا ہے
۱۰۹۶	گھر ٹوپہ باہر ہوکا۔	گھر میں تو صرف ایک ٹوپا (ایک وزن غلہ) بھی نہیں اور باہر منادی۔
۱۰۹۷	گھر چھپری مال بھیڈ بکری۔ پتر اوہ جیڑھا ویلے پکڑی۔	گھر چھپری مال بھیڑ اور بکری۔ بیٹا وہ جو وقت پر کام آئے۔
۱۰۹۸	گھر کوٹھ۔ مال اوٹھا۔ پُتر جیٹھا۔	گھر مکان۔ مال شتری۔ بیٹا پہلوٹی کا۔
۱۰۹۹	گابلیں ہفت دیاں تے ٹکے دے موٹھ۔	باتیں ہفت کی اور ٹکے کے موٹھ۔
۱۱۰۰	گدڑ والہ پروانہ۔	گیدڑ والہ پروانہ۔
۱۱۰۱	گڑ وچہ ربہ۔	گوڑ میں کھُرپا۔
۱۱۰۲	گھیئو پیا تھال نہ مہنا نہ گال۔	گھی رکاب میں پڑا نہ طعنہ اور نہ دشنام
۱۱۰۳	گھر دا ملاں تے چلھے دا وٹہ۔	گھر کا ملا اور چولھے کا باٹ۔
۱۱۰۴	گلڑ نال الفت تے گٹے پلیت۔	کتے کے پہ سے الفت اور ٹخنے پلید۔
۱۱۰۵	گھر ہووے رجی تے باہروں آوے تھانی کی	اگر گھر میں فارغ البالی ہو تو باہر سے بھی رکابی معہ پلاؤ

۱۱۰۶	گھڑے نوں ہتھ لایا تے سارا ٹبر تہایا۔	گھڑے کو ہاتھ لگایا اور سب کنبہ پیاسا۔
۱۱۰۷	گند پھولیاں بو آویگی۔	نجاست سے بو ہی آتی ہے۔
۱۱۰۸	گھر دی ادھی باہر دی ساری ناوں اچھی	گھر کی نصف باہر کی سالم سے اچھی ہے۔
۱۱۰۹	گھیو دے چراغ جل رہے ہن۔	گھی کے چراغ جل رہے ہیں۔
۱۱۱۰	گھر دے پیراں نوں تیل دے مرنڈے۔	گھر کے پیروں کو تیل کے مرنڈے۔
۱۱۱۱	گھروں جائے کھنے کے اگوں ملن پکے کے	گھر سے کھا کر جائیں تو آگے پکی ہوئی ملیں
۱۱۱۲	گاں نہ وجھی نیندر کریسوں اچھی۔	نہ گائے اور نہ بچھیا مزے سے نیند آئے گی۔
۱۱۱۳	گھر میں گھی نہیں تے پھلکے تر پکا۔	گھر میں گھی نہیں اور روٹیاں مرغن پکا۔
۱۱۱۴	گھگھرا رنگیا نہیں ماسی مبارک اے۔	لہنگا رنگا نہیں اور ماسی مبارک ہو۔
۱۱۱۵	گاں ملے نہ ملے ماسی دودھ دیئیں۔	چاہے گائے دوہی جائے نہ دوہی جائے ماسی دودھ دے
۱۱۱۶	گھر نہ ہووے کم تاں ملکانے ویڑھے وچ	اگر گھر میں کام نہ ہو تو ملکوں کے گھر میں جاؤ۔
۱۱۱۷	گھلی وا سارے جہان کوں لگے۔	چلتی ہوا سارے جہان کو لگتی ہے۔
۱۱۱۸	گنجی کیا دھووے کیا نچوڑے۔	گنجی کیا دھوئے اور کیا نچوڑے۔
۱۱۱۹	گھر وچ بوٹی نہیں ناؤں باغ شاہ۔	گھر میں بوٹی نہیں اور نام باغ شاہ۔
۱۱۲۰	گذریا وقت نہ پھر ہاتھ آوے مکھی وانگوں حسرت کھاوے۔	گیا وقت پھر آتا نہیں مکھی کی طرح افسوس کرے
۱۱۲۱	گھیو کھاوے شکر نال دینا کماوے مکر نال	گھی شکر سے کھانی چاہیے اور دینا مکر سے کمائے
۱۱۲۲	گل گئے گلشن گئے۔ جنگلی دھتورے رہ گئے۔ عاقل گئے دانا گئے۔ بس بے شعورے رہ گئے	گل و گلشن بھی نہ رہے۔ جنگلی دھتورے رہ گئے عاقل اور دانا بھی نہ رہے۔ بے شعورے رہ گئے۔

۱۱۱۰ ۔ کنکھ کے بھوسے ہوئے دانوں میں گڑ ملایا جائے تو اس کو مرنڈے کہتے ہیں۔

۱۱۲۳	گڑ کھائے لُک چھپاکے۔	گڑ چھپ چھپا کر کھانا چاہئے۔
۱۱۲۴	گنجے نوں خدا ناخن نہ دیوے۔	گنجے کو خدا ناخن نہ دے۔
۱۱۲۵	گھوڑیاں نسیاں اک باگیاں۔	گھوڑیاں سرپٹ دوڑیں۔
۱۱۲۶	گھر میں دانہ نہیں چکی پر ڈھاکو ڈھاک۔	گھر میں غلہ نہیں چکی پر زور۔
۱۱۲۷	گوہے نال شکار مارنا۔	اوپلے سے شکار مارنا۔
۱۱۲۸	گدڑ دی موت آوے تاں گدھیلے دی مُنی نال کھنیدا ہے۔	گیدڑ کی موت آتی ہے تو گیدڑی یعنے گیدڑ مارنے والوں کے کیلہ سے بدن رگڑتا ہے۔
۱۱۲۹	گھی گڑ تیرا۔ پھوک بستر میرا۔	گھی گڑ تیرا پھونک بستر میرا۔
۱۱۳۰	گدڑنوں کیہا تیرا گوہ نہ چاہیدا ہے۔ کہن لگا یار پہاڑیں ہگدے ہوندے ہیں۔	گیدڑ کو کہا تمارا گوہ چاہئے۔ کہنے لگا ہم پہاڑوں میں ہگا کرتے ہیں۔
۱۱۳۱	گھی بناوے سالناں بڑی بہو داناؤں۔	گھی سے سالن بنے اور بڑی بہو کا نام
۱۱۳۲	گلیں باتیں میں بڑی کرتوتن بڑی جٹھانی۔	باتوں میں بڑی اور کرتوتوں میں بڑی بہو
۱۱۳۳	گون بھناوے جوں بھاویں رگڑا ای ہون	غرض جو بھنواتی ہے چاہے ترہی ہوں۔
۱۱۳۴	گنجا کی دھراوندا نائیاں دا۔	گنجے کو نائیوں کی کیا پرواہ۔
۱۱۳۵	گل پیا ڈھول بجاؤنا پیندا ہے۔	گلے پڑا ڈھول بجانا پڑتا ہے۔
۱۱۳۶	گھتی چڑی گلیلے کھائے۔	پرشکستہ چڑیا غلیلے کھائے۔
۱۱۳۷	گھر دی کُکڑی دال برابر۔	گھر کی مرغی دال برابر۔
۱۱۳۸	گھماری اپنا ای بھانڈا سلاحوں دی ہے	گھماری اپنے ہی برتن کی تعریف کرتی ہے۔
۱۱۳۹	گڑ گیا خدا دے پاس اُس بھی کھالیا۔	گڑ خدا کے پاس گیا تھا فریاد کے پہلے اُس نے بھی کھالیا

۱۱۴۰	گھڑی گھتا سو کوہ تے جا پیندا ہے۔	ایک دفعہ کا فریب زدہ سو کوس پر جا پڑتا ہے۔
۱۱۴۱	گئی سی نتھ گھڑاون نوں نک بڈھا کے آگئی	نتھلی بنوانے کے واسطے گئی تھی ناک کٹا کر آئی
۱۱۴۲	گھر دی اِٹ ناں ناؤں منڈے دا لکھی	گھر کی ایک اینٹ بھی نہیں اور بیٹے کا نام ملک
۱۱۴۳	گئی سی پُت دی گنڈی ملاون خصم دی کانج نکل گئی۔	بیٹے کا ٹنیٹو ملوانے گئی تھی خاوند کی ہوج نکل گئی۔
۱۱۴۴	گدوں دی گون مانی دا بھلیکا۔	گدھے کی صرف ایک گون (چھپٹ) اور مانی کا (ایک وزن ۱۰ من کا) فرق۔
۱۱۴۵	گھر دی جگہ ناں میاں محلہ دار۔	گھر کی جگہ نہیں اور میاں محلہ دار۔
۱۱۴۶	گھر دی کوٹھری ناں منجا تے اندر۔	گھر کی کوٹھڑی نہیں اور چارپائی تہ خانہ کے اندر
۱۱۴۷	گھر لگے تاں اگ باہر لگے تاں بستر۔	گھر میں لگے تو آگ اور باہر لگے تو بستر دیوتا۔
۱۱۴۸	گہنے دا شاہ۔ بیٹے دی گرمائی۔ کالی احسان نہیں ہے۔	زیور پر قرضہ بیٹے کی منگنی کوئی احسان نہیں ہے۔
۱۱۴۹	گوجروں پرے اوجڑ۔ اوجڑوں پرے اُجاڑ	گوجر سے بڑھکر ویرانہ۔ ویرانہ سے بڑھکر اُجاڑ
۱۱۵۰	گھا گھاڑیوں پرشاد لنگروں۔	جہاں پر گوجر دیکھیں وہیں مارنا چاہئے۔
۱۱۵۱	گھیو دی بوند نہیں تے ناؤں روغن جوش	گھاس موسم سے اور پرشاد (کھانا) لنگر میں ہے
۱۱۵۲	گھسن نیڑے کہ خدا۔	گھی کا تو قطرہ نہیں اور نام روغن جوش۔
۱۱۵۳	گھر دے بھیتی لنکا ڈھاوے۔	مکا نزدیک کہ خدا۔
۱۱۵۴	گئے نماز بخشوان روزے گل پئے گئے۔	گھر کے بھیدی لنکا ڈھاوے۔
		نماز بخشوانے گئے اور روزے گلے پڑ گئے۔

۱۱۵۵	گلاں کرن نوں ہی بنیاں ہن۔	باتیں کرنے کے واسطے ہی بنی ہیں۔
۱۱۵۶	گو نہ کھادیاں کال نہیں نکلدا۔	گوہ کھائے کال نہیں نکلتا ہے۔
۱۱۵۷	گودڑیار، دچہ لعل۔	گدڑیوں میں لعل۔
۱۱۵۸	گدوں سپتا نہیں گہمار کپتا نہیں۔	گدھا شریر ہے گہمار شریف۔
۱۱۵۹	گوڈیاں تے اُٹھ نہ سکاں تے میرے نو بکھرے	گھٹنوں سے اُٹھ نہ سکوں اور میرے ۹ حصے یا بجز
۱۱۶۰	گھر پکیاں تے باہر بھی پکیاں۔	گھر میں روٹیاں پکیں تو باہر بھی پکیں۔
۱۱۶۱	گھر پکدیاں دے سبھے انگ ساک۔	گھر میں پکتیوں (روٹیاں) کے سب رشتہ دار ہیں
۱۱۶۲	گنگا نہا کے پاک نہ ہووے بھاویں ستو ستو غوطے کھاوے۔	گنگا میں نہا کر پاک نہ ہو چاہے سو سو غوطے کھائے۔
۱۱۶۳	گذری ہولی رحمت اللہ کھیڈے۔	گذری ہولی رحمت اللہ کھیلے۔

ل

۱۱۶۴	لکھے لیکھ مٹاوے کون۔	قسمت کا لکھا کون مٹائے۔
۱۱۶۵	لاہو پتو پڑھو نکاح۔ رہ نہ آوے سکے بہن بھرا	لاہو پتو نکاح پڑھو سگے بہن اور بھائی باہو جو شدہ دادی
۱۱۶۶	لیلا گدا اُن کوں ہتوں چرے کپاہ۔	بھیڑی کا بچہ اُن کے واسطے لیا وہ اُلٹا کپاس چرتا ہے
۱۱۶۷	لکھ کھیٹا ڈومنی جے ڈوم سلامت آیا۔	ڈومنی نے لاکھ پایا جو ڈوم سلامت آیا۔
۱۱۶۸	لڑن سان پیٹجن بوٹے۔	سانڈ لڑیں اور جھاڑیوں کی تباہی۔
۱۱۶۹	لگا تیر نہیں تکہ۔	اگر لگ گیا تو تیر ورنہ تکہ۔
۱۱۷۰	لک بدھا روڑیاں تے مُتا کوہ لاہور۔	اروڑوں نے کمر باندھی اور پونا کوس لاہور۔

۱۱۷۱	لوٹے وچہ دانے کدن کٹانے۔	کوزے میں دانے اور کٹانے (وہ چوہڑے جو مسلمان ہو چکے ہیں) کو دیں۔
۱۱۷۲	لکھ مرے لکھ پال نہ مرے۔	لاکھ مر جائے لیکن لاکھوں کا خبر گیر نہ مرے
۱۱۷۳	لکھ لاکھیں یا لکھ بٹاکیں یا لکھ سل نہ بیں	لاکھ یا تو لکھ پتیوں کے پاس ہوتا ہے اور یا گپ بازوں کی زبان پر یا خشت پزوں کی شمار میں
۱۱۷۴	لوہار جانے انگیا جانے پھوکن والے دی بلا جانے	لوہار جانے کوئلہ جانے پھونکنے والے کی بلا جانے۔
۱۱۷۵	لڑائی پچھوں گھسن یاد آیا ہن اپنے سر وچہ مار۔	بعد از جنگ مشت یاد آمد بہ کلہ خود باید زد۔
۱۱۷۶	لیکھا ماواں دھیاں۔	حساب ماں اور بیٹی کا بھی ہوتا ہے۔
۱۱۷۷	لگیاں دی لاج رکھیں۔	ہاتھ پکڑے کی لاج ہونی چاہئے۔
۱۱۷۸	لنجھی چڑھی نہ جاندا میر امصری بے پرواہ	میر امصری (ایک نام) بے پرواہ نشیب و فراز نہیں جانتا
۱۱۷۹	لگی نہ دیائی کیا جانے پیڑ پرائی۔	نہ حاملہ ہوئی اور رنجنی بیگانی تکلیف کیا جانے
۱۱۸۰	لڑویاں دے چھیکڑ تے بھجیاں دے موہرے	لڑتوں کے پیچھے اور بھاگتوں کے پہلے۔
۱۱۸۱	لسی دیوے ناں بے لے مکھن دی دیوین	چھاچھ تو دیتی نہیں بی بی مکھن بھی دینا۔
۱۱۸۲	لنگڑا ٹٹو لاہور دا دائیا۔	لنگڑا ٹٹو لاہور کا عزم۔
۱۱۸۳	لونگی کتی جلیبیاں دی راکھی۔	لونگی (نام) کتیا جلیبیوں کی نگراں۔
۱۱۸۴	لاڑے دے بغیر جنج کس کم دی۔	دولہا کے بغیر برات کس کام کی۔
۱۱۸۵	لڑکیاں بادشاہاں دے گھر نہ سماندیاں	بیٹیاں بادشاہوں کے گھر میں بھی نہیں رہتی ہیں
۱۱۸۶	لتوں لنگی تے ولایت دا دائیا۔	لات سے لنگڑی اور ولایت کا ارادہ۔

۱۱۸۷	لڑکا بغل میں ڈھنڈورہ شہر میں۔	لڑکا بغل میں اور منادی شہر میں۔
۱۱۸۸	لہو لاکے شہیداں وچہ مل گیا۔	لہو لگا کر شہیدوں میں ملا۔
۱۱۸۹	لہو دیکھ کے جوگ لگدی ہے۔	جوگ لہو دیکھ کر ہی لگتی ہے۔
۱۱۹۰	لبے آدمی عقل گٹیاں وچہ ہوندی ہے۔	لمبے آدمی کی عقل ٹخنوں میں ہوتی ہے۔

م

۱۱۹۱	مال دھارے آپ نہ جاوے جھک مارے	جو پروا نا خود مال نہ چرائے جھک مارے۔
۱۱۹۲	مندھری چھگڑی متھے کتے وٹ۔ گھوڑیاں ایہ صفاتاں ناریں چوڑ چپیٹ۔	پستہ قد پیشانی پر شکن گھوڑیوں کی یہ صفتیں ہیں اور عورتوں کے واسطے عیوب۔
۱۱۹۳	ماں مریڈی۔ پیو تندور۔ پتر کیسر دی جڑھ	ماں (مریڈی ایک بوٹی) باپ (تندور ایک بوٹی) بیٹا کیسر کی جڑھ۔
۱۱۹۴	ماں گواہ تے بھیڈاں اپنیاں۔	ماں گواہ اور بھیڑیں اپنی۔
۱۱۹۵	ماں بھیاری پتر اکڑ کھاند۔	ماں بھیاری اور بیٹا اکڑ باز۔
۱۱۹۶	مونہہ موناں کر توت شیطاناں۔	منہ موناں اور کرتوت شیطانوں
۱۱۹۷	مہنھیں گھر وریا ماں گھوڑے گھر سلطاناں	بھینسیں بہادروں کے گھروں میں اور گھوڑے بادشاہوں کے ہاں۔
۱۱۹۸	متیں دیندی جنھاں کوں اوڑھی دیندی آپ	اوروں کو نصیحت کرے اور خود فضیحت میں
۱۱۹۹	ماں مرگئی رکھا نے دھی وانا دہی۔	ماں مرگئی ممتا سے اور بیٹی کا نام دہی۔
۱۲۰۰	میں تے لگھنا ماں نمبرداری نہیں لنگھن دیندی	میں تو آتا ہوں نمبرداری نہیں آنے دیتی۔

۱۲۰۱	مناں تے دیوی نہیں تاں پتھر۔	مانوں تو دیوی ورنہ پتھر۔
۱۲۰۲	منڈے۔ رول۔ رناں تینوں اُجاڑے دا نباں	لڑکے۔ راول۔ عورتیں ہر سہ خرابی کا موجب
۱۲۰۳	منگ پن کے گہنے پائے ساہوکار دی رن سدائے	گداگری کرکے زیور ڈالا اور ساہوکار کی بیوی کہلائی
۱۲۰۴	ماں پنایت۔ پُتر فتح خاں۔	ماں پسن ہاری اور بیٹا فتح خاں۔
۱۲۰۵	ماں جینندی پتر ڑے بھاگ نہ دیندی ونڈ	ماں بیٹے جنتی ہے قسمت کی تقسیم نہیں کرتی
۱۲۰۶	میستاں بنیاں ناں تے اندھی اگوں آ گئے	میستیں بنی ہی نہیں اور اندھے پہلے سے ہی آ گئے
۱۲۰۷	ماں موئی گندیاں دے بھار ناں تے دھی داناں لچکی	ماں مرگئی گڈریوں کے بوجھ سے اور بیٹی کا نام لچکی
۱۲۰۸	ماں پنے تے پُتر گھوڑا گھنے۔	ماں گداگری کرے اور بیٹا گھوڑا خریدے۔
۱۲۰۹	ماں مرگئی نہیونے تے دھی داناں تھنڈی	ماں خشکی کے مارے مرگئی اور بیٹی کا نام تر
۱۲۱۰	ملاں چور تے بانگا گواہ۔	ملا چور اور موذن گواہ۔
۱۲۱۱	ماں ملے مسافراں دا آٹا تے پُتر کچھاں مارے۔	ماں مسافروں کا آٹا گوندھے اور بیٹا خوش ہو (کچھاں مارنا خوش ہونا۔
۱۲۱۲	مونہہ ملاں دا۔ اکھیں چوراں۔	مُنہ ملا کا اور آنکھیں چور کی۔
۱۲۱۳	ماں ماڑی والے دا تے سدھو دی سرائے	ماں ماڑی والے کا اور سدھو کی سرائے۔
۱۲۱۴	ماں مرگئی گوہے چُندی۔ دھی داناں بخت بھری۔	ماں اوپلے چنتی مرگئی اور بیٹی کا نام بخت بھری
۱۲۱۵	مرگئے اشنا ک تے تروئے کوں ہنڈیسی	نازک دماغ مرگئے اب تروئی (سرکنڈہ) کون استعمال کریگا
۱۲۱۶	مرگئے مردود نہ فاتحہ نہ درود۔	مرگئے مردود نہ فاتحہ نہ درود۔
۱۲۱۷	میاں میوں جانے نہیں تے کھڑا نچاوے ٹٹو	میاں مجھ جانے نہیں اور کھڑا ٹٹو کودا تا ہے۔

۱۲۱۸	مُنڈا تے رنبہ۔ چنڈیا کم آوندا ای۔	لڑکا اور کھرپا تیز کیا ہی کام آتا ہے۔
۱۲۱۹	مُنڈیاں نال یارانہ ناں عصمت بی بی	لڑکوں سے یارانہ اور نام عصمت بی بی۔
۱۲۲۰	مرمر بڈھی گیتڑے گاویں تے لوکاں بہانے ویاہ	مرتی مرتی بوڑھیا گیت گائے اور لوگوں کے خیال میں بیاہ ہے۔
۱۲۲۱	ماں ماں میں ڈگدا ہاں۔	ماں ماں میں گرتا ہوں۔
۱۲۲۲	میں نہ جمدی تے کتھے ویاہی وا۔	اگر میں نہ پیدا ہوتی تو تمہاری شادی کہاں ہوتی۔
۱۲۲۳	مچھیں شورا لگ گیا۔	موچھوں سے شورا لگ گیا۔
۱۲۲۴	ماں پیو دا جایا نہ لکھیں نہ ہزاریں۔	بہن بھائی ہزاروں لاکھوں کو بھی نہیں ملتے۔
۱۲۲۵	منگی سی[1] ہیٹھاں نوں تے مل گئی اُتے نوں	سوار ہونے کے واسطے مانگی تھی سر پر اُٹھانے کو ملی
۱۲۲۶	ماڑے جٹ کٹورا لبھا۔ پانی پی پی آپھریا۔	غریب جاٹ کو پیالہ ملا پانی پی پی پھول گیا۔
۱۲۲۷	مردہ بولے تے کفن پاڑے۔	مردہ بولے تو کفن پھاڑے۔
۱۲۲۸	مفت دی شراب قاضیاں بھی نہیں چھڈدی	مفت کی شراب قاضیوں نے بھی نہیں چھوڑی
۱۲۲۹	مامے دے کنے بیر بلیاں۔ بھینوا آکڑیا پھرے	ماموں کے کانوں میں بالیاں بھانجہ خواہ مخواہ اکڑتا پھرے
۱۲۳۰	منداکتا خصمے گال۔	خراب کتا مالک کی بدنامی۔
۱۲۳۱	مویاں پچھے ڈوم رانے۔	مرنے کے بعد ڈوم رانے۔
۱۲۳۲	مایا کوں مایا ملے کر کر لمبے ہاتھ۔	دولت کو دولت لمبے ہاتھ کر کر ملتی ہے۔
۱۲۳۳	مال گائیں رعیت ارائیں۔	مویشی میں سے گائے اور رعیت میں سے ارائیں
۱۲۳۴	مُلاں ناں قاضی تے بستی آپ سرادی۔	نہ مُلا اور نہ قاضی بستی خود بخود ہی آباد۔
۱۲۳۵	مونہہ توں لتھی لوئی کیا کریسی کوئی۔	جب شرم ہی اُٹھ گئی تو کوئی کیا کرے گا۔

[1] شان نزول اس کا یہ ہے کہ کسی میراسی نے کسی امیر سے سوار ہونے کے واسطے گھوڑی مانگی تھی۔ امیر نے گھوڑی ایسی دی جو راستہ میں باعث لنگڑا ہونے کے چل نہیں سکتی تھی۔ میراسی نے تنگ ہو کر کہا کہ گھوڑی سواری کو مانگی تھی۔ اب اُٹھانی پڑی۔

۱۲۳۶	مویاں دے مونہ پیلے۔	مرنے کے بعد مُردے کی پرواہ نہیں ہوتی۔
۱۲۳۷	موہاں کوں ملاحظے سراں کوں سلام۔	مُنہ کا ملاحظہ۔ سروں کو سلام۔
۱۲۳۸	منجھ گاں دھن دی۔ دھی بھین جن دی	بھینس اور گائے نسل کی اور بیٹی وہن خاندان کی۔
۱۲۳۹	ماں جیہی ماسی کندھ ایرے تے آسی۔	ماں جیسی ماسی دیوار نیو پر ہی آئے گی۔
۱۲۴۰	ماں نہ بھین تے کون کرے وین۔	نہ ماں اور نہ بہن بین کون کرے۔
۱۲۴۱	ماں روئے دھی کیتے۔ دھی روئے یار کیتے	ماں روئے بیٹی کے لیئے تو بیٹی روئے یار کے لیئے۔
۱۲۴۲	موسی ڈریا موت توں اگے موت کھڑی	موسے موت سے ڈرا موت آگے ہی کھڑی
۱۲۴۳	مونہ وچہ گڑ اندر وچہ کڑ۔	مُنہ میں گڑ (شیریں زبانی) اندر دھوکہ۔
۱۲۴۴	مونہ کھاوے تاں اکھ لجاوے۔	مُنہ کھائے اور آنکھ شرمائے۔
۱۲۴۵	میرمی وال نہ گلی۔	میری دال نہ گلی۔
۱۲۴۶	ملدیاں دے ساک تے واہندیاں دیاں بھوآں	ملتوں کی رشتہ داری اور تردد کی زمین۔
۱۲۴۷	مونہ اُتے ہوایاں اُڑن لگیاں۔	حواس باختہ۔
۱۲۴۸	موت دا دروازہ کھلا۔	موت کا دروازہ کھلا ہے۔
۱۲۴۹	ماں مولی پے پیاز پُت کیسر دی تری۔	ماں مولی باپ پیاز بیٹا کیسر کی پنکھڑی۔
۱۲۵۰	مرزا مرگیا سارنگی تے نہیں ٹٹ گئی۔	مرزا مرگیا سارنگی تو نہیں ٹوٹی۔
۱۲۵۱	منڈھ پکے غریب دا پاندے بادشاہ دا	پانی کے قریب تر کھیتی غریب کی بھی پک جائے خیر بادشاہ کی بھی خشک ہو جائے۔
۱۲۵۲	مٹی کوں مکھیاں ڈھیر تے مکھیاں کوں مٹیاں ڈھیر	مٹی کو مکھیاں بہت اور مکھیوں کو مٹیاں بہت۔

۱۲۵۳	مار نہ کٹ تے اندر چاگھٹ	نہ تنگ کرو نہ مارو خاموشی سے کام لو۔ (یا انٹری ہی دبا دو)
۱۲۵۴	مقدمہ دا خرچ تے دریا دا بندہ برابر ہے۔	مقدمہ کا خرچ اور دریا کا بند برابر ہے۔
۱۲۵۵	ماگھی پیو کبوتر۔ پُتر حق سرہٗ۔	ماں فاختہ باپ کبوتر بیٹا حق سرہٗ۔
۱۲۵۶	ماڑے دی ماں کچھ بیٹھی روے۔	غریب کی ماں گوشہ میں بیٹھی روئے۔
۱۲۵۷	موت نہ ہرگز مرنوں موڑے توڑے پنجرا لوہے دا جوڑے۔	موت کبھی رک نہیں سکتی اگرچہ کوئی لوہے کے پنجرے میں ہی ہو۔
۱۲۵۸	مونہہ نہ متھا جن پہاڑوں لتھا۔	نہ شکل نہ صورت پہاڑ سے جن نکلا۔
۱۲۵۹	ماں بٹھیاری پتر فتح خاں۔	ماں بٹھیاری بیٹا فتح خاں۔
۱۲۶۰	مارے ماں نہ مارن دیوے۔	ماں خود تو مار لیتی ہے۔ اوروں کو نہیں مارنے دیتی
۱۲۶۱	مینگلا وسے پھگن چیت ان نہ ماوے کھیت	اگر بارش ماہ پھاگن اور چیت میں ہو تو غلہ کثرت سے ہوتا ہے
۱۲۶۲	میاں مویا قضا نال بیوی کیوں مری رضا نال	شوہر تو قضا سے مر گیا بیوی کیوں مری رضا سے
۱۲۶۳	میاں مویا مہابہ چکا۔	میاں مرا اور منہ ملاحظہ گیا۔
۱۲۶۴	مارے والے نالوں بچاے والا ڈاڈھا ہے	مارنے والے سے بچانے والا زبردست ہے۔
۱۲۶۵	مرنا موں تے جیون لاہا۔ وچہ دیگری گھاٹا۔	مرنا اصل اور جینا زائد فکریں رہنا نقصان ہے
۱۲۶۶	مکھن کھاندیاں کسے دے دند ٹنڈے ہن۔	مکھن کھانے سے کسی کے دانت نہیں ٹوٹتے۔
۱۲۶۷	ماں ڈین ہووے تے پتاں نوں نہیں کھاندی	ماں اگر ڈاین ہو تو بیٹوں کو نہیں کھاتی۔
۱۲۶۸	منڈے دا بیج ماں دا رج	بیٹے کا بہانہ ماں کی شکم پری۔
۱۲۶۹	ماپیاں دیاں گالاں گھی دیاں نالاں	والدین کی گالیاں گھی کی نالیں۔

۱۲۷۰	ماڑی دھاڑ چماہڑ ٹی اوپر	کمزور دھاوا چمروٹی پر۔
۱۲۷۱	مرے نوں مارے شاہ مدار	مرے کو مارے شاہ مدار
۱۲۷۲	من حرامی حجتاں ڈھیر۔	من حرامی حجتیں وافر۔
۱۲۷۳	میاں بیوی راضی تے کیا کریگا قاضی۔	میاں بیوی راضی تو قاضی کیا کرے گا۔
۱۲۷۴	منگن گیا سو مر رہیا مرے سو منگن جا	جو مانگنے گیا وہ مر گیا جو مر گیا سو مانگنے جائے۔ (مرنے سے مراد فلاکت زدہ)
۱۲۷۵	مہیں گھوڑے دا ویر۔	بھینس اور گھوڑے کا بیر ہے۔
۱۲۷۶	مونہہ نیلا۔ کالے پیر۔ ناں اشناک بی بی	منہ نیلا کالے پاؤں نام ہوشناک بی بی
۱۲۷۷	مارنی سن تے رام دا آسرا۔	نقب زنی کرنی اور نام رام کا آسرا۔
۱۲۷۸	منگی بلبل کڈھ دکھلایا چکی راہ۔	بلبل نانگی اور کھٹ بڑھئی (ہدہد) دکھا دیا۔
۱۲۷۹	ماں نالوں دھی سیانی۔ روڑھے پکے پاوے پانی۔	ماں سے بیٹی دانا پکے پکائے میں پانی ڈالے
۱۲۸۰	مہیں نہیں ہلدی تے کٹے دیاں لتاں بھنو	اگر بھینس دودھ نہیں دیتی تو کٹہ (بچہ بھینس) کی ٹانگیں توڑ دو۔
۱۲۸۱	ماں مرگئی گرمی نال۔ دھی داناں سونف کاسنی۔	ماں گرمی سے مرگئی اور بیٹی کا نام سونف کاسنی۔
۱۲۸۲	ماں مرگئی اینوں کھونوں دھی داناں باکھڑیاں۔	ماں نے آم دیکھے نہیں اور بیٹی کا نام باکھڑیاں (باکھڑیاں آموں کے تراشے)
۱۲۸۳	مرد نوں چکی۔ عورت نوں راہ۔ تے جھوٹے	مرد کو چکی۔ عورت کو سفر۔ جا موش کو

	نوں گاہ۔ تیناں وچوں اک بات نہیں اچھی	گاہ تینوں تکلیف دہ
۱۲۸۴	مکھن ہنیدیں کوئی سیندھ سڑدی اے۔	مکھن کے لگانے سے مانگھ نہیں جلتی۔
۱۲۸۵	موت دا کوئی دارو نہیں۔	موت کا کوئی دارو نہیں۔
۱۲۸۶	مت نہ بھلا جالندھری۔ ساک نہ بھلا شیام۔	جالندھری دوست اچھا نہیں شیام ضلع ہوشیارپور کی رشتہ داری خراب۔
۱۲۸۷	ماں دی سوکن دھی دی سہیلی۔	ماں کی سوت اور بیٹی کی سہیلی۔
۱۲۸۸	منیاں جوگی تے پیٹھا دارو مشکل پچھانیا۔ جاندا ہے۔	منڈا جوگی اور پیسا ہوا دارو مشکل سے شناخت ہوتا ہے۔
۱۲۸۹	سندیں کیتیں نانکا جد کدمندا ہو۔	نانکا (نانک علیہ الرحمۃ) بُرے کاموں کا نتیجہ بُرا ہی نکلتا ہے۔
۱۲۹۰	ہنیاں نال گھر نہیں اُجڑدا کر تویں گھر اُجڑدا ہے۔	طعنوں سے گھر نہیں اُجڑتا کر توتوں سے اُجڑتا ہے۔
۱۲۹۱	سوئے بابے دیاں اکھیاں وڈیاں۔	مرے ہوئے بابا کی آنکھیں بڑی بڑی۔
۱۲۹۲	موتر وچوں مچھیاں پھڑدا ہے۔	پیشاب میں سے مچھلیاں پکڑتا ہے۔
۱۲۹۳	منگتیاں کولوں منگنا لعنتیاں دا کم	گداگروں سے مانگنا لعنتیوں کا کام۔
۱۲۹۴	مردہ دوزخ جاوے بہشت جاوے ملاں نوں حلوے نال کم۔	مردہ دوزخ میں جائے یا بہشت میں مُلّا کو حلوے سے کام۔
۱۲۹۵	مردے ہر ہر کردے۔	مردے ہر ہر کرتے۔

۱۲۹۶	مان نہ مان میں تیرا مہمان۔	مان نہ مان میں تیرا مہمان۔
۱۲۹۷	موٹھ مونگ میں بڑا کون۔	موٹھ اور مونگ میں بڑا کون۔
۱۲۹۸	مول سے بیاج پیارا۔	اصل سے سود پیارا۔
۱۲۹۹	مور جنگل میں ناچے تو کون دیکھتا ہے۔	مور جنگل میں ناچے تو کون دیکھتا ہے۔
۱۳۰۰	مطلب دے واسطے گدھے نوں باپ بنا ندے نے	مطلب کے واسطے گدھے کو باپ بناتے ہیں۔
۱۳۰۱	مویا وجاوے ونجلی تے رڑھیا ڈھور دے	مرا ہوا بانسری بجائے اور ڈوبتا ہوا ڈھور گائے۔
۱۳۰۲	ماں پھرے پھوسی پھوسی پت گوہیرے نچشدا	ماں اوپلہ اوپلہ اکٹھی کرتی پھرے اور بیٹا اوپلوں کا
۱۳۰۳	من۔ موتی۔ دودھ۔ تینوں دا اک بھا ٹوٹے پھوٹے ناں ملن کریئے لاکھ اوپا	من موتی دودھ تینوں کی ایک ہی کیفیت ہے۔ ٹوٹنے پر بھی نہیں جڑتے۔
۱۳۰۴	مکے گیاں گل مکدی ناہیں جے نہ دلوں مکائے	مکہ میں جا کر بات نہیں بنتی جب تک دل سے نہ توبہ ہو
۱۳۰۵	مکے مڈھ بدو۔	مکے کے قریب بدو۔
۱۳۰۶	مینہ پووے تے چھپڑ اگاہیاں دیندے	مینہ برسے گا تو جوہڑ گواہی دیں گے۔
۱۳۰۷	ماں پر پوت پتا پر گھوڑا۔ بہتا نہیں تے تھوڑا تھوڑا۔	ماں پر بیٹا۔ پتا پر گھوڑا۔ اگرچہ بہت نہیں لیکن تھوڑا تھوڑا۔
۱۳۰۸	مویا سانپ لنگھنا مشکل ہے۔	سانپ مرا ہوا بھی گذرنا مشکل ہے۔
۱۳۰۹	ماں نال لڑنا ہتھ کتھے پانا۔	ماں کے ساتھ لڑنا اور ہاتھ کہاں ڈالنا۔
۱۳۱۰	ماس وچہ گدود پیدا ہوندی ہے۔	گدود گوشت میں ہی پیدا ہوتی ہے۔
۱۳۱۱	ملاں دی دوڑ مسیت تیکر۔	ملاں کی دوڑ مسیت تک۔
۱۳۱۲	ماں کولوں ہیجلی دائی پھپھا کٹنی۔	ماں سے زیادہ چاہے تو پھپھا کٹنی کہلائے

۱۳۱۳	مونہہ منگیاں موت بھی نہیں ملدی	مُنہہ مانگے موت بھی نہیں ملتی۔
۱۳۱۴	ماں مرگئی کپھن کولوں دھی دا نام نراجن	ماں مرگئی کفن بغیر بیٹی کا نام نراجن۔
۱۳۱۵	مڑکے بتی نہیں واہی۔	پھر خبر بھی نہیں لی۔
۱۳۱۶	مَت دین والے نوں رووی۔	استاد کو کو سو۔
۱۳۱۷	موت وسیاں زحمت قبول ہوندی ہے	خوف موت سے زحمت قبول کرتے ہیں۔
۱۳۱۸	ماں مفت دل بے رحم۔	ماں مفت دل بے رحم۔
۱۳۱۹	ماں واری تے پیو صدقے۔	ماں قربان اور باپ صدقے۔
۱۳۲۰	ماواں دھیاں بیڑیاں اکو پتن کھیڈیاں	ماں بیٹیاں قبہ ایک ہی گھاٹ سے اُتریں
۱۳۲۱	مال پرایا تے پتر فدے شاہ۔	مال پرایا اور بیٹا فدے شاہ

ن

۱۳۲۲	ناتی دھوتی رہ گئی مُچل بندی وچہ پے گئی	غسل کر کرا کر رہ گئی۔ بندی چوک گئی۔
۱۳۲۳	ناتی دھوتی رہ گئی تے مونہہ تے مکھی بہ گئی۔	نہا دھو کر رہ گئی اور مُنہہ پر مکھی بیٹھ گئی۔
۱۳۲۴	نانوں گیا ملتان۔ نہ انوں تے نہ انوں آن	نانوں ملتان گیا نہ یہاں سے گیا نہ وہاں سے لایا
۱۳۲۵	نچن لگی تاں گھونگٹ کیہا	ناچنے لگی تو گھونگٹ کیا۔
۱۳۲۶	نچ نہ جانے تے انگن ٹیڑھا۔	ناچ نہ جانے اور صحن ٹیڑھا۔
۱۳۲۷	نو سو چوہا کھا کے بلی حج نوں چلی۔	۹ سو چوہا مار کر بلی حج کو چلی۔
۱۳۲۸	ننگی کیا نہائے کیا نچوڑے۔	ننگی کیا نہائے کیا نچوڑے۔
۱۳۲۹	نانی خصم کرے تے دوتر اپنی بھرے۔	نانی خاوند کرے اور نواسہ جہانہ بھرے۔

۱۳۳۰	ناں چڑھیا وپاری کھٹ کھائے تے ناں چڑھیا چور پھاسے ڈچے۔	مشہور نیک نام سوداگر نفع اُٹھائے اور مشہور چور پھانسی ملے۔
۱۳۳۱	ندیئے توں کیوں کو کدی ہیں۔ یار اگے ہی پیر نہیں پاوندے۔	اے ندی تو کیوں واویلا کرتی ہے میں تو تجھ میں پاؤں ہی نہیں ڈالتا
۱۳۳۲	نہ تین وچہ نہ تیراں وچہ سبجی بھرجائی ڈیرا وچہ	نہ تینوں میں نہ تیرہ میں نکمی بھاوجہ ڈیورو میں۔
۱۳۳۳	ناں چھکئے کمان ناں پوے خان۔	نہ کمان اُٹھائے اور نہ خم کھائے۔
۱۳۳۴	ناں پٹئے کھوہا ناں لائیے بوہا۔	نہ چاہ احداث کریں نہ دروازہ لگائیں۔
۱۳۳۵	نہ پرائی لوئی کوں ہتھ لا نہ اپنا پٹ پڑا۔	نہ بیگانی عزت پہ (لوئی یعنی کمبل وغیرہ) حملہ آور ہو اور نہ (پٹ پڑنا یعنی تکلیف میں ہونا) تکلیف اُٹھا
۱۳۳۶	ناں وڈا لکھویرے دا۔ ساہ نہ ٹکر تیرے دا	نام بڑا لکھویرے کا اور روٹی ٹکا کی مزہ نہیں۔
۱۳۳۷	نیت صاف کیسہ پر۔	نیت صاف کیسہ پر۔
۱۳۳۸	ناہوے دیاں سب گلاں ہین۔	سب باتیں افلاس کی ہیں۔
۱۳۳۹	ناہڈو اشراف۔	(ناہڈو) بڑا اشراف۔
۱۳۴۰	ناں باسی رہے نہ کتا کھا۔	نہ باسی رہے اور نہ کتا کھائے۔
۱۳۴۱	نوون نندا پرا ہونا گیا نو نندے وے آئے۔ جد گھر بیٹھیے کے حساب کیتا نہ کتے گئی نہ کتے آئے۔	نو دن نندا مہمان دوسروں کے ہاں گیا۔ اور نو ہماں نندے کے گھر میں آگئے جب گھر بیٹھ کر حساب کیا تو نہ کہیں گئے اور نہ کہیں سے آئے۔
۱۳۴۲	نکمی جیٹی اُن ویلے۔	نکمی جیٹی اُن بیلے۔

۱۳۴۳	ناں شیر خاں ڈرداکتے کنوں۔	نام شیر خاں اور ڈرتا ہے کتے سے۔
۱۳۴۴	نادان دوست کنوں۔ دانا دشمن چنگا ہے	نادان دوست سے دانا دشمن اچھا ہے۔
۱۳۴۵	نرم مدعی تا فضل خدا سخت مدعی تا قہر خدا۔	نرم مدعی تو فضل خدا سخت مدعی تو قہر خدا
۱۳۴۶	ندی کنارے رکھڑا آج ڈہے یا کل۔	ندی کے کنارہ پر درخت آج گرے یا کل۔
۱۳۴۷	نہ تین میں نہ تیرہ میں کس باغ دی مولی۔	نہ تین میں نہ تیرہ میں کس باغ کی مولی۔
۱۳۴۸	نہ ڈیوے کوں نہ لاہنے کوں اندھا مارے کانے کوں۔	نہ دینے کو نہ لینے کو اندھا مارے کانے کو
۱۳۴۹	نہ فاتحہ نہ درود کھا گئے مردود۔	نہ فاتحہ نہ درود کھا گئے مردود۔
۱۳۵۰	نہ ویلا نہ وقت اُٹھ بھناں کم بخت۔	نہ موقعہ نہ وقت کم بخت بھاگ نکلا۔
۱۳۵۱	نہ ہک لقمہ صبح نہ سو لقمہ شام۔	نہ ایک لقمہ صبح اور نہ سو لقمہ شام۔
۱۳۵۲	نوکری پر حاضر کیا کریسی ناظر۔	نوکری پر حاضر کیا کرے گا ناظر۔
۱۳۵۳	نک نہ ناساں۔ پلنگ چڑھ باساں۔	نہ ناک نہ منہ پلنگ پر چڑھکر بیٹھوں گی۔
۱۳۵۴	نہ ہک خویش نہ سو درویش۔	نہ ایک خویش نہ سو درویش۔
۱۳۵۵	نواں کوئی نہ دیکھے پورانہ ہر کوئی دیکھے	نیا کوئی نہ دیکھے پورانہ ہر کوئی دیکھے۔
۱۳۵۶	نوکوہ دریا کپڑے اگوں لاہ۔	نو کوس دریا کپڑے پہلے ہی سے اُتارو۔
۱۳۵۷	ناہیں کم اصیل دا چھڈ جاناں یاراں بیلیاں بہت پُرانیاں نوں۔	شریف آدمی دوستوں سے بے وفائی نہیں کرتا۔
۱۳۵۸	ننگ لڑے نشنگ۔	مفلس بلا خوف مقابلہ کرتا ہے۔
۱۳۵۹	نک تے مکھی نہیں بہن ویندا۔	ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتا۔

۱۳۶۰	نیت صاف تے پلے خاک ۔	نیت صاف اور پلّے خاک ۔
۱۳۶۱	نیت کھوٹی تے پلّے روٹی ۔	نیت کھوٹی اور پلے روٹی ۔
۱۳۶۲	نوون رانا گھر نہیں دانا ۔	نوون رانا گھر نہیں اناج ۔ (راج بمعنی رائے)
۱۳۶۳	نواں نوون پرانا سوون ۔	نیا نوون پورانہ سوون ۔
۱۳۶۴	ناؤں داسردار چوہیا دی شکار	نام کا سردار اور چوہیا کا شکار
۱۳۶۵	نوکر نوں نوکر منا وے مالک کہے نہ آوے	نوکر کو نوکر منائے مالک کے کہنے پر نہ آئے ۔
۱۳۶۶	نور محل دی سرائے تو نہیں ۔	نور محل کی سرائے تو نہیں ۔ (نور محل تحصیل پھلور ضلع جالندھر)
۱۳۶۷	نومن لوہا افیم ہی سہی ۔	نومن لوہا افیم ہی سہی ۔
۱۳۶۸	ناؤں میاں دا مصری خاں مونہہ پائے تے سواہ بھی ناں ۔	نام میاں کا مصری خاں منہ میں ڈالیں تو خاک بھی نہیں ۔
۱۳۶۹	نہ اتنے میٹھے ہوئیے کہ اگلا مونہہ پا لیوے نہ اتنے کوڑے ہوئیے کہ اگلا تھک سٹے ۔	نہ اس قدر میٹھے یعنی نرم دل ہوں کہ دوسرا کھا ہی جائے اور نہ اتنے تلخ کہ کوئی تھوک بھی دے ۔ (درشتی ونرمی بہم دربہ ہست)
۱۳۷۰	ننگے نکھے لاڈلے پھرالے دے ساؤ ۔	ننگے بھوکے ناز پروردہ (پھرالہ ایک گاؤں تحصیل نواں شہر ضلع جالندھر میں) پھرالے کا شریف ۔
۱۳۷۱	نوکر دی جڑھ سوا گز اونچی ہے ۔	نوکری کی جڑھ سوا گز اونچی ہے ۔
۱۳۷۲	نہ شدہ بدھ کی لی اور نہ منگل کی لی ۔	نہ سدہ بدھ کی لی اور نہ منگل کی لی ۔
۱۳۷۳	نالے جج نالے ویج ۔	جج بھی اور بیوپار بھی ۔
۱۳۷۴	نالے منج بگڑ نالے دیوی دا درشن	موجھ کا سودا بھی اور دیوی کا درشن بھی ۔

۱۳۷۵	نودن بھاگ گھر نہیں چراغ۔	نودن فارغ البالی گھر میں چراغ نہیں۔
۱۳۷۶	نقد اج اودھار کل۔	نقد آج اُدھار کل۔
۱۳۷۷	نواناں دے پانی نوان ہی آوندے ہن	نشیب کا پانی نشیب میں ہی آتا ہے۔
۱۳۷۸	ناں وڈاتے وچہ تن کالے۔	نام بڑا اور حقیقت میں صفر۔
۱۳۷۹	نہ ہنگ لگی نہ پھٹکڑی۔	نہ ہنگ لگی اور نہ پھٹکڑی۔
۱۳۸۰	نلے چور نالے چتر۔	چور بھی اور چتر بھی۔
۱۳۸۱	نایا وال کڈے کڈے ہن۔ ججمان اگے ہی آونے ہن۔	نائی بال کتنے کتنے ہیں۔ ججمان میرے ہی مونڈنے ہیں۔
۱۳۸۲	نوہاں نالوں ماس جدا ہوندا ہے۔	ناخنوں سے گوشت کب جدا ہوتا ہے۔
۱۳۸۳	ناشوہ ڈٹھا ناں ناوے موئی۔	نہ شوہر دیکھا اور نہ فراق میں مری۔
۱۳۸۴	ناگاں دے بچے دوست نہیں بندے	سانپوں کے بچے دوست نہیں بنتے۔
۱۳۸۵	نانک دکھیا سب سنسار۔	نانک دکھیا سب سنسار (مخلوق)
۱۳۸۶	نویں جتی نویں رن دونوں دُکھ دیندیاں ہن۔	نئی جوتی اور نئی بیوی دونوں تکلیف دہ ہیں۔
۱۳۸۷	ننگ روڑے ہی آکی۔	مفلس چٹیل میدان میں ہی باغی۔

و

۱۳۸۸	ورھیوں گزریا چالھی تے جوان تھیا نالی۔	چالیس سال گزرنے پر نالی جوان ہوتا ہے
۱۳۸۹	وڈا پساری تے پھلاں بھری کھاری۔	بڑا پنساری اور پھولوں بھری کھاری۔

۱۳۹۰	ویلے دی نماز کویلے ویاں ٹکڑاں۔	وقت کی نماز اور بے وقت کی ٹکریں۔
۱۳۹۱	وسواسی دی دال کچی۔	وہمی کی دال کچی۔
۱۳۹۲	وہندے نہیں سکے تے کھڑے نہیں اُچھلے	آب جاری خشک نہیں ہوتا اور کھڑا پانی اُچھلتا نہیں۔
۱۳۹۳	واہ مجھیں دے دل جو پر کہا ون تے کھیر ڈاون۔	بھینسوں کے دل کا کیا کہنا بچے ذبح کرائیں اور دودھ پائیں۔
۱۳۹۴	واہ بی بی دی دل اُتوں لگن کھلے نچے تلے پئی کھل۔	واہ بیوی کا دل اوپر سے جوتے لگتے ہیں اور نیچے سے ہنس رہی ہے۔
۱۳۹۵	وپار نال تاہرن دی منڈے۔	قاعدہ سے توہرن ہی قابو آجاتے ہیں۔ (منڈے سے مراد لنگڑا)
۱۳۹۶	وانڈھے دی موڑی جتھاں رکھی اوتھاں پوری۔	بے خان دمان کے مال کا ہر ایک وارث۔
۱۳۹۷	وجدے دا واجا مارے۔ چُپ چپاتی کم سنوارے۔	جو شخص بہت بولتا ہے وہ ناکامیاب رہتا ہے۔ خاموشی پسند کام نکال لیتا ہے۔
۱۳۹۸	واہ نمبردار دا زور۔ ون واحاکم رات دا چور	واہ نمبردار کا زور دن کا حاکم اور رات کا چور
۱۳۹۹	ون ون دی لکڑی اک دا بوجھ۔	بہتوں کی لکڑی اور ایک شخص کا بوجھ۔
۱۴۰۰	ویر پئی گدڑی گدھوے پھاڑے۔	دشمن گدڑیہ پورانی گدڑیاں پھاڑے۔
۱۴۰۱	واہ میاں ولیا پکی کھیر ہوگیا ولیا۔	واہ میاں ولیا پکائی کھیر ہوگیا ولیا۔
۱۴۰۲	وڈی پگ سلاماں دی جٹی۔	بڑی پگڑی سلاموں کی جٹی۔

۱۴۰۳	وڈھی ٹکی ذات دا کچھ وساہ نہیں۔	قطع برید شدہ ذات (درکھان) کا کوئی اعتبار نہیں۔
۱۴۰۴	وسیئے شہر بھاویں ہووے قہر۔ کھائیے کنک بھاویں ہووے زہر۔	شہر میں بسنا چاہیئے اگرچہ قہر ہی ہو کنک کھانی چاہیئے۔ چاہے زہر ہو۔
۱۴۰۵	وہنی دی اٹ چبارے نوں لائی۔	نالی کی اینٹ چبارے کو لگائی۔
۱۴۰۶	واہ مولا دی کھیں سیدھے پچے تیل۔	واہ خدا کی کھیل سیدھے بیچے تیل۔
۱۴۰۷	وڈھیا جٹ دا سکھیا نائی دا۔	جاٹ زخمی ہوا اور نائی نے سیکھا۔
۱۴۰۸	وارث۔ رن۔ تلوار۔ فقیر۔ گھوڑا۔ چار ہتھوک ایہ کسی دے یار نا ہیں۔	وارث (نام شاعر پنجابی مؤلف ہیر رانجھا) چار چیزوں عورت۔ تلوار۔ فقیر گھوڑی کا اعتبار نہیں ہے۔
۱۴۰۹	وڈا اوہ جیہنوں خدا وڈیاوے بندہ کول بچارہ۔	بڑا وہ جسے خدا بڑا کرے انسان کیا ہے۔

ھ

۱۴۱۰	ہک پیسہ پلے ہیر، ہا رگھناں کہ جھلے	پلے میں ایک پیسہ ہے میں ہار خریدوں یا کہ جھلے
۱۴۱۱	ہتھ نہ پلے تے کھیسہ پیا ہلے۔	نہ ہاتھ اور نہ پلے کیسہ یوں ہی ہلتا ہے۔
۱۴۱۲	ہٹی آتے بہن نہ دیوے اڑدا اڑدا تول	دکان پر بیٹھنے نہ دے اور زیادہ تول۔
۱۴۱۳	ہٹ کرائے تے روپیہ بیاجی۔ اس ہڑ دی کوڑی باجی۔	دکان کرایہ پر اور روپیہ سود پر۔ ایسے بے وقوف کا کاروبار درست نہیں۔

۱۴۱۴	ہل نہ پنجالی آیا میرا مالی۔	نہ ہل اور نہ پنجالی آیا میرا مالی۔
۱۴۱۵	ہتھ دے کنگن کوں آرسی کیا درکار	ہاتھ کے کنگن کو آرسی کیا۔
۱۴۱۶	ہتھوں نہ دیندی مانگواں سارا دے لنڈا۔	ہاتھ سے دیتی نہیں اور مانگنے پر سب لٹا دیتی ہے۔
۱۴۱۷	ہولے ہولے چُگے سنج کریندی جھگے۔	لگاتار نقصان گھرانوں کو تباہ کر دیتا ہے
۱۴۱۸	ہک آکھے بیا منے آکھاندا بھول خدا نہ بھنے۔	ایک کہے اور دوسرا مانے خدا اُن کی بات نہیں ٹالتا۔ (اتفاق)
۱۴۱۹	ہاتھی نوں تنبا خدا پا دے۔	ہاتھی کو خدا ہی پاجامہ پہنائے۔
۱۴۲۰	ہیر جنجاں وچھٹی۔	ہیر الجھن سے چھٹی۔
۱۴۲۱	ہتھاں نال لاواں تے پیراں نال بجھاواں۔	ہاتھوں سے لگاؤں اور پاؤں سے بجھاؤں۔
۱۴۲۲	ہتھ نوں ہتھ پچھاڑے۔	ہاتھ کو ہاتھ پچھاڑے۔
۱۴۲۳	ہاتھی دے دند کھان دے ہور تے دکھاون دے ہور۔	ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔
۱۴۲۴	ہسائے دا ناؤں ہنیں تے روائے دا ناؤں ہے۔	ہنسائے کا نام ہنیں اور رُلائے کا نام ہے۔
۱۴۲۵	ہن گھیو کھنڈ ہو گئے۔	اب مل ملا گئے۔
۱۴۲۶	ہتھ وچہ ٹکڑا تے نا کر۔	ہاتھ میں ٹکڑا ہے تو منگ نہ ہو۔
۱۴۲۷	ہک در اٹے سو در پٹے۔	ایک در بند کرے اور سو در کھولے۔

۱۴۲۸	ہاڑوا ڈمب تے ساوں دا انب برابر	ہاڑ کا ڈمب (زخم) اور ساون کا آم برابر ہیں
۱۴۲۹	ہتھیار نال بلکارتے مرداں نال غرضاں	ہتھیاروں پر گنڈ اور مردوں کے ساتھ غرضیں
۱۴۳۰	ہتھاں پیراں میندھی بئے کوں ہینے دیندی	ہاتھ اور پاؤں میں ہیندی لگی ہوئی اور دوسروں کو طعنے دیتی ہے۔
۱۴۳۱	ہیجڑے دے گھر تیر جمیا۔	مخنث کے گھر میں بیٹا پیدا ہوا۔
۱۴۳۲	ہل دی اکھ۔ کوئل دی نک، مور دے کن۔ لیسو دے وند۔	ہل کی آنکھ۔ کوئل کی ناک۔ مور کے کان لیسو کے دانت۔
۱۴۳۳	ہالی دی گل ہالی جانے۔ ہالی دی گل ہاں۔ اوں، سودی کھدی کھادی خبر نہ پیو کا۔	ہالی کی بات ہالی ہی سمجھے اور ہالی کی ہاں سوکار ستانیاں کیں اور کسی کو خبر نہ ہوئی۔
۱۴۳۴	ہلے دا کی واہنا ہے پچھے لگا جاون ہے	ہل کا کیا بانہنا ہے پیچھے پیچھے ہی لگے جانا ہے
۱۴۳۵	ہتھ نہ پلے ہار پاواں کہ چھلے۔	نہ ہاتھ نہ پلے ہار پہنوں کہ چھلے۔
۱۴۳۶	ہتھ پورانے کھوسڑے بسنتے ہوری آئے	ہاتھ میں پورانی جوتیاں بسنت صاحب آئے
۱۴۳۷	ہتھ موہنہ خالی رب دے سوالی۔	ہاتھ منہ خالی رب کے سوالی۔
۱۴۳۸	ہلے یار تینوں مرنے دیاں رمیاں۔	ہائے یار تمہیں مرنے کی ہوسیں۔
۱۴۳۹	ہاتھی بجے پاؤنا ہے	ہاتھی کو کوزہ میں بند کرنا ہے۔
۱۴۴۰	ہتھ اوپر سروں جماؤنا ہے۔	ہاتھ پر سرسوں جمانا ہے۔
۱۴۴۱	ہُن کی ہووے جد چڑیاں چگ لیا کھیت۔	اب کیا ہووے ہوت ہے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

۱۴۴۲	ہمسایاں نال دوستی تے اپنیاں نال ویر	ہمسایوں کے ساتھ دوستی اور اپنوں سے بیر
۱۴۴۳	ہک خربوزہ تیراں لاگ دار۔	ایک خربوزہ اور تیرہ لاگ دار
۱۴۴۴	ہن بھلے دا اسماں نہیں۔	اب بھلے کا زمانہ نہیں ہے۔
۱۴۴۵	ہم سے چھنال پھپھا کٹنی۔	ہم سے چھنال پھپھا کٹنی۔
۱۴۴۶	ہانڈی ویلو تے اپنے کنڈھے ساڑو۔	ہنڈیا اُبلے گی تو اپنے ہی کنارے جلائے گی
۱۴۴۷	ہُن اپنیاں دے لہو سفید ہو گئے۔	اب اپنوں کے لہو سفید ہو گئے۔ (ہمدردی نہیں رہی)
۱۴۴۸	ہاتھی پھرے گراں گراں۔ جس کا ہاتھی اُسی کا ناں۔	ہاتھی گاؤں بہ گاؤں پھرے۔ جس کا ہاتھی اُسی کا نام۔
۱۴۴۹	ہیٹوں اوپروں ننگی تے سب تھوں چنگی	نیچے اور اوپر سے ننگی اور سب سے اچھی۔
۱۴۵۰	ہس دندار) دی پریت۔	عارضی یا معمولی واقفیت (پریت بمعنی محبت)
۱۴۵۱	ہتھاں دیاں دتیاں دنداں کھولنیاں پیاں۔	ہاتھوں کی گانٹھیں دانتوں سے کھولنی پڑیں
۱۴۵۲	ہائے نی اماں میں رہ نہ سکاں۔	ہائے ماں میں رہ نہ سکوں۔
۱۴۵۳	ہاں نوں ہاں پیارا۔	ہاں کو ہاں پیارا۔
۱۴۵۴	ہور نوں ہوری دی اتھے نوں ڈنگوری دی۔	اور کو اور کی اور اندھے کو لاٹھی کی۔
۱۴۵۵	ہن لگی روون جد منڈا لگا ہون۔	اب کیوں روتی ہے۔ جب بیٹا پیدا ہونے لگا۔

ي

۱۴۵۶	یارہ یاراں تے چبکار یاراں۔	گیارہ یار اور چبکار (روٹی کھانے کی آواز میں) بارہ

۱۴۵۷	یار تیلی تے سیندھ میلی۔	یار تیلی اور سیندھ میلی۔
۱۴۵۸	یار تیلی تے پھر رو کھا کھانا۔	تیلی دوست ہونے کی صورت میں خشک روٹی کس طرح کھائی جائے۔
۱۴۵۹	یا تا مٹیا ندے گھبکار یا گلہاں وے چیکار	یا تو مٹکیوں کے گھبکار (جو دہی کے بلونے کے
۱۴۶۰	یار تو کاواں دی زبان کھادی ہوئی ہے	یار تو نے کوؤں کی زبان کھائی ہوئی ہے (باتونی سے مراد)
۱۴۶۱	یار دی یاری ول جائے یار دے عیباں ول نہ جائے۔	دوست کی دوستی پر نظر رکھو نہ کہ عیبوں پر
۱۴۶۲	یار یاراں نوں ایں ملن جیہوں گھڑے نوں وٹا۔	دوست دوستوں کو یوں ملے جیسے گھڑے کو بٹہ۔ (بدخلقی)
۱۴۶۳	یار آون تے گدھ واں بکاون۔	یار آئیں اور گدھیں بکیں۔
۱۴۶۴	یار یاراں کو ملے خوجیاں والی بازار	یار یاروں کو اپنے اپنے موقعوں پر مل جاتے ہیں۔

نمام شد

تقسیم محمد تاجیم غفی عفہ کاتب اول طبع بہاولپور نوشتہ شد

ایک مجبوری اور ایک عذر

اِس کتاب کے شروع کرنے کے وقت یہ خیال تھا کہ ان کہاوتوں کا ترجمہ اُردو اور انگریزی دونوں میں کیا جائے، اور نیز یہ کہ ہر کہاوت کی شان نزول اور محل وقوع کی نسبت بھی مفصل بحث کی جائے اور جو کہاوتیں قصہ طلب ہیں اُن کی تفصیل بھی کی جائے۔ لیکن چند ہی حواشی لکھنے سے یہ مشکل آپڑی کہ کتاب طول ہوتی جاتی ہے اور دوسری طرف سے یہ خیال کہ کتاب چھپ چھپا کر بھی مصنف یا مؤلف کی الماری ہی میں محفوظ پڑی رہے گی۔ کیونکہ برادران وطن کے شوق کا پیمانہ آئے دن کی نظیروں سے اس کا ثبوت دے رہا ہے۔ بایں وجوہ یہ ضروری تفصیلات رہ گئی ہیں۔ اگر خدا نے موقع دیا تو یہ کمیاں کسی دوسرے وقت یا دوسرے رنگ میں پوری کی جائیں گی۔

سلطان احمدؐ

۱۱۔ مئی ۱۹۱۱ء